ماہنامہ

النّاصر

ربوہ

خصوصی اشاعت

براہینِ احمدیہ نمبر

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

دسمبر ۱۹۹۷ء

گلاب کے پھول کو سورۃ فاتحہ سے روحانی مناسبت

امام آخرالزمان حضرت اقدس مسیح موعود (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ایک مرتبہ اس عاجز نے اپنی نظر کشفی میں سورۃ فاتحہ کو دیکھا کہ ایک ورق پر لکھی ہوئی اس عاجز کے ہاتھ میں ہے اور ایک ایسی خوبصورت اور دلکش شکل میں ہے کہ گویا وہ کاغذ جس پر سورۃ فاتحہ لکھی ہوئی ہے سُرخ سُرخ اور ملائم گلاب کے پھولوں سے اِس قدر لدا ہؤا ہے کہ جس کا کچھ انتہا نہیں اور جب یہ عاجز اِس سورۃ کی کوئی آیت پڑھتا ہے تو اس میں سے بہت سے گلاب کے پھول ایک خوش آواز کے ساتھ پرواز کر کے اُوپر کی طرف اُڑتے ہیں اور وہ پھول نہایت لطیف اور بڑے بڑے اور سُندر اور تروتازہ اور خوشبودار ہیں جن کے اُوپر چڑھنے کے وقت دِل و دماغ نہایت معطّر ہوجاتا ہے اور ایک ایسا عالم مستی کا پیدا کرتے ہیں کہ جو اپنی بے مثل لذّتوں کی کشش سے دُنیا و مافیہا سے نہایت درجہ کی نفرت دلاتے ہیں۔ اس مکاشفہ سے معلوم ہؤا کہ گلاب کے پھول کو سورۃ فاتحہ کے ساتھ ایک رُوحانی مناسبت ہے!"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۹۵، ۳۹۶ حاشیہ ۱۱)



حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیِ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السّلام

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

فتح ۱۳۷۶ ہش

دسمبر ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر :- چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر :- قاضی منیر احمد
مطبع :- ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی - ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

مضامین و مقالات

جلد نمبر ——— ۳۸
شمارہ نمبر ——— ۱۲

شرح چندہ :-

پاکستان ——— ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ——— چھ روپے

قیمت پرچہ ہذا ——— ۲۵ پچیس روپے

اداریہ

سیّدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا مذاہبِ عالم کو چیلنج

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اُمّتِ مسلمہ ادبار و تنزل کا شکار ہو چکی تھی۔ اسلام نام کا باقی رہ گیا تھا۔ مشرقِ بعید سے مغربِ اقصیٰ کے مرغزاروں، صحراؤں اور جنگلوں تک جہاں کبھی آفتابِ رسالت کی ضوافشانیاں تھیں۔ جو بحر و بَر کبھی نورِ مصطفوی ؐ سے منوّر تھے۔ اتحاد و یگانگت کا جو حسین منظر صدیوں تک دیکھنے میں آتا رہا اس دَور میں وہ قصۂ پارینہ بن چکا تھا۔ اتحادِ ملت پارہ پارہ ہو چکا تھا۔

یہ سارا منظر مخبرِ صادق حضرتِ اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کر دیا تھا لیکن ساتھ ہی آپ نے یہ امید افزا خبر بھی دے دی کہ تجدید و احیاءِ دین کے لئے اللہ تعالیٰ میری اُمّت میں ایسے وجود ظاہر فرماتا رہے گا، اور خاص طور پر اس دَورِ ضلالت میں۔ آپ نے فرمایا میری اُمّت میں امام آخر الزمان اور مسیح موعود کا وجود ظاہر ہوگا جو اس ہلاکت سے اُمّت کو بچائے گا۔

اِس دَورِ فتن میں انگریزی حکومت کے سایہ تلے عیسائیت کی یلغار، ہندوؤں میں احیاءِ نو کی تحریکات اور دہریت والحاد کے طلسم، گویا یہ چومُکھی حملہ تھا اسے "رجل فارس" جری اللہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی دُوربین نگاہ نے اِس خطرے کو دیکھا اور تمام مذاہبِ عالم کو للکارا۔ خدا کی تقدیر آپ کو گوشۂ گمنامی سے کھینچ کر احیائے دین کے لئے میدانِ عمل میں لائی۔ آپ نے فرمایا ؎

گفت پیغمبر ستودہ صفات — از خدائے علیم مخفیات
بر ہر صدی بروں آید — آں کہ ایں کار را ہمی شاید
تا شود پاک ملت از بدعات — تا بیابند خلق زو برکات
ایں سعادت چو بود قسمتِ ما — رفتہ رفتہ رسید نوبتِ ما
نعرہ ہا می زنم بر آبِ زلال — ہمچو مادر دواں پئے اطفال

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۶۲، ۳۶۳)

سُنو! اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر کہا ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایسا شخص ظاہر ہوتا جو اس کام کے لائق ٹھہرتا ہے تاکہ مذہب بدعتوں سے پاک صاف ہو جائے اور مخلوقِ خدا اس سے برکتیں حاصل کرے۔ چونکہ یہ سعادت ہماری قسمت میں تھی اِس لئے رفتہ رفتہ ہماری باری آگئی۔ مَیں مصفّٰی چشمہ پر کھڑا پکار رہا ہوں جس طرح ماں اپنے بچوں کے پیچھے دوڑتی ہے۔

تجدید و احیائے دین کے منصب پر فائز ماموریِ زمانہ نے براہینِ احمدیہ تصنیف فرمائی اور دلائلِ قاطعہ اور براہینِ ساطعہ سے ایسے رنگ میں ہندو پنڈتوں، سکالروں اور مسیحی مناّدوں کو دندان شکن جواب دئے کہ ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ آپ نے ان سب کو دعوتِ مقابلہ دی اور یہ پُرشوکت اعلان فرمایا کہ جو شخص حقیّتِ فرقانِ مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دلائل کا جو قرآن مجید سے اخذ کر کے پیش فرمائے ہیں اپنی الہامی کتاب میں آدھا یا تہائی یا چوتھائی یا پانچواں حصہ ہی نکال کر دکھلائے یا بکلّی پیش کرنے سے عاجز ہو تو آپ کے دلائل کو نمبروار توڑ دے تو بلا تامّل دس ہزار روپیہ کی جائیداد اس کے حوالہ کر دیں گے۔

براہینِ احمدیہ کا یہ چیلنج ایک سو سال سے زائد عرصہ سے مذاہبِ عالم کے سامنے ہے مگر کسی کو اس کے دلائل و براہین کا رَدّ پیش کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اِس خصوصی اشاعت میں براہینِ احمدیہ کی اہمیت و عظمت کو واضح کرنے کے لئے مضامین و مقالات دئے جا رہے ہیں مگر اِس کتاب کی اہمیّت کے پیشِ نظر قارئین کے لئے ایک اَور مائدہ پیش کیا جا رہا ہے جو جنوری ۱۹۹۸ء کی خصوصی اشاعت ہوگی۔ اِنشاء اللہ العزیز۔

(بقیہ صفحہ) ادارہ ماہنامہ انصاراللہ اپنے پیارے امام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؒ کی بیگم حضرت سیّدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ، آپ کے تمام بچّوں اور ہمشیرگان اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے جملہ افراد اور عالمگیر جماعتِ احمدیہ سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کو اعلیٰ علیّین میں بلند مقام عطا فرمائے اور آپ کی اعلیٰ صلاحیّتوں اور اوصافِ حمیدہ کو قائم و دائم رکھے۔ آمین

تقرر صدر مجلس انصاراللہ پاکستان و نائب صدر صف دوم

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں انتخاب کی رپورٹ پیش ہوئی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت شوریٰ کی کثرتِ رائے کو منظور فرماتے ہوئے آئندہ دو سال ۱۹۹۸ء - ۱۹۹۹ء کے لئے مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب کو صدر مجلس انصاراللہ پاکستان اور مکرم سیّد خالد احمد شاہ صاحب کو نائب صدر صف دوم کے تقرر کی منظوری عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ اِن ہر دو اصحاب کو بہترین خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ پاکستان)

ایک عظیم مدبّر اور صاحبِ فراست بزرگ

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات

احمدیت کے مایۂ ناز فرزند حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور امیر مقامی ۱۰؍ دسمبر ۱۹۹۷ء کو مختصر علالت کے بعد بقضائے الٰہی ہمیں داغِ مفارقت دے کر اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳ مارچ ۱۹۱۱ء کو ہوئی۔ آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے "حجۃ اللہ" حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ..... کے نواسے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب..... کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ حضرت سیدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی آپ کے عقد میں آئیں اس طرح آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی "المصلح الموعودؓ"..... کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

آپ کی خدماتِ دینیہ کا عرصہ نصف صدی سے زائد پر محیط ہے ـــــ ۱۹۴۰ء سے آپ خدام الاحمدیہ کے مختلف عہدوں پر فائز رہے مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ میں ۱۳ سال تک (۱۹۵۶ تا ۱۹۶۹ء) قائد تربیت و قائد صحتِ جسمانی و ذہانت خدمات بجالانے کی توفیق پائی۔ ۱۹۶۲ء میں نائب ناظر امور عامہ پھر ناظر امور عامہ و خارجہ اور ۱۹۷۱ء سے تاحیات ناظر اعلیٰ اور صدر، صدر انجمن احمدیہ اور امیر مقامی مقرر ہوئے۔ جلسہ سالانہ کے نظام میں آپ کو ۲۰ سال تک ناظم لنگر خانہ اور افسر جلسہ سالانہ خدمت کی توفیق ملی۔

آپ نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاقِ حسنہ رکھنے والے ظاہری اور باطنی اوصاف سے متّصف، سادگی اور عجز و انکسار رکھنے والے، دل کے بادشاہ، انتہائی ہمدرد اور صاحبِ جُود و سخا وجود تھے۔ آپ نہایت بلند حوصلہ اور شجاع تھے۔ فدائیِ خلافت تھے سلسلہ احمدیہ کے لئے انتہائی غیرت رکھنے والے تھے۔ گذشتہ بحران میں جماعت کے لئے آپ کا وجود سایۂ عاطفت ثابت ہوا۔ آپ خلافتِ رابعہ کے دوران ۴۵ مرتبہ امیر مقامی مقرر ہوئے مگر گذشتہ ۱۳ سال سے مسلسل امیر مقامی کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور تادمِ آخر اس منصبِ جلیلہ کا حق ادا کیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ اپنے والد ماجد حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ..... کے بارہ میں حضرت اقدسؑ کے الہامات کے مطابق طویل عمر پانے والے اور لمبا عرصہ امارت کے منصب پر فائز رہنے کے مصداق ٹھہرے۔ اسی طرح حضرت اقدسؑ کا ایک کشف "اب تُو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں" بھی حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؒ کے وجود پر پورا ہوا۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ ۱۲ دسمبر ۱۹۹۷ء میں آپ کو ان الہامات کا مصداق ٹھہراتے ہوئے آپ کی خدمات کو تحسین آمیز کلمات سے نوازا اور آپ کو پاک وجود قرار دیا۔

(باقی صہ۳ پر)

امام الکلام

تعلیماتِ حقّہ قرآنی کی اشاعت

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"خداوند تعالیٰ نے اِس احقرِ عباد کو اِس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارقِ غیبی اور معارف و حقائقِ مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیماتِ حقّہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجّت اُن پر پوری کرے اور اسی ارادہ کی وجہ سے خداوندِ کریم نے اِس عاجز کو یہ توفیق دی کہ اتماماً للحجۃ دس ہزار روپیہ کا اشتہار کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا اور دشمنوں اور مخالفوں کی شہادت سے آسمانی نشانی پیش کی گئی اور ان کے معاوضہ اور مقابلہ کے لئے تمام مخالفین کو مخاطب کیا گیا تا کوئی دقیقہ اتمامِ حجّت کا باقی نہ رہے اور ہر یک مخالف اپنے مغلوب اور لاجواب ہونے کا آپ گواہ ہو جائے۔ غرض خداوندِ کریم نے جو اسباب اور وسائل اشاعتِ دین کے اور دلائل اور براہین اتمامِ حجّت کے محض اپنے فضل اور کرم سے اِس عاجز کو عطا فرمائے ہیں وہ اُممِ سابقہ میں سے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائے اور جو کچھ اِس بارے میں توفیقاتِ غیبیہ اِس عاجز کو دی گئی ہیں وہ اُن میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ سو چونکہ خداوندِ کریم نے اسبابِ خاصہ سے اِس عاجز کو مخصوص کیا ہے اور ایسے زمانہ میں اِس خاکسار کو پیدا کیا ہے کہ جو اتمام خدمتِ تبلیغ کے لئے نہایت ہی معین و مددگار ہے۔ اِس لئے اُس نے اپنے تفضّلات و عنایات سے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ روزِ اَزل سے یہی قرار یافتہ ہے کہ آیتِ کریمہ متذکّرہ بالا اور نیز آیت وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ کا رُوحانی طور پر مصداق یہ عاجز ہے اور خدائے تعالیٰ ان دلائل و براہین کو اور اُن سب باتوں کو کہ جو اِس عاجز نے مخالفوں کے لئے لکھے ہیں خود مخالفوں تک پہنچا دے گا اور اُن کا عاجز اور لاجواب اور مغلوب ہونا دُنیا میں ظاہر کر کے مفہوم آیت متذکّرہ بالا کا پورا کر دے گا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔"

(براہین احمدیہ حصّہ چہارم۔ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ ۵۹۶، ۵۹۷)

کلام الامام

براہین احمدیہ قرآن کریم کی ہی تفسیر ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (المصلح الموعود)....نے ۲۷ دسمبر ۱۹۲۷ء جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بعد ظہر کی تقریر میں فرمایا:۔

"مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خاص طور پر قرآن کریم کا علم بخشا ہے مگر جب میں حضرت مسیح موعود کی کتابیں پڑھتا ہوں تو ان سے نئے نئے معارف اور نکات ہی حاصل ہوتے ہیں اور اگر ایک ہی عبارت کو دس دفعہ پڑھوں تو دس ہی نئے معارف حاصل ہوتے ہیں۔ براہین احمدیہ کو میں کئی مہینوں میں ختم کرسکا تھا۔ میں بڑا پڑھنے والا ہوں۔ کئی کئی سو صفحے لگاتار پڑھ جاتا ہوں مگر براہین کو پڑھتے ہوئے اِس وجہ سے اِتنی دیر لگی کہ کچھ سطریں پڑھتا تو اس قدر مطالب اور نکتے ذہن میں آنے شروع ہوجاتے کہ آگے نہ پڑھ سکتا اور وہیں کتاب رکھ کر لطف اُٹھانے لگ جاتا۔ چونکہ براہین احمدیہ قرآن کریم ہی کی تفسیر ہے اِس لئے اِس کے پڑھنے سے بھی نئے نئے مطالب سوجھتے ہیں۔ یہی حال حضرت مسیح موعود کی دوسری کتابوں کا ہے اِس لئے ان کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔

دیکھو اِس زمانہ میں شیطان اپنے پورے زور اور ساری قوت سے اسلام پر حملہ آور ہو رہا ہے اور حضرت مسیح موعود نے اس کا سر کچلنے کے لئے ایک جماعت تیار کی ہے اِس لئے جو شخص اس میں اپنا نام داخل کرائے گا اس پر شیطان ضرور حملہ آور ہوگا کیونکہ ہر ایک اپنے دشمن پر حملہ کرتا ہے۔ چونکہ ہر ایک احمدی شیطان کا دشمن ہے اور چاہتا ہے کہ جہاں اسے پاؤں پیس ڈالوں اِس لئے شیطان بھی اِس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ میرا داؤں چلے تو میں اسے پیس ڈالوں اِس لئے ہماری شیطان کے ساتھ جنگ ہے اور ہم اس کے مقابلہ کے لئے میدانِ جنگ میں نکلے ہیں لیکن اگر ہم نہتے اور بغیر اسلحہ کے ہوں تو سمجھ لو کہ ہمارے لئے کس قدر خطرہ کا مقام ہے پس ہمارے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ ہمارے ہاتھ میں نہایت تیز اور آب دار تلوار ہو اور وہ تلوار حضرت مسیح موعود کی کتابیں ہیں۔ دراصل تو قرآن کریم ہی تلوار ہے مگر چونکہ وہ بھی قرآن کریم ہی کی تفسیر ہیں اِس لئے وہ بھی تلوار کا ہی کام دیتی ہیں۔

تو قرآن کریم پڑھو اور اس کے سمجھنے کے لئے حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو خوب یاد کرو یہ تمہارے ہاتھ میں ایسا زبردست اور قوی ہتھیار ہوگا کہ جس کو دیکھتے ہی شیطان بھاگ جائے گا کسی دشمن کو اسی وقت حملہ آور ہونے کی جرأت ہوتی ہے جبکہ وہ دوسرے کو تنہا اور کمزور دیکھتا ہے لیکن جب اُسے معلوم ہو کہ میرا مدِمقابل نہ صرف قوی اور بہادر ہے بلکہ اس کے ہاتھ میں نہایت تیز اور مضبوط تلوار بھی ہے تو پھر وہ حملہ کرنے کی کبھی جرأت نہیں کرسکتا۔ آپ لوگ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہادر تو ہیں اور دین کے لئے جان تک دینے کے لئے تیار ہیں لیکن صرف بہادری سے ہی کام نہیں چلتا جب تک کہ آپ لوگوں کے ہاتھوں میں زبردست ہتھیار نہ ہوں پس ان ہتھیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرو جب ان کو حاصل کرلوگے تو پھر کوئی دشمن تمہارے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا شیطان ایک نہایت بزدل اور ڈرپوک ہستی ہے اور اس کے ہتھیار بالکل کند اور زنگ خوردہ ہیں وہ ہرگز تمہارے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرے گا بلکہ دُور سے دیکھ کر ہی بھاگ جائے گا پس ان ہتھیاروں سے مسلح ہونے کی کوشش کرو تا کامیابی حاصل کرسکو۔" (حقیقۃ الرؤیا تقریر جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۷ء)

عربی منظوم کلام

فَاَصْبَحْتُ مِنْ فَیْضَانِ اَحْمَدَ اَحْمَدَا

فَسُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلَائِقَ کُلَّھَا ۔ وَجَعَلَ کَشَیْءٍ وَاحِدٍ مُتَبَدِّدًا

پاک ہے وہ ذات جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور منتشر (ذرات) کو ایک شے کی طرح بنا ڈالا

ھَدَی الْعَالَمِیْنَ وَاَنْزَلَ الْکُتُبَ رَحْمَۃً ۔ وَاَرْسَلَ رُسُلًا بَعْدَ رُسُلٍ وَّاَکَّدَا

اس نے مخلوق کو ہدایت دی اور رحمت سے کتابیں نازل کیں اور رسولوں کے بعد رسول بھیجے اور (اس سُنّت کو) پختہ کیا

فَیَا طَالِبَ الْعِرْفَانِ خُذْ ذَیْلَ شَرْعِہٖ ۔ وَدَعْ کُلَّ مَتْبُوْعٍ بِھٰذَا الْمُقْتَدٰی

اے معرفتِ الٰہی کے طالب اس کی شریعت کا دامن پکڑ لے اور اس پیشوا کے مقابلہ میں ہر پیشوا کو چھوڑ دے

وَقَدِ اصْطَفَیْتُ بِمُھْجَتِیْ ذِکْرَ حَمْدِہٖ ۔ وَکَافٍ لَّنَا ھٰذَا الْمَتَاعُ تَزَوُّدَا

مَیں نے دل و جان سے اس کی تعریف کے ذکر کو پسند کر لیا اور یہی سامان بطور زادِ راہ کے ہمارے لئے کافی ہے

وَفَوَّضَنِیْ رَبِّیْ اِلٰی فَیْضِ نُوْرِہٖ ۔ فَاَصْبَحْتُ مِنْ فَیْضَانِ اَحْمَدَ اَحْمَدَا

اور میرے ربّ نے مجھے آپ کے نور کے فیض کے حوالہ کر دیا تب مَیں فیضانِ احمد سے احمد بن گیا

وَوَاللّٰہِ ھٰذَا کُلُّہٗ مِنْ مُّحَمَّدٍ ۔ وَیَعْلَمُ رَبِّیْ اَنَّہٗ کَانَ مُرْشِدَا

اور اللہ کی قسم! یہ سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ہے اور میرا ربّ خوب جانتا ہے کہ وہی مُرشد ہے

وَفِیْ مُھْجَتِیْ فَوْرٌ وَّجَیْشٌ لِاَمْدَحَا ۔ سُلَالَۃَ اَنْوَارِ الْکَرِیْمِ مُحَمَّدَا

اور میری جان میں ایک جوش اور ولولہ ہے تا میں خدائے کریم کے نوروں کے خلاصے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کروں

(کرامات الصادقین ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۹۰، ۹۱)

فارسی منظوم کلام

نیّرِ صداقت

از نورِ پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ　　بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

قرآن کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہوگئی اور دلوں کے غنچوں پر بادِ صبا چلنے لگی

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد　　وایں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں اور ایسی کشش اور حسن تو کسی نے چاند میں بھی نہیں دیکھی

یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا　　وایں یوسفے کہ تن ہا از چاہ بر کشیدہ

یوسف تو ایک کنوئیں کی تہ میں تنہا تھا مگر اس یوسف نے بہت سے لوگوں کو کنوئیں میں سے نکالا ہے

از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد　　قدِّ ہلالِ نازک زاں نازکی خمیدہ

حقائق کے معانی سے یہ سینکڑوں باریکیاں اپنے ساتھ لایا ہے نازک ہلال کی کمر ان حقائق کی باریکیوں کو دیکھ کر جھک گئی ہے

کیفیّتِ علومش دانی چہ شان دارد　　شہدیست آسمانی از وحیٔ حق چکیدہ

اس کے علوم کی حقیقت تجھے خبر بھی ہے کس شان کی ہے؟ وہ تو ایک آسمانی شہد ہے جو وحیٔ حق ہے

آں نیّرِ صداقت چوں رو بعالم آورد　　ہر بومِ شب پرستے در کنجِ خود خزیدہ

یہ سچائی کا سورج جب اس دنیا میں ظاہر ہوا تو رات کے پجاری اُلّو اپنے اپنے کونوں میں گھس گئے

آنکس کہ عالمش شُد شُد مخزنِ معارف　　وآں بے خبر زِ عالم کیں عالمے ندیدہ

جو اس کا عالم ہوگیا وہ خود معارف کا خزانہ بن گیا اور جس نے اس عالم کو نہیں دیکھا اسے دنیا کی کچھ خبر ہی نہیں

(براہین احمدیہ حصہ سوم۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۳۰۴، ۳۰۵)

تمام نمازوں کی حفاظت یکساں فرض ہے مگر بطور خاص صلوٰۃ وسطیٰ

ساری جماعت کی آنکھیں کھولنے کیلئے میں بار بار نماز کی اہمیت کی طرف آپ کو متوجہ کر رہا ہوں

اپنی نمازوں کی طرف بھی مزید توجہ کریں اور اپنے بچوں کی نمازوں کی طرف بھی مزید توجہ کریں

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۷ اخاء ۱۳۶۷ ہش (اکتوبر) ۱۹۹۷ء بمقام بیت الفضل لندن

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے درج ذیل تلاوت فرمائی۔

حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ و قوموا للہ قانتین ○ (سورۃ بقرہ:۲۳۹)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

یہ وہ آیت ہے جس کے مضمون کے متعلق میں گزشتہ خطبہ میں بھی روشنی ڈال چکا ہوں اور میں نے یہ عرض کیا تھا کہ یہ سلسلہ ابھی آگے چلے گا۔ حافظوا علی الصلوات تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔ یہ بنیادی حکم ہے۔ والصلوۃ الوسطیٰ لیکن بیچ کی نماز کو بطور خاص یاد رکھو۔ یعنی حفاظت کا جہاں تک تعلق ہے تمام نمازوں کی حفاظت یکساں فرض ہے بنیادی فرضیت کے اعتبار سے۔ مگر بطور خاص جس نماز کی طرف توجہ دینے کا ارشاد ہے وہ نماز وسطیٰ یا صلوٰۃ وسطیٰ جسے کہتے ہیں وہ درمیانی نماز جو کاموں میں گھری ہوئی ہو۔ اس پہلو سے کچھ باتیں میں آپ سے عرض کر چکا ہوں۔ کچھ اور باتیں میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے نماز کے متعلق ایک عمومی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اور یہ حدیث بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ سے لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

> "کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر کسی کے دروازے کے پاس نہر گزر رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے تو اس کے جسم پر کوئی میل رہ جائے گی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی میل نہیں رہے گی۔ آپ نے فرمایا۔ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہ معاف کرتا ہے اور کمزوریاں دور کر دیتا ہے۔"

اس میں کچھ باتیں توجہ طلب اور تشریح طلب ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اگر گھر کی پڑھی جانے والی نمازیں مراد ہوتیں تو اس پر یہ مثال صادق نہیں آتی کہ جس کے گھر کے پاس ایک دائم نہر بہہ رہی ہو اور پانچ وقت وہ اس میں غوطے لگائے اس

سے میرے نزدیک اولین مراد یہ ہے کہ نماز باجماعت کی اہمیت واضح فرمائی گئی ہے۔ یعنی ایک ایسا شخص جس کے قریب ہی (البیت) موجود ہو وہاں پانچ وقت جاکر روحانی غوطہ زنی کرسکے اور (البیت) میں جاکر باجماعت نماز میں اپنے روحانی جسم کو نہلائے دھلائے کیا ممکن ہے کہ ایسے شخص پر کوئی میل رہ جائے۔ اگر اس مثال کو نماز باجماعت پر منتج نہ کریں تو پھر سقم یہ دکھائی دے گا کہ ہر گھر میں ساتھ کون سی نہر بہتی ہے۔ نہاتا تو وہ گھر کے اندر ہی ہے تو پھر یوں گھر میں سے نہر گذر رہی ہے۔ اس لئے بعض دفعہ روایت بیان کرنے والے اسی روایت کے ایک حصے میں بعض لفظ بھول جاتے ہیں اور مضمون کا ایک حصہ ایک اور طرف اشارہ کرتا رہتا ہے اور دوسرا حصہ ایک دوسری طرف اشارہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ پہلا حصہ بالکل واضح ہے اس میں ایک ذرہ بھی شک نہیں۔ اگر کسی کے گھر کے پاس نہر بہہ رہی ہو اور وہ گھر سے نکل کر اس نہر میں جائے وہاں غوطہ زنی کرے تو ایسے شخص کو جو فرحت محسوس ہو سکتی ہے اور جس طرح اس کے جسم کے داغ دھل جائیں گے یہ بات ہمیشہ اسے تازہ دم رکھے گی۔ اس کا جسم صاف ستھرا اور پاکیزہ رہے گا۔ یہ اس روحانی حسن کی طرف اشارہ ہے جو (البیت) میں جاکر ہی نصیب ہو سکتا ہے۔ اس کے معاًبعد جو یہ فرمایا کہ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ مراد یہ تھی یا غالباً روایت کرنے والے سے چوک ہوئی یا رسول اللہ ﷺ نے یہ توقع رکھی کہ از خود لوگ سمجھ جائیں گے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ یہی مثال پانچ باجماعت نمازوں کی ہے اگر لفظ "باجماعت" اس میں داخل کردیں یا داخل سمجھ لیں تو مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔ اس پہلو سے جب میں نے مزید غور کیا تو مجھے معلوم یہ ہوا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا اپنا گھر مسجد کے ساتھ ہی تھا۔ اور وہ اہم نمازیں جن میں عورتیں باجماعت شرکت کرسکتی تھیں۔ مثلاً جمعہ کی نماز یا صبح کی نماز کے وقت آنحضرت ﷺ کی خواتین مبارکہ گھر میں بیٹھ کر باجماعت نماز نہیں پڑھا کرتی تھیں۔ مسجد میں آکر باجماعت نماز پڑھتی تھیں۔ جمعے کے دوران بھی ایسا انتظام تھا کہ ان کے لئے الگ جگہ مقرر تھی۔ جہاں وہ بے جھجک نماز پڑھ سکتی تھیں اور مردوں کی نظر چونکہ وہ پیچھے ہوتی تھیں ان کی طرف لوٹ کر نہیں پڑسکتی تھی۔ مرد اپنی توجہ سامنے رکھتے تھے۔ عورتیں پیچھے بیٹھی ہوتی تھیں اور جب خواتین اس حصے سے باہر نکل جاتیں تب مرد واپس لوٹا کرتے تھے۔ تو پردے کے مختلف انتظامات ممکن ہیں۔ آج کل ہم (بیت) کے ایک حصہ میں پردہ ڈال دیتے ہیں۔ ایک طرف مرد بیٹھ جاتے ہیں ایک طرف عورتیں۔ تو جو صورت بھی آپ اختیار کریں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ اس حدیث کی روشنی میں جو عملاً آنحضرت ﷺ کی زندگی اور آپ کی خواتین مبارکہ کی زندگی کا نقشہ تھا وہ یہی تھا کہ باجماعت نمازوں میں اپنے گھر کو مسجد نہیں بناتی تھیں۔ بلکہ باجماعت نماز میں گھروں سے نکل کر ساتھ مسجد میں داخل ہوا کرتی تھیں اور ایسی روائتیں بکثرت ہیں۔ کہ ان کے کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔ یہ مسلمہ روایتیں ہیں۔ تمام امت مسلمہ ان سے واقف ہے۔ بس دو نمازیں خصوصیت سے اس موقع پر قابل توجہ ہیں۔ ایک جمعہ کی نماز اور ایک صبح کی نماز۔ ان دونوں نمازوں میں عورتوں کو حق ہے کہ اپنی ضرورتوں کے پیش نظر رکھیں اپنی نسوانی حوائج کے پیش نظر وہ جو چاہیں طریق اختیار کریں۔ ان سے پوچھا نہیں جاسکتا۔ کہ فلاں نماز میں کیوں نہیں آئیں۔ لیکن جن کو اللہ تعالیٰ اجازت دے اور جن کو ان کا نفس اس بات پر ابھارے کہ باوجود اس کے کہ یہ نفلی کام ہے میں (بیت) میں

جا کر جماعت کے ساتھ ادا کریں ان کے لئے انتظام ضروری ہے۔ بس یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ عورتوں کیلئے فرض نہیں ہے کہ وہ جمعہ کی نماز باجماعت پڑھیں۔ عورتوں پر فرض نہیں ہے کہ وہ صبح کی نماز باجماعت ادا کریں لیکن یہ ایک نفلی کام ہے جس میں ان کو از خود خواہش پیدا ہو سکتی ہے کہ یہ نماز بہت اعلیٰ درجے کی نماز ہے۔ جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اور اس پہلو سے ہمیں چاہئے کہ اس نماز میں شامل ہوں۔ اس مضمون میں اور بھی حدیثوں پر تفحص کیا تو بات مجھ پر کھل گئی اور اس کے پیش نظر میں نے اپنے گھر کے ایک طریق کو اب بدل دیا ہے۔ بعض خواتین شاید حیران ہوں گی کہ میں نے کیوں ان کا گھر میں اوپر جمعہ کی نماز کیلئے آنا بند کر دیا ہے۔ اس سے پہلے یہ رواج تھا کہ جمعہ کی نماز پر لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہمارے گھر میں اوپر ایک کمرے میں نماز میں شامل ہونے کا انتظام موجود تھا۔ میری بچیاں بھی اور بعض آنے والی مہمان بھی وہاں اکٹھے ہو کر میرے پیچھے باجماعت جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے اور صبح کی نماز میں بھی یہ مسلسل دستور تھا کہ اگر کوئی چاہے تو پڑھ لے۔ اس حدیث پر غور کرنے کے نتیجہ میں میں نے اس فیصلہ کو بدل دیا ہے۔ یہ گھر ایسا ہے جس کے ساتھ نہر بہتی ہے یعنی نیچے باقاعدہ باجماعت نماز کا انتظام ہے اور دور دور سے خواتین آتی ہیں تو جن کے گھر کے ساتھ بہتی ہو ان کا اولین فریضہ ہے کہ گھر چھوڑ کر نیچے اتریں اور باجماعت نماز میں اسی طرح حصہ لیں جیسے دوسری خواتین باجماعت نماز میں حصہ لے رہی ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ اب میں نے اس دستور کو بدل دیا ہے اور آنیوالے مہمانوں کو جو پہلے یہاں آیا کرتے تھے ان سے درخواست کی ہے کہ بے شک ہمارے گھر تشریف لائیں۔ مگر نماز پڑھنی ہو تو نیچے جائیں۔ میری بیٹیاں بھی نیچے اتریں گی۔ اور سب کے ساتھ ملکر نماز پڑھیں گی۔ اس میں ایک دوسری حکمت یہ پیش نظر ہے کہ اگر کسی جگہ باجماعت نماز کا انتظام ہے تو اہل خانہ کا یہ حق نہیں ہے کہ بعض کو اجازت دے اور بعضوں کو نہ اجازت دے۔ ایسی صورت میں وہ کمرہ یا وہ جگہ جو اس کے لئے مخصوص کی گئی ہے وہ اللہ کیلئے ایک عبادت گاہ کا مقام اختیار کر لیتی ہے۔ المساجد للہ مساجد اللہ کیلئے ہیں۔ پس اگر وہاں باجماعت نماز اس طرح ہو رہی ہے کہ گویا یہ (عبادت گاہ) کے قائمقام بن گئی تو پھر مجھے یا کسی اور کو ہرگز یہ حق نہیں کہ دروازے پر پہرے دار کھڑے ہوں اور کہیں کہ یہ "عبادت گاہ" خاص خواتین کیلئے ہے وہی آ سکتی ہیں اور عام خواتین کو یہ حق نہیں اور اسی طرح مردوں کو نہ سہی بچوں کو حق نہیں کہ وہ یہاں آئیں۔ اس لئے یہ سارا دستور غلط تھا اور نیک نیتی پر مبنی تھا۔ مگر تفحص کے بعد جو بات نکلی وہ یہ نکلی جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے۔ پس اپنے گھروں میں اگر آپ نے باجماعت نماز کا انتظام کرنا ہے جیسا کہ میری ہدایت پر بہت سے جرمن گھروں میں یہ انتظام ہے تو یاد رکھیں کہ پھر اس جگہ کو غیروں کیلئے ممنوع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر اندرونی نماز ہے تو وہ اور رنگ کی نماز ہے۔ ایک خاندانی نماز ہے جو آپ ملکر پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اسے باجماعت نماز کا حقیقی قائم مقام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جب تک وہ جگہ سب کیلئے کھلی نہ ہو۔ پس اس پہلو سے احباب اس صورتحال کو پیش نظر رکھیں۔ جن گھروں میں بھی باجماعت نماز کا ان معنوں میں انتظام ہے کہ علاقے کے لوگوں کیلئے (البیت) دور ہے وہ وہاں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ ان کو ہرگز کسی تفریق کا کوئی حق نہیں۔ پھر اس نماز پر جو بھی آئے گا اس کے لئے دروازہ کھلا رہنا چاہئے۔ لیکن اگر یہ (عبادت گاہ) کی قائم مقام نہیں بنائی جا رہی۔

(البیت) نہ ہونے کی وجہ سے گھریلو مجبوری کی وجہ سے خاندانی نماز ہے تو اسے جس طرح چاہیں ادا کریں۔ مگر وہ (عبادت گاہ) کی نماز کے قائم مقام نہیں ہوگی۔ پس یہ ایک وضاحت تھی جو میں اس ضمن میں کھل کر کرنا چاہتا تھا۔ اب اگر وہ لوگ جن کو (عبادت گاہ) مہیا ہو یعنی اتنے فاصلے پر موجود ہو کہ وہ اس میں جا سکتے ہوں وہ اپنے بچوں کو بھی اس پر آمادہ کریں خود بھی جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی بہت اعلیٰ تربیت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی یہ ہدایت ان پر اطلاق پائے گی کہ روزانہ پانچ وقت ان کے جسموں کے داغ دھلتے رہیں گے۔

اس وضاحت کے بعد اب میں چند اور باتیں اسی سلسلے میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ ایک تو ضمنی بات یہ ہے کہ حافظوا علی الصلوات سے اب جو لکھا ہوا میرے سامنے ہے۔ یہ بالکل صاف صلوات ہی پڑھا جاتا ہے۔ گزشتہ جمعہ پر جو تحریر میرے سامنے تھی چونکہ دماغ مضمون میں اٹکا ہوا تھا اس لئے ایک معروف بات بھی ذہن سے اتر گئی کہ الصلوات ہے نہ کہ صلوۃ وہ مجھے بعد میں لوگوں نے توجہ دلائی کہ آپ الصلٰوۃ پڑھتے رہے ہیں۔ حالانکہ مجھے ویسے ہی یہ آیت یاد ہے حافظوا علی الصلوات ہی پڑھتا ہوں لیکن اس وقت اس کاغذ کی وجہ سے جو میرے سامنے تھا جس میں "ت" مربوطہ تھی "ت" لمبی نہیں تھی۔ الصلوات "ت" مربوطہ سے بھی لکھی جاتی ہے۔ یعنی یہ لفظ "ۃ" مربوطہ سے بھی لکھا جاتا ہے۔ لیکن اگر لمبی "ت" ہو تو فوراً ہمیں سمجھ آجاتی ہے کہ اس کو صلٰوۃ نہیں صلوات پڑھنا ہے۔ وہاں چونکہ مربوطہ سے لکھی ہوئی تھی اور جو حرکات ہیں وہ واضح نہیں تھیں اس لئے از خود بے خیالی میں میرے منہ سے الصلٰوۃ ادا ہوتا رہا۔ جس کا اس وقت مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔ بعد میں جیسا کہ جماعت بڑی ہشیار ہے اور باریک باتوں پر نظر رکھتی ہے بعض لوگوں نے بڑے ادب سے مگر وضاحت کے ساتھ توجہ دلائی کہ قرآن کریم کی آیت آپ الصلٰوۃ پڑھ رہے تھے پہلے حصہ میں۔ حالانکہ حافظوا علی الصلوات پڑھنا چاہئے تھا۔ یہ درست ہے اور اس وضاحت کے ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ پہلی کیسٹ میں جہاں جہاں بھی الصلٰوۃ پڑھا گیا ہے اس کو درست کرلیں اور اب جو میں نے صحیح پڑھا ہے یہ عبارت وہاں بیچ میں داخل کی جا سکتی ہے۔ مگر ہمارے تاریخی ریکارڈ میں یہ تلاوت درست جانی چاہئے۔ حافظوا علی الصلوات اپنی نمازوں کی حفاظت کرو والصلٰوۃ الوسطٰی مضمون بنتا ہی اس طرح ہے اور بالخصوص مرکزی نماز کی، کیونکہ سب نمازوں میں اسے ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔......... میں یہ عرض کر رہا تھا کہ صلٰوۃ وسطٰی وہ مرکزی نماز ہے جس کی حفاظت کا بطور خاص ہمیں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس نماز کی حفاظت کریں تو پھر ساری نمازوں کی حفاظت کرلیں گے۔ یہ نماز تمام دنیا میں اسی طرح اپنے وقت پر آتی ہے اور وقت پر آکر گزر جاتی ہے اور نہ توجہ دینے والے غافل رہتے ہیں اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک نماز کی طرف بھی توجہ اگر صحیح نہ ہو تو کوئی نماز بھی خدا کے حضور مقبول نہیں ہوتی۔ پس اس پہلو سے یہ بہت ہی ضروری ہے کہ ہم اپنی مرکزی نمازوں کی طرف توجہ کریں اور انہیں کھڑا کرنے کی کوشش کریں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ یہ لفظ ”نمازوں کو کھڑا کرو“ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور اس پر میں پہلے بھی بار بار روشنی ڈال چکا ہوں کہ انسان نمازوں کو کھڑا کرتا ہے اس لئے کہ وہ گرنے کا رجحان رکھتی ہیں۔ یعنی ہر شخص جو اپنی نماز کو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے بار بار اس کی توجہ پھرتی ہے اور مضمون سے ہٹتی ہے جونہی وہ توجہ پھرتی ہے اور مرکزی مضمون سے ہٹتی ہے وہیں نماز گر جاتی ہے۔ جیسے بعض لوگ تیز ہواؤں میں اپنا کپڑا سنبھال کر چلتے ہیں۔ بعض بچیاں جو ملاقات پہ آتی ہیں چھوٹی بچیوں کو ماں باپ نے سمجھایا ہوا ہے سر ڈھانپ کے رکھو ان کی اوڑھنی سر سے گرتی رہتی ہے وہ پھر اونچا کرتی رہتی ہیں۔ تو یہ گرنا اسی قسم کا ہے۔ نماز جن آداب کے ساتھ پڑھنی چاہئے ان آداب میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور جونہی نماز اپنے محل اور مقام سے گری وہیں اس کا فائدہ ختم ہو گیا اور نماز کا فائدہ یہ تھا کہ آپ کو کھڑا کرتی۔ پس یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور بظاہر ایک اندرونی تضاد ہے۔ مگر کوئی تضاد نہیں ہے۔ حقیقت میں اسی کی نماز اسے قائم کر سکتی ہے۔ اور قرآن کریم نے ان لوگوں کا ذکر جو خدا کے سچے مخلص عبادت گزار بندے ہوں۔ قائمون اور قوام کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ پہلے اپنی نمازوں کو کھڑا کرنا سیکھ لو پھر نمازیں تمہیں کھڑا کریں گی۔ یہ ایک بنیادی امر ہے جس کو بھلانے کے نتیجہ میں آپ کی کوئی دائمی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ نمازوں کو کھڑا کرو ان معنوں میں کہ جب بھی توجہ اس سے ہٹ کر ادھر ادھر بکھرے پھر اسے سمیٹو پھر واپس نماز کی طرف لاؤ۔ اور یہ وہ جدوجہد ہے جس میں آپ کو بعض دفعہ ساری زندگی کام کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایک دفعہ کی جدوجہد نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیش کی جدوجہد ہے اور یہی وہ مرکزی روحانی حقیقت ہے جس کو نقصان پہنچانے کیلئے شیطان اتنی کوشش کرتا ہے کہ خود حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی نمازوں میں بھی آپؐ کی توجہ بکھیرنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ ینھی عبد اذا صلّٰی یعنی محمد رسول اللہؐ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو اس وقت کئی قسم کی شیطانی کوششیں ہوتی تھیں۔ آپ کو بعض دفعہ جسمانی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ بعض دفعہ شور ڈالا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اونٹ کی اوجھڑیاں تک آپ کے اوپر پھینک دی گئیں تاکہ آپ کی توجہ ہٹ جائے اور بڑی عظیم جدوجہد کے ساتھ آپ نماز پر توجہ قائم رکھنے کی کوشش فرماتے تھے۔ پس یہ وہ مسئلہ ہے جس کا آغاز عام انسان سے جو خدا کی خاطر نمازوں کو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے شروع ہو کر اسی عبد کی طرف وہاں تک چلتا ہے جو عبد کامل ہے۔ جس نے سب سے اعلیٰ نمازوں کا حق ادا کیا۔ پس ان توجہ بکھیرنے والی چیزوں سے ان معنوں میں آپ بیزار نہ ہوں کہ یہ کیا مصیبت گلے پڑ گئی ہے۔ دراصل یہ مصیبت اس لئے گلے پڑی ہے کہ جتنا آپ اس کو ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ صحیح معنوں میں اس وقت آپ خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پس جتنے اردگرد سے شور و غوغا کی آوازیں اٹھتی ہیں اور آپ کی نماز میں حائل ہوتی ہیں۔ یہ آوازیں دراصل نفس کے ان تعلقات کی آوازیں ہیں جو دنیا میں پھیلے پڑے ہیں اور غیروں کو سنائی نہیں دیتیں۔ گویا عبادت کرنے والا جانتا ہے کہ جب بھی وہ خدا کی طرف توجہ پھیرنی چاہئے دنیا کے الجھاؤ اسے اپنی طرف بلاتے ہیں اور کھینچ لے جاتے ہیں۔ ہزار باتیں جن میں ان کو دلچسپی ہوتی ہیں۔ وہ نظر کے سامنے آجاتی ہیں اور توجہ خدا کی طرف سے ہٹ کر ان کی طرف چلی جاتی ہے۔ ان سب جگہوں سے اکھیڑنا یعنی ان تعلقات کو اکھیڑنا جو مادی دنیا سے آپ کو وابستہ رکھ رہے ہیں یہ نماز کا کام ہے

اگر آپ نماز کی حفاظت کی طرف توجہ کریں گے۔ جب آپ توجہ کریں گے اور ایک ایک کر کے ان تعلقات کو توڑ دیں گے اور جڑوں سے اکھڑیں گے اور خدا کے لئے اپنے نفس کو خالص کرتے رہیں گے یہ کوشش ہے جس کوشش میں نماز آپ کو کھڑا کرتی ہے۔ یعنی یہ کوشش اپنی ذات میں آپ کو کھڑا کرنے کی کوشش ہے۔ پس ایک معنی میں آپ نمازوں کو کھڑا کرتے ہیں اور بعینہ اسی وقت یہ نمازیں آپ کو کھڑا کر رہی ہوتی ہیں۔ پس سننے میں یہ تضاد ہے یا بعض لوگوں کے دیکھنے میں یہ تضاد ہو گا مگر امر واقعہ یہ ہے کہ نماز کو کھڑا کرنا یا نماز کا آپ کو کھڑا کرنا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

پس اس پہلو سے مستعد ہو جائیں۔ اپنی نمازوں کی طرف بھی مزید توجہ کریں اور اپنے بچوں کی نمازوں کی طرف بھی مزید توجہ کریں۔ ان کو سمجھائیں کہ نمازیں حکمت رکھتی ہیں اور یہ دوسرا پہلو ایسا ہے جو نماز کو کھڑا کرنے میں آپ کا بہت ممد ثابت ہو گا۔ اگر کسی چیز کی اہمیت واضح ہو جائے۔ اگر کسی چیز کے فوائد کا علم ہو تو از خود انسان کی توجہ اس طرف مبذول ہو جایا کرتی ہے۔ جن لوگوں کی نمازیں زیادہ گرتی ہیں وہ درحقیقت زیادہ کم علم ہیں یعنی ان کو حقیقت میں نماز کے فوائد کا علم نہیں ہوتا اور نہ ان فوائد سے وہ لذت یاب ہوتے ہیں۔ پس جب ذاتی طور پر ایک چیز کے اندر جو افادیت خدا نے رکھی ہے اس کا علم ہو جائے۔ اس کا حقیقی عرفان ہو جائے اور اس افادیت سے آپ خود فائدہ اٹھائیں تو توجہ بکھیرنے والے عوامل از خود چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ پس یہ طریق کار ہے جس کے ذریعہ توجہ کو مبذول کرنا ضروری ہے۔ اول جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ کوشش کریں۔ کوشش سے بھی کسی حد تک یہ مسئلہ حل ہوتا رہتا ہے لیکن اس بات کی کیوں نہ کوشش کریں کہ مصنوعی کوشش کی ضرورت نہ پڑے۔ از خود دل ایک طرف سے تعلق توڑ کر دوسری طرف منتقل ہو جائے۔ یہ وہ دوسرا پہلو ہے جسے انبیاء اختیار کیا کرتے ہیں اور انبیاء کی متابعت میں ان کے خالص و وفادار غلام اختیار کرتے ہیں یعنی نماز میں پہلے اپنا دل اٹکاتے ہیں اور نماز میں دل کا اٹکنا خدا سے دل اٹکنے کا دوسرا نام ہے۔ خدا کی ذات، اس کی اعلیٰ صفات پر اگر غور کیا جائے اور اپنے بچوں کو بھی اس غور کے نتائج سے آگاہ کریں یعنی اپنے غور کے نتیجوں سے اپنے بچوں کو بھی ساتھ ساتھ واقف کرایا کریں۔ ان کو علم ہو کہ اللہ کی ذات میں وہ کون سی ایسی باتیں ہیں جو از خود فطرت کو کھینچنے والی ہیں۔ اگر ان کو علم ہو جائے اگر سفر کی یہ دوسری منزل جیسا کہ حضرت اقدس رسول کریم ﷺ نے طے فرمائی تھی۔ آپ بھی طے کرنے لگیں تو ایک بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس ضمن میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نماز شروع ہوتے ہی وہ تمام باتیں جو ہم نماز میں کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی ذات میں ایک بے مثل قیمتی موتی کی طرح ہے جس کے علم کے ساتھ ہی آپ کی لازماً توجہ اس طرح ہو جائے گی۔ اگر آپ کے پاس مختلف کنکر پتھر پڑے ہوں اور آپ کو پتہ نہ ہو کہ ان میں سے موتی کون سا ہے تو آپ پتھر کنکروں پر وہی نظر ڈالیں گے جو پتھر کنکروں پر ڈالی جاتی ہے اور ہرگز آپ کو کوئی دلچسپی اس میں نہیں ہو سکتی۔ ان پتھر کنکروں سے نظر ہٹ کر اپنی جیب کے چند پیسوں کی طرف جا سکتی ہے جو چند پیسے ہیں مگر جن کو آپ پتھر کنکر دیکھ رہے ہیں ان سے بہرحال بہتر ہیں۔ لیکن اگر ان میں اچانک وہ موتی دکھائی دینے لگیں جو اپنی چمک دمک میں بے مثل ہوں تو جیب میں خواہ سونے کی ڈلیاں بھی پڑی ہوں تب بھی آپ اس قیمتی موتی کی طرف دوڑیں گے اور اسی پر ہاتھ

ڈالنے کی کوشش کریں گے اسے اپنانے کی کوشش کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اپنی تشریحات میں ایسے قیمتی معارف کو جواہر کے طور پر پیش کیا ہے۔ موتیوں کے طور پر پیش کیا ہے۔ چمکتے ہوئے موتی ہیں جو اپنی طرف توجہ کو کھینچ رہے ہیں۔ پس اس پہلو سے جیسا کہ میں نے عرض کیا اگر آپ نماز کے الفاظ پر غور کرنا شروع کریں تو غور کے بعد وہ الفاظ جو سرسری الفاظ تھے جیسے کنکر پتھر ہوں ان الفاظ کی ہیئت بدلنے لگے گی۔ ان پر غور کے نتیجہ میں آپ کو حیرت انگیز معارف نصیب ہوں گے۔ اور وہ معارف ان کی اہمیت آپ کے دل میں بڑھائیں گے۔ یہاں تک کہ جب ان معارف کو ذہن نشین کر کے آپ پھر وہ الفاظ دھرایا کریں گے تو اس کے مقابل پر دوسرے خیالات آپ کی توجہ پھیرنے کی اہلیت چھوڑ دیں گے۔ ان میں طاقت ہی نہیں ہوگی کہ ان معارف کے مقابل پر آپ کی توجہ اپنی طرف کھینچ سکیں۔ یہ وہ علم کے حصول کا مرحلہ ہے جس کی طرف جماعت کو خصوصیت سے توجہ دینی چاہئے اور اس توجہ میں نماز سے متعلق جتنی بھی احادیث نبوی ہیں ان پر غور و خوض شروع کریں اور سرسری نظر سے ان کو نہ پڑھا کریں۔ بلکہ غور سے دیکھا کریں کہ کیا مراد ہے۔ مثلاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ دو نمازوں کے دوران بھی میرا دل نماز ہی میں اٹکا رہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز سے اتنا لطف آیا کہ دو نمازوں کے درمیان اسی لطف میں دل محو رہا اور اگلی نماز نے پھر آپ کو بڑے زور سے کھینچا۔ یہ ایسی کیفیت ہے جیسے آپ کو دو کھانے نصیب ہوں یعنی دوپہر کا اور رات کا اور دونوں بہت ہی مزے کے ہوں۔ پہلا کھانا کھا کر اگر یقین ہو کہ ویسا ہی لطف دوبارہ آنا ہے تو ایک رنگ میں توجہ دوسرے کھانے کی طرف بھی مبذول رہتی ہے اور اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہوئے دماغ میں یہ خیال آتا رہتا ہے مزے مزے کا خیال کہ جب ہم فارغ ہوں گے تو پھر ایک دفعہ کھائیں گے اور وہ جو دل کا اٹکنا ہے وہ دنیا کے کاموں کو یہ توفیق نہیں دیتا کہ اس سے توجہ کلیتہ پھیر سکے۔ آپ دنیا کمانے میں مصروف ہوں گے آپ کئی قسم کے مشاغل میں مصروف ہوں گے۔ لیکن وہ لذت جو پہلے آئی تھی یعنی پہلی دفعہ کھانا کھانے کی۔ اگر علم ہو کہ سب باتوں سے تھک کر جب میں واپس گھر لوٹوں گا پھر وہی لذت مجھے دوبارہ نصیب ہوگی تو دل اس میں اس طرح اٹکے گا کہ دنیا کے مشاغل اور کام آپ کو اپنی طرف اس طرح نہیں کھینچ سکتے کہ اپنا کھانا پینا بھول جائیں۔ بعض دفعہ انسان کھانا پینا بھی بھولتا ہے مگر اس کے محرکات اور ہیں اس کے متعلق میں پہلے بھی غالباً روشنی ڈال چکا ہوں لیکن اس وقت میں اس خطبے میں ان کو نہیں لینا چاہتا۔ وہ اپنی ذات میں ایسی اہمیت اختیار کر جایا کرتے ہیں کہ وہ محرکات پھر انسان کی بنیادی ضرورتوں میں بھی حائل ہو جاتے ہیں لیکن ان باتوں کو سردست چھوڑ دیجئے۔ اس بات کی طرف واپس آئیں کہ اگر آپ نے نماز میں دل اٹکانا ہے تو نماز میں لذت یابی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں یہ معلومات میں آپ کو مہیا کرتا ہوں کہ پچھلے چند اسباق سے میں نے اردو کلاس میں نماز کے متعلق یہ گفتگو شروع کی ہے اور ان کو اسی طرح سمجھا رہا ہوں جیسے میں شروع سے ہی مختلف وقتوں میں اپنے بچوں کو سمجھانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ ان کو نماز کی اہمیت کے متعلق سمجھا رہا ہوں لیکن اگر آپ اس اردو کلاس کا مشاہدہ کریں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ بچے اس سمجھانے کی نتیجے میں اکتائے نہیں بلکہ اور بھی زیادہ توجہ سے وہ اردو کلاس میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ یعنی جو باتیں میں ان کو سمجھاتا ہوں جس طریق پر ان کو

سمجھاتا ہوں وہ ایسی ہیں کہ کہانیوں سے زیادہ ان کے لئے دلچسپ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عرفان اور آنحضرت ﷺ نے جس طرح نماز پڑھنے کے سلیقے ہمیں سکھائے ہیں وہ جاننے کے نتیجہ میں بسا اوقات میری نظر پڑتی ہے تو ان کے چہرے چمک دمک رہے ہوتے ہیں۔ خوشی کے ساتھ اور ذاتی تعلق کے نتیجے میں ایسے کھلکھلا اٹھتے ہیں کہ مجھے اس سے تسکین ملتی ہے کہ ان بچوں کو دونوں باتیں بیک وقت میسر ہیں۔ اردو کلاس کی دلچسپی بھی اور نماز کا عرفان بھی ساتھ ساتھ نصیب ہو رہا ہے۔ یہ کلاسیں ابھی کچھ عرصہ اسی طریقے پر چلیں گی۔ کیونکہ میری عادت ہے کہ ان اسباق میں میں اردگرد کی باتیں بھی ساتھ بتاتا چلتا ہوں تاکہ نماز کے گرد عرفان الٰہی کے لئے جو دنیا کا ماحول ہے وہ بھی ساتھ قائم ہو کر اسی طرح آگے بڑھے اور بچوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ کوئی ہمیں ایسا لیکچر دے رہا ہے جس کو ہماری طبیعت قبول نہیں کرتی اور چونکہ اردو بھی سکھانی ہے اس لئے نماز کے تعلق میں جہاں بھی موقعہ ہاتھ آتا ہے بعض اردو محاوروں کی تشریح میں میں بظاہر توجہ دوسری طرف پھیر دیتا ہوں۔ لیکن وہ محاورے اگر ان کو سمجھ نہ آئیں تو نماز کا عرفان بھی ساتھ نہیں آئے گا۔ پس یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے اس طرح اٹک گئی ہیں کہ ایک آگے بڑھتی ہے تو دوسری بھی آگے بڑھتی ہے اور دیکھنے والا بعض دفعہ محسوس بھی نہیں کرے گا کہ نماز سکھائی جا رہی ہے کیونکہ اس کے بعض حصے (اردو کلاس کے) نماز سے ہٹ کر لفظوں کے معانی ان کی تشریحات اور قانون قدرت کے متعلق بعض ایسی باتیں بناتے میں صرف ہو جاتے ہیں کہ وقتی طور پر انسان سمجھتا ہے کہ میں اصل مضمون سے ہٹ گیا ہوں۔ جب پھر میں واپس آتا ہوں اس وقت وہ سمجھتے ہیں کہ اصل سے ہٹے بغیر جو اردو کلاس کے اپنے تقاضے تھے وہ بھی پورے ہو رہے ہیں۔ پس آپ کی ان دلچسپیوں میں کمی نہیں آئے گی جن دلچسپیوں کی وجہ سے آپ پہلے اردو کلاس دیکھا کرتے تھے وہ دلچسپیاں اپنی جگہ قائم رہیں گی۔ انشاء اللہ ان میں ذرا بھر فرق نہیں آئے گا۔ اور جو میں نے ایک دفعہ عرض کیا تھا کہ یہ اردو مائدہ کلاس ہے اس میں دستر خوان بھی بچھتا ہے اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں بھی ملتی ہیں وہ سلسلے بند نہیں ہوں گے۔ وہ نماز کے ساتھ ساتھ جیسے روحانی غذا نصیب ہو رہی ہو گی کچھ جسمانی غذا بھی ساتھ ساتھ جاری رہے گی۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ خطبات میں جن تفصیلات کو میں بیان نہ کروں اور جن کو مستقل بیان کرنا مشکل ہے اس لئے کہ میں اس سے پہلے یہ باتیں بیان کر بھی چکا ہوں بعض دفعہ درسوں میں بیان کر چکا ہوں اور اس مضمون کو اب مسلسل آگے نہیں بڑھایا جا سکتا تو یہ جو کمزوری پیدا ہوئی ہے کہ خطبہ جمعہ میں ہمیشہ مسلسل نماز کا ذکر نہیں کیا جا سکتا اس کا ایک ازالہ ہے جو اردو کلاس میں کیا جا رہا ہے اس لئے آپ لوگ اس کو بھی نماز کے اسباق کا حصہ سمجھیں اب اور آئندہ جب دیکھیں تو اس خیال سے دیکھیں کہ آپ کے دینی علم میں بھی اضافہ ہو گا اور نماز کی حقیقت کئی طریق پر، پہلو بدل بدل کر، آپ کے سامنے پیش کی جائے گی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ نماز کے آغاز سے لیکر بالآخر السلام علیکم تک جو مضامین اس میں مخفی ہیں جن کا علم آپ کیلئے ضروری ہے جن کے علم میں آپ کو دلچسپی رہے گی اور دلچسپی مسلسل آگے بڑھتی چلی جائے گی۔ وہ معاملہ اب اردو کلاس کے حوالے کر دیا گیا ہے اس کے ذریعے آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ نہ دلچسپی میں کمی آئے گی نہ ان اہم امور کا علم حاصل کرنے میں آپ کو کوئی کمی محسوس ہو گی۔ اس خطبہ جمعہ میں اس تفصیل کو میں نے اس لئے کھول دیا ہے تا

کہ اب جو میں باتیں آپ کے سامنے تفصیل سے نہیں رکھوں گا آپ یہ نہ سمجھیں کہ انہیں نظرانداز کر دیا گیا ہے۔

نماز میں دلچسپی کے لئے یہ مرکزی بات جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں نماز کا عرفان حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ عرفان ہے جو دنیا سے آپ کی توجہ پھیر سکتا ہے اور نماز کی طرف مبذول کرا سکتا ہے۔ کیونکہ عرفان اپنی نوعیت میں ایسی طاقت ہے جس کا دنیا کی طاقتیں مقابلہ نہیں کر سکتیں کیونکہ یہ فطرت کے مطابق ہے جس چیز کا آپ کو حقیقی عرفان نصیب ہو کہ اس میں میری ذات کیلئے فائدہ ہے۔ میری روح کیلئے لذت ہے وہ حقیقی عرفان خود اس بات کا ضامن ہو جاتا ہے کہ آپ اپنی توجہ اسی طرف رکھیں۔ یہ کہنا آسان ہے مگر یہ کرنا اس لئے مشکل ہے کہ بعض دفعہ دو دھارے بیک وقت بہتے ہیں اور ہر ایک کے تقاضے اپنے اپنے رہتے ہیں۔ پہلے ہی دن سے انسان کامل عارف بندہ نہیں بن سکتا۔ بڑی لمبی محنتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

پس یہ خیال کر لینا کہ اردو کلاس سن لیں یا چند خطبے سن لیں تو اچانک آپ اپنے مقام کے آخری مرتبے تک پہنچ جائیں گے اور ساری توجہات نماز کی طرف پھر جائیں گی۔ اس خیال کو دل سے نکال دیں لیکن جو باتیں میں بیان کر رہا ہوں آپ کے لئے ممد ثابت ہوں گی۔ آپ کے لئے مفید ثابت ہوں گی۔ اور آہستہ آہستہ آپ کی نماز کا مزاج بدلنا شروع ہو گا۔ اور یہ بلند تر ہونے لگے گا اور آہستہ آہستہ آپ کو نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی مناجات کی توفیق ملے گی جو پہلے نہیں ملتی تھی۔ اور لذت کے مقامات کچھ بڑھیں گے جو رفتہ رفتہ اور ایسے مقامات پیدا کرنا شروع کریں گے۔ یعنی بعض جگہ ایسے نکتے بن جائیں گے جن میں آپ کی دلچسپی ہمیشہ قائم رہے گی۔ وہ نکات رفتہ رفتہ پھیلنے لگیں گے وہ آپ کے دل کی سطح پر قبضہ کرنے لگیں گے۔ جوں جوں وہ آگے بڑھیں گے اور پھیلیں گے اور آپ کے دل میں مزید اللہ تعالیٰ سے تعلق کے مقامات پیدا ہونے شروع ہوں گے۔ آپ کی نماز کا عرفان بڑھتا چلا جائیگا۔ اور بالآخر اور اس میں جب میں بالآخر کہتا ہوں تو حقیقت یہ ہے کہ مضمون کا کوئی آخر نہیں مگر انسان کا ایک آخر ہے۔ بالآخر آپ اس صورت میں اپنے رب کے حضور حاضر ہو سکتے ہیں کہ آپ کا سفر خدا کی طرف تھا اور خدا کو چھوڑ کر دنیا کی طرف نہیں تھا۔ اگرچہ تمام تر سفر تو انسان کیلئے ممکن ہی نہیں کہ خدا کی ذات لامحدود ہے۔ مگر یہ ممکن ہے کہ رخ خدا کی طرف ہو اور اس رخ کے دوران چاہئے آپ آہستہ چلیں چاہئے تیز چلیں مگر خدا کی جانب آپ اپنے آپ کو بڑھتا ہوا اور قریب ہوتا ہوا محسوس کرنے لگیں لیکن عرفان کا درجہ کمال تو مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ یہ خیال کہ آنحضرت ﷺ جس عرفان کی حالت میں خدا کے حضور حاضر ہوئے تھے۔ اب تک اسی عرفان کی حالت میں ہیں۔ یہ انتہائی جاہلانہ اور ہتک آمیز خیال ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کی عزت افزائی نہیں۔ نہ خدا کی توحید کا حق ادا کرنے کے مترادف ہے۔ توحید باری تعالیٰ اور اس کا لامتناہی ہونا یہ تقاضہ کرتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے وصال کے وقت تک جو عرفان حاصل کیا تھا وہ عرفان ٹھہرے گا نہیں اور کبھی بھی نہیں ٹھہرے گا۔ وفات کے بعد خدا کی ذات میں آپ کا سفر ہمیشہ جاری رہے گا اور آپ کے مرتبوں کی بلندی کی دعائیں جو ہمیں سکھائی گئی ہیں۔ ہم کرتے رہیں گے اور یہ دعائیں اپنی ذات میں ضروری ہوں یا نہ ہوں آپ کے مرتبے ہر حال میں بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔ پس یہی

حال ہم عاجز بندوں کا ہے۔ ہم اپنے مرنے تک جس سفر کو اختیار کر سکتے ہیں وہ خدا کی طرف قریب ہونے کا سفر ہے۔ خدا کو پوری طرح پا لینے کا سفر ہے۔ جو ہمارے سفر کا منتہی ہے۔ وہ ایک ایسی ذات ہے جو ختم نہ ہونے والی ذات ہے لامتناہی ذات ہے اور ایسی لامتناہی ذات ہے کہ انسانی ذہن عاجز آ جاتا ہے لیکن اس کی کنہ کو سمجھ نہیں سکتا۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی کنہ کو سمجھ سکتے ہیں۔ لیس کمثلہ شئی اس جیسی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ یعنی جو بھی مخلوقات ہیں وہ خالق کی پیدا کردہ ہونے کی وجہ سے خالق کا رنگ رکھتی ہیں۔ مگر خود خالق نہیں ہیں۔ اس لئے مخلوق اور خالق میں ایک فرق ایسا رہے گا جسے مخلوق سمجھ نہیں سکتی۔ کیونکہ اس نے جو بھی دیکھی ہے مخلوق دیکھی ہے۔ اپنے جیسے دیکھے ہیں اپنی مخلوق کے اندر خالق کوئی نہیں دیکھا اور خالق اس سے مخفی رہتا ہے۔ جس طرح ہر آرٹ سے اس کا آرٹسٹ مخفی رہتا ہے۔ بڑی سے بڑی تصویر اٹھا کے دیکھ لیں جو دنیا میں بہت شہرت اختیار کر گئی ہو اس تصویر کو اگر شعور بھی ہو تو جس دماغ نے اس کو جنم دیا ہے جس کو پیدا کیا جن ہاتھوں نے وہ عکاسی کی وہ اس کو نہیں سمجھ سکتی وہ اور چیزیں ہیں۔ مخلوق اور ہے اور خالق اور ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ فلسفیوں نے بہت زور مارے لیکن خدا تعالیٰ کی کنہ کو نہ پا سکے اور یہی وجہ ہے کہ بعض قدیم چوٹی کے فلسفی اس مسئلہ کو سمجھ گئے کہ خدا کی ذات کا سمجھنا مخلوق کیلئے ممکن ہی نہیں۔ اس پہلو سے اس کی ذات الگ رہے گی مگر وہ صفات جو تخلیق میں جلوہ گر ہو چکی ہیں ان کو سمجھنا ہمارے لئے ممکن ہے اور انہی صفات کو سمجھنے کے حوالے سے ہمارا سفر آگے بڑھتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ مخفی در مخفی ذات اپنے بعض اور جلوے دکھائے اور ان جلووں میں ہمارا سفر اس کی طرف پھر ہمیشہ آگے بڑھنے لگے۔

یہ دنیا اور آخرت کا سفر ہے جسے ہم نے اختیار کرنا ہے۔ مگر اگر باشعور طور پر اس سفر کے حقائق کو سمجھتے ہوئے اس دنیا میں ہم اس کا آغاز نہ کریں تو آخرت میں بھی یہ سفر نصیب نہیں ہوگا۔ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ پس اس حقیقت کی طرف آنکھیں کھولنے کیلئے ساری جماعت کی آنکھیں کھولنے کیلئے میں بار بار نماز کی اہمیت کی طرف آپ کو متوجہ کر رہا ہوں۔ ان معنوں میں نماز کو سمجھیں اور اپنے گھروں میں اپنے بچوں میں اپنی بیویوں کو نماز سمجھائیں اور وہ آگے پھر آئندہ نسلوں کو سمجھائیں۔ اگر نماز کا مضمون جماعت پر روشن ہو کر ان کے وجود کا حصہ بن جائے تو پھر اطمینان سے جان دے سکتے ہیں۔ یہ سوچتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق بخشی کہ دور تک آئندہ نسلوں کو خدا کی راہ پر ڈال چکے ہیں۔ شیطان انہیں ورغلاتا رہے گا اور ورغلانے کی کوشش کرتا رہے گا۔ آپ کو بھی ورغلاتا رہے گا آپ کو بھی ورغلانے کی کوشش کرتا رہے گا۔ مگر ہمت اور کوشش سے اپنی نماز کو کھڑے کرتے چلا جانا ہے۔ یہ کھڑا کرتے چلا جانا وہ توفیق ہے جو ہمیں نصیب ہے۔ پوری طرح کھڑا کر دینا ہمیں توفیق نہیں اس لئے اس کا آخری پہلو دعا پہ ٹوٹتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ان ساری کوششوں میں دعا کرنا جو نماز کے دوران ہی نہ ہو بلکہ نماز کے بعد کے حصوں پر بھی حاوی ہو۔ یہ بنیادی حقیقت ہے جس سے روگردانی ہمیں ان معارف کو حاصل کرنے میں روک بن جائے گی۔ دعا سے روگردانی کسی حالت میں نہیں کرنی۔ دعائیں کریں۔ اپنی ذات کیلئے بالارادہ دعائیں کریں اور روزانہ دعائیں کریں۔ اگر آپ دعائیں نہیں

کریں گے تو آپ کو نماز کی طرف توجہ ہی بھی پیدا نہیں ہوگی۔ دعاؤں کے ذریعہ اس توجہ کو نمایاں کریں اور جوں جوں آپ کی دعا مقبول ہو گی دل سے اٹھتے ہوئے آپ کے دل پر ایک ایسا اثر چھوڑتی چلی جائے گی جو اس کے اٹھنے کا ایک نقش ہے۔ جس طرح سمندر سے ہوائیں اٹھتی ہیں ان میں بجلی پیدا ہوتی ہے لیکن وہ اٹھتی ہیں تو پیچھے رہنے والے پانی میں بھی بجلی پیدا کر دیتی ہیں اور یہ قانون قدرت ہے جو ہمارا حوصلہ بڑھاتا ہے۔

پس حقیقت دعا ایک بہت گہرا مضمون ہے۔ اس کی مقبولیت کے متعلق اس وقت تفصیل میں جانے کا وقت نہیں۔ مگر ایک بات میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ دعا جو دل سے اٹھے وہ اٹھتے ہوئے اپنی مقبولیت کا ایک نشان پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔ اور وہ نشان آپ کی امانت ہے۔ وہ نشان آپ کے حوصلے بڑھانے والا ہے۔ وہ نشان آپ کا یقین بڑھانے والا ہے کہ آپ نے جو دعا مانگی تھی' اخلاص سے مانگی تھی اور اس کا ایک نیک اثر آپ کے دل پر قائم ہو چکا ہے۔ پس اس طرح کی دعائیں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے۔ آپ کی دنیا بھی سنوار دیں گی۔ آپ کی عاقبت بھی سنوار دیں گی۔ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہر پہلو سے ہماری نمازیں خالصتاً للہ ہو جائیں۔ اسی کے لئے وقف رہیں اور ہماری آنے والی آئندہ نسلوں کو بھی اپنے اسی نیک راہ پر قائم رکھے۔

اس ضمن میں جو دوسری احادیث میں نے چنی تھیں ان کو پڑھنے کا زیادہ وقت تو نہیں رہا لیکن ایک روز مرہ کی ایسی عام حقیقت ہے جو ہمارے سامنے رہنی چاہئے۔ کہ بعض دفعہ قلبی توجہات کے سوا جسمانی توجہات بھی نماز میں مخل ہو جاتی ہیں یا جسمانی حوائج بھی نماز میں مخل ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف بھی متوجہ فرمایا ہے۔ مثلاً ایک یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مسلم کتاب الصلوۃ سے لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہؓ نے یہ کہتے ہوئے سنا جب دستر خوان بچھ جائے اور کھانا چن لیا جائے تو نماز شروع کرنا اسے خراب کرنے کے مترادف ہے۔ جب دستر خوان بچھ جائے اور کھانا چن لیا جائے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس وقت اس کو اہمیت دو اور نماز کو چھوڑ دو۔ یہ نصیحت ہے کہ ایسے وقت میں دستر خوان نہ بچھایا کرو جو نماز کا وقت ہوا کرتا ہے۔ ورنہ آدھی توجہ تمہاری دستر خوان پر رہے گی اور آدھی نماز کی طرف رہے گی تو بعض لوگ اس کا مطلب اور لے لیتے ہیں۔ نہیں! رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ آرام سے کھانا کھاؤ' نماز دیکھی جائے گی۔ ہرگز آنحضرت ﷺ کا یہ حکم نہیں ہے۔ یہ حوائج ضروریہ ہیں جو اگر ایسے وقت میں آئیں کہ نماز کا وقت ہو تو لازماً دخل انداز ہوں گی۔ جو ہمارے بس میں ہے وہ تو اختیار کریں اور اگلی بات رسول اللہ ﷺ نے وہ فرمائی ہے جو ہمارے بس میں نہیں اور اس پہلی مثال پر مزید روشنی ڈالتی ہے۔ اسی طرح اگر دو خبیث چیزیں یعنی بول و براز کی حاجت اسے روک رہی ہو تو بھی نماز پڑھنا بے معنی ہے۔ اب آپ دیکھ لیں کہ یہ جو حاجات ہیں یہ از خود اٹھتی ہیں اور انسان کا نفس اسے بتا دیتا ہے کہ جب تک ان سے فارغ نہ ہوں میں نماز نہیں پڑھ سکتا تو اتنا حصہ ایک مجبوری کے تحت ہے کیونکہ ان حاجات کا پیدا ہونا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اگر اس وقت ان حاجات سے فارغ ہوئے بغیر نماز کی طرف جائے گا تو اس کی نماز بے معنی ہو جائے گی۔ توجہ نماز پر قائم رہ ہی نہیں سکتی۔ تو آنحضرت ﷺ نے دو باتوں کو آپس میں عجیب

باقی صفحہ ۵۱ پر

تصنیف براہین احمدیہ کا پس منظر

مذاہب عالم کی دین حق کے خلاف یلغار اور امت مسلمہ کی اندرونی حالت

تحریر و تحقیق:۔ مرزا خلیل احمد قمر صاحب

می سزد گر خوں ببارد دیدہ ہر اہل دیں
بر پریشاں حالی اسلام و قحط المسلمین
دین حق را گردش آمد معبناک و سہمگین
سخت شورے افتاد اندر جہاں از کفر و کیں
ایں دو فکرے دیں احمد مغز جان ماگداخت
کثرت اعدائے ملت قلت انصار دین

امت مسلمہ کی شان و شوکت اگرچہ سترہویں صدی میں ہی ماند پڑ چکی تھی۔ مگر دنیا کے مختلف خطوں میں ظاہری رعب و دبدبہ قائم تھا۔ تاہم کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کی مذہبی علمی سیاسی اور اقتصادی حالت بگڑتی چلی گئی اور انیسویں صدی کے آغاز میں تو مسلمان مکمل طور پر ادبار و تنزل کا شکار ہوگئے۔ خصوصاً برصغیر پاک و ہند میں تو عیسائیت اور دیگر مذہبی تحریکات کی یلغار ہوئی ہندوؤں میں سے آریہ سماجیوں نے دین حق کے خلاف ایک زبردست محاذ کھولا۔ اس دور میں مسلمانوں کی بدحالی کے مرثیے لکھے گئے اور کسی مرد حق کے لئے نگاہیں تو اٹھتی تھیں مگر مایوس لوٹتیں۔ مسلمانوں کی بدحالی صرف ہندوستان کے ایک مخصوص حصہ پر نہ تھی بلکہ سارے ہندوستان کے مسلمان بے یارو مددگار تھے۔ مسلمان سیاسی اعتبار سے زوال کا شکار تو تھے ہی ان کو حکومتی اداروں سے باہر رکھنے کے لئے بہت سی بنیادی تبدیلیاں لائی گئیں کہ انہیں انتظامی اور کاروبار مملکت سے مکمل طور پر علیحدہ کر دیا جائے۔ اس لحاظ سے ۱۸۳۵ء کا سال ہندوستان کی تاریخ میں ایک انقلاب انگیز سال ہے۔ جس سے ذریعہ تعلیم کا مسئلہ واضح ہو کر سامنے آیا کہ آئندہ انگریزی ہی ذریعہ تعلیم ہوگی اور وہ ہزاروں لاکھوں مسلمان جو فارسی خواں تھے اور مملکت کا کاروبار فارسی زبان ہونے کی وجہ سے ان کا سیاسی، معاشی اور انتظامی اثر و رسوخ تھا ان کو مفلوج کر ڈالا۔

۱۸۳۳ء میں برطانوی دارالعوام نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے چارٹر کی تجدید کی تو لارڈ میکالے کی آمد نے صورت حال کو بدل کر رکھ دیا۔ ۱۸۳۴ء میں وہ سرکاری بورڈ کی عمومی کمیٹی کے صدر کے طور پر وارد ہند ہوئے۔ ۲ فروری ۱۸۳۵ کو اس کی معروف تعلیمی یادداشت سامنے آئی امکان تھا کہ کمیٹی کے دوسرے اراکین جن میں ہونسپ (princerp) جیسے مستشرق شامل تھے۔ اس کو نامنظور کر دیں گے۔ چنانچہ گورنر جنرل نے اگلے مہینے کی سات تاریخ کو اسے منظوری دے کر سرکاری

دستاویز بنا ڈالا۔ ۷ مارچ ۱۸۳۵ء کی تاریخ تعلیمی پروگرام میں اہم شمار ہو سکتی ہے۔ .... اس دن کے بعد حکومت کے تعلیمی فنڈ ایک بڑی حد تک مغربی طرز کے مدرسوں اور کالجوں پر صرف ہونے لگے جن کا ذریعہ تعلیم انگریزی تھا۔

Educational controversies in India by Princep : 336 - 340)

(بحوالہ اردو زبان کی خدمت از ڈاکٹر مس رضیہ نور محمد)

لارڈ میکالے اور ان کے دوسرے معاصرین یہ محسوس کرتے تھے کہ مقامی باشندے اس وقت تک متمدن نہیں ہو سکتے جب تک وہ مذہب تبدیل کر کے عیسائی نہ ہو جائیں۔ مسٹر انفنسٹن نے اس مقصد کیلئے ایک یادداشت بھی مسٹر وارڈ کی مدد سے حکومت کو پیش کی جس میں برملا لکھا۔

"میں علانیہ تو نہیں مگر درپردہ پادریوں کی حوصلہ افزائی کروں گا اگرچہ مجھے گورنر صاحب سے اس بارے میں اتفاق ہے کہ مذہبی امور میں امداد کرنے سے احتراز کیا جائے۔ تاہم جب تک ہندوستانی لوگ عیسائیوں کی شکایت نہ کریں۔ تب تک ان کی تعلیم کے مفید ہونے میں ذرا شبہ نہیں خواہ تعلیم سے ان کی آراء میں ایسی تبدیلی پیدا نہ ہو سکے کہ وہ اپنے مذہب کو لغو سمجھنے لگیں تاہم اس سے وہ زیادہ ایماندار اور محنتی رعایا تو ضرور بن جائیں گے۔"

(انگریزی نظام تعلیم کا اساسی تخیل صفحہ ۱۵ از عبدالحمید صدیقی۔ روہیل کھنڈ سوسائٹی لیاقت آباد کراچی)

فروری ۱۸۳۵ء میں لارڈ میکالے نے جدید نظام تعلیم کے بنیادی مقاصد کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے اظہار اور فہم کے اعتبار سے انگریز ہو۔" (تاریخ ادبیات صفحہ ۱۸)

"مارچ ۱۸۳۵ء میں رسوائے زمانہ ریزولیوشن جو لارڈ بینٹنگ کے نام سے موسوم ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"گورنر جنرل کی رائے ہے کہ حکومت برطانیہ کا بڑا مقصد اہل ہند میں یورپین لٹریچر اور سائنس کی اشاعت کرنا ہے اور جس قدر رقوم مقاصد تعلیم کیلئے مخصوص ہیں وہ صرف انگریزی تعلیم پر خرچ ہونی چاہئیں۔ .... وہ رقوم جو ان اصلاحات کی رو سے کمیٹی کے قبضہ میں آئیں وہ آئندہ دیسی لوگوں میں انگریزی زبان کے ذریعے سے انگریزی علم و ادب اور سائنس کی اشاعت میں صرف کی جائیں۔" (فرنگیوں کا جال صفحہ ۱۷ از۔ امداد صابری)

نظام تعلیم اور ذریعہ تعلیم کو تبدیل کر کے انگریز نے مسلمانان ہند کو کاروبار مملکت میں حصہ لینے سے کس کمال ہوشیاری سے باز رکھا کیونکہ مسلمان تو فارسی عربی جانتے تھے وہ مطلوبہ معیار پر پورا نہ اترتے تھے۔ اور وہ ظلم جو مسلمانوں پر ہوا وہ غیروں نے نہیں کیا بلکہ یہ اپنوں کا تھا کہ مسلمان علماء نے انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے خلاف باقاعدہ فتوے جاری کئے کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنا حرام ہے اور جو انگریزی تعلیم حاصل کرتا ہے وہ کرسٹان (عیسائی) ہو جاتا ہے اس طرح مسلمان

انگریزی تعلیم حاصل کر کے کاروبار مملکت میں حصہ لینے سے محروم ہو گئے اور یہ میدان کلیتہ ہندوؤں اور عیسائیوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ ہندوؤں کو جو گزشتہ آٹھ سو سال سے مسلمانوں کا محکوم تھا اس کو مسلمانوں پر تسلط کا جو تھوڑا سا موقعہ ملا اس سے ہندوؤں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی طرف پوری توجہ کی اور پھر وہ حکومت کے انتظامی اور کاروباری شعبوں پر حاوی ہو گیا۔

مزید برآں مسلمان جہاں سیاسی، علمی، معاشی زوال کا شکار ہوئے وہاں مذہبی طور پر بھی دیگر قوموں انگریز مشنریوں اور ہندوؤں کی جاری کردہ تحریکوں کو سمجھنے سے غافل رہے بلکہ ان کی شاطرانہ چالوں کا شکار ہو گئے۔ جس کا ذکر اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

> "یہ وہ زمانہ تھا جب شمالی ہند میں عیسائی تبلیغ تیز ہو گئی تھی اور سرکاری افسروں کی تائید اور سرپرستی سے اسے مقبولیت حاصل ہونے لگی تھی اس سے اردو میں عیسائیوں کا دینی لٹریچر بکثرت تصنیف ہونے لگا۔ عیسائی مبلغ میلوں، ٹھیلوں، ہسپتالوں وغیرہ میں جاتے اور نہ صرف مسیحیت کی تائید میں وعظ کرتے بلکہ دوسرے مذاہب کے رسم و رواج کا مذاق بھی اڑاتے اور ان کے خلاف کتابیں اور رسالے بھی شائع کرتے تھے۔ ۱۸۳۳ء میں انگلستان کے علاوہ دوسرے ممالک کے مشنریوں کو بھی ہندوستان میں تبلیغ کی کھلی اجازت مل گئی تھی تھوڑے ہی عرصے میں ملک بھر میں کئی مشنری سوسائٹیوں کا جال بچھ گیا بہت سے مشنری سکول کھل گئے۔ علاج گھر قائم ہوئے اور یتیم خانے جاری ہو گئے۔" (تاریخ ادبیات پاکستان و ہند جلد سوم صفحہ ۲۱)

دین حق اور امت مسلمہ پر جہاں عیسائی جارحانہ حملے کر رہے تھے وہاں ہندو مت والے بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ ہندوؤں کو بھی مسلمانوں نے سیاسی غلبے سے آزادی اور نئے آقاؤں کی رفاقت "دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے" کے مطابق ہندوؤں نے بھی مسلمانوں کو اپنے میں ضم کرنے کیلئے کئی قسم کے حربے اختیار کئے۔ جہاں ہندوؤں نے انتظامی اور تعلیمی اور معاشی طور پر مسلمانوں کو اپنا دست نگر بنا لیا وہاں دیہات کے رہنے والے غریب کسانوں کو اپنے سودی کاروبار کے آہنی شکنجے میں جکڑ لیا جو ایک بار سود پر روپیہ لے لیتا وہ ہمیشہ کیلئے ان کا مقروض و مقہور ٹھہرتا۔ اس حربے کو استعمال کرتے ہوئے ہندو بنیا غریب مسلمانوں کے ایمان کو تو چھوڑ ان کی عورتوں تک کو اپنے قبضے میں کر لیتا تھا۔ اس پر انگریز کی حمایت سونے پر سہاگے کا کام دے رہی تھی چونکہ انگریز سمجھتا تھا کہ ہم نے مسلمانوں سے حکومت چھینی ہے اس لئے ان کو خوب دبا کر رکھو تا کہ ان کو حکومت حاصل کرنے کا خیال تک نہ آئے۔ اس لئے ہندوؤں میں مسلمانوں کو شدھ کرنے کیلئے کئی تحریکیں برہمو سماج، آریہ سماج، دیو سماج وغیرہ میدان عمل میں آگئیں جن کا دعویٰ تھا کہ مسلمان ہندوستان کے باشندے نہیں اگر ان کو ہندوستان میں رہنا ہے تو ہندو بن کر رہنا پڑے گا۔

ہندوؤں کے عزائم اور ان کا میدان عمل میں آنا :۔

انیسویں صدی میں برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے زوال نے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان کو مایوسی اور جمود نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ہندوستان پر ذہنی فکری پستی طاری تھی۔ ہندو مسلم یہ دونوں قومیں بیک وقت جمود کا شکار تھیں۔ ہندو تو گزشتہ آٹھ سو سال سے مسلمان حکمرانوں کی اطاعت میں تہذیبی تمدنی اور معاشرتی طور پر متاثر تھے۔ مسلمانوں کے زوال کے اس دور میں ہندوؤں نے اپنی مذہبی بقا کے لئے سماج کو ویدوں اور اپنشدوں کے احکام کے مطابق ڈھالنے کا آغاز کیا۔ ہندوؤں نے انگریزوں کی سیاسی یلغار کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان سے یک جہتی کرنے پر آمادہ ہو گئے ان کو تو کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ پہلے مسلمان حکمران تھے اب انگریز۔ اس لئے ہندوؤں نے نئی صورت حال سے سمجھوتہ کرلیا اور ایسے سماجی تعلیمی معاشرتی اداروں کے قیام پر راضی ہو گئے تاکہ ان کی جہالت کے اندھیروں کو مٹایا جا سکے۔ اس ضرورت کیلئے سماج کو سنوارنے اور ہندوؤں کی تعلیمی تمدنی معاشی معاشرتی اور مذہبی حالت کو سدھارنے کیلئے بہت سی سبھائیں معرض وجود میں آگئیں۔ ہر شہر میں ہندوؤں کی اصلاح کے لئے کئی ایک سبھائیں موجود تھیں۔ مثلاً

۱۔ برہمو سماج قیام ۱۹۲۸ء ۲۔ پراتھنا سماج قیام ۱۸۴۲ء ۳۔ دیو سماج ۱۸۶۴ء ۴۔ سوشل مومنٹ بنگال ۱۸۷۰ء ۵۔ آریہ سماج ۱۸۷۵ء ۶۔ تھوفیاسیکل مومنٹ ۱۸۷۹ء

ان میں سے بعض سبھائیں تعلیمی معاشرتی ترقی کی علمبردار تھیں بعض اس ردعمل کے طور پر معرض وجود میں آئیں کہ ہندوؤں کو قدیم ویدوں اور اپنشدوں پر عمل کرنا چاہئے اور قدیم رسم و رواج کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے اور گزشتہ شان و شوکت حاصل کرنا چاہئے سب کا بنیادی مقصد ہندوؤں کو عیسائیت کی یلغار سے بچانے کی بجائے مسلمانوں کو ہندو ازم میں ضم کرنا تھا۔

برہمو سماج :۔

راجہ رام موہن رائے برہمو سماج کے بانی تھے۔ انہوں نے اپنے مذہب کے علاوہ اسلام اور عیسائیت کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور دونوں مذاہب سے کسی حد تک متاثر بھی تھے۔ راجہ صاحب نے اپنی تحریک کی عملی جدوجہد کا آغاز آتمی سبھا کے نام سے کیا تھا۔

"اس انجمن کا مقصد مذہبی امور میں آزادی کے ساتھ تبادلہ خیالات اور دریافت حقیقت تھا۔ چنانچہ اس برہمو سماج تحریک نے کئی مناظرے کئے۔" (ہند کے سیاسی مسلک کا نشو نما صفحہ ۲۴ از جی اینڈرسن)

اس تحریک کو فروغ دینے میں راجہ موہن رائے کو اپنے ان ساتھیوں کا مکمل تعاون حاصل رہا۔ مہارشی دوار کا ناتھ ٹیگور، برجموہن موزمدار، راج نرائن سیس کو اہمیت حاصل ہے اور اس تحریک نے ۱۸۲۸ء میں برہمو سبھا کی صورت اختیار کرلی اس کے پہلے سیکرٹری تارا چند چکروتی مقرر ہوئے۔ راجہ موہن رائے نے ہندوؤں میں تعلیمی سرگرمیوں کو تقویت

دی جگہ جگہ برہمو سماج کا قیام عمل میں آیا کہ ہندوؤں کو مغربی سائنس اور انگریزی زبان کی تعلیم حاصل کی جائے چنانچہ برہمو سماج کی تحریک کے نتیجہ میں ہندوؤں میں تعلیم حاصل کرنے کا رجحان فروغ پذیر ہوا۔ برہمو سماج سے سرسید احمد خان بھی متاثر تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں۔

"یہ وہی راہ عمل ہے جس پر سرسید نے ۱۸۷۵ء کی جنگ آزادی کے بعد عمل کیا۔"

(اردو ادب کی تحریکیں صفحہ ۲۹۴)

سرسید احمد خان نے برہمو سماج سے متاثر ہو کر علی گڑھ تحریک کا آغاز کیا۔ علی گڑھ سے تعلیم یافتہ نوجوان اپنی مذہبی آزاد خیالی میں کافی شہرت رکھتے ہیں وحی والہام سے انکار معجزات کی عقلی دلیلیں، عبادات بجالانے میں آزاد واقع ہوئے ہیں۔

برہمو سماج کی مقبولیت کے سلسلہ میں ایک برہمو سماجی لیڈر دیو نندر ناتھ سہائے لکھتے ہیں۔

(ترجمہ ہندی سے) "برہمو سماج کی تحریک ایک زبردست طوفان کی طرح اٹھی اور آناً فاناً نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ بھارت میں نہ صرف ہندو اور سکھ ان سے متاثر ہوئے بلکہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی۔ روزانہ بیسیوں مسلمان برہمو سماج میں پردیش یعنی داخل ہوتے۔ اس کی دیکھشا لیتے ہی معلوم ہوا کہ بنگال کے بڑے بڑے مسلم خاندان برہمو سماج کے ساتھ نہ صرف سہمت تھے بلکہ اس کے باقاعدہ ممبر تھے"۔　(رسالہ کومدی کلکتہ اگست ۱۹۲۰ء ترجمہ از ہندی بحوالہ حیات طیبہ صفحہ ۶۲)

آریہ سماج :-

آریہ سماج کے بانی دیانند سرسوتی ایک گجراتی برہمن تھے جو ۱۸۲۴ء میں پیدا ہوئے اور ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء میں اجمیر کے مقام پر وفات پائی۔ آریہ سماج دراصل برہمو سماج کا رد عمل ہے۔ برہمو سماج نے جس آزاد روی کو فروغ دیا جس سے قدامت پرستی پر سخت چوٹ لگی۔ جس کے خلاف شدید رد عمل پیدا ہوا۔ اور ہندوؤں میں ماضی کی طرف لوٹ جانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ دیانند سرسوتی نے ہندو مت کے ماضی سے راہنمائی حاصل کر کے ہندو بنیاد پرست تنظیم قائم کی۔ جس نے مذہبی مقاصد کیلئے تدبیر کی بجائے جبر اور عقل کی بجائے جوش کو استعمال کیا۔ دیانند کی زندگی میں مباحثوں مناظروں اور فروغ اختلاف کو اہمیت حاصل رہی۔

۱۸۷۵ء آریہ سماج کا بمبئی میں قیام عمل میں آیا اور انتھک کوششوں سے یہ تحریک ہندوؤں کے ان پڑھ اور غریب طبقات میں بہت جلد مقبولیت حاصل کر گئی اس زمانہ میں دیانند نے آریہ سماج کا جدید عہد نامہ سیتارتھ پرکاش کے نام سے ترتیب دیا وید اور اپنشد چونکہ سنسکرت زبان میں تھے جنہیں عام لوگ نہیں پڑھ سکتے تھے دوسرے ان میں بہت سا تغیر و تبدل ہو چکا تھا۔ ان کا ترجمہ کیا گیا ان کے قواعد اور اصولوں کو نئے سرے سے ترتیب دے کر سیتارتھ پرکاش کے نام سے ایک نئی تصنیف ہندوؤں کے سامنے پیش کی۔ جس میں ویدوں کی تعلیمات اور عقائد کو دور از کار تاویلات کر کے ایک نئے ہندو نظریہ کی بنیاد رکھی گئی جسے اس زمانہ کے تعلیم یافتہ طبقہ نے بھی قبول کرنا شروع کیا یہ تحریک آہستہ آہستہ پھیلنی شروع

ہوئی اور ہندو بلا خوف و خطر ہندوستان پر چھا جانے کا دعویٰ کرنے لگے اور یہ بھی دھمکیاں دینے لگے کہ ہندوستان کے تمام مسلمان دوبارہ ہندو ہو جاویں کیونکہ وہ ہندوؤں سے ہی مسلمان ہوئے ہیں۔ اگر وہ ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں تو ان کو ہندو بن کر رہنا ہوگا۔ آریہ سماج کے چند سرکردہ ہندو لیڈروں کے مشورہ سے یہ پروگرام ترتیب دیا گیا کہ اسلام اور بانی اسلام اور قرآن پر دلآزار حملے کر کے مسلمانوں کو بھی مشتعل کیا جائے۔ چنانچہ سیتارتھ پرکاش کے چودھویں باب میں اسلام قرآن اور آنحضرت ﷺ کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا گیا اور ہندو ازم کو اسلام سے بہتر ثابت کیا تو اس زمانے کے مسلمان علماء ہندوؤں کے اس حملہ کا مقابلہ نہ کر سکے اور ہندوستان بھر میں آریہ سماج کے ممبران میں اضافہ ہونا شروع ہوگیا۔

نامور مورخ جناب تارا چند اپنی کتاب فریڈم مومنٹ ان انڈیا میں آریہ سماج کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"Some of the activites of the "Arya Samaj" were controversial. Dayanande was the first Hindu reformer who turnded over from defence to attack from protecting the Hindu faith from the assaults of the Christian and the Muslim crities to fighting them on their own ground in order to oblige them to defend their position. His work the sselyartha Parkash raised a polemir against all the other religions. Ineritably this sharpened communal differences and accentuated mutual antipathies."

(History of the freedom movement in India Vol.II P.423 By Tara Chand)

ترجمہ:۔ آریہ سماج کی سرگرمیاں متنازعہ فیہ تھیں۔ دیانند پہلا ہندو ریفارمر تھا جس نے ہندو کو مدافعانہ انداز اختیار کرنے کی بجائے جارحانہ انداز اختیار کرنے کو کہا۔ اور اس نے نہ صرف ہندوؤں کو عیسائیت اور مسلمانوں کے اعتراضات کے حملہ سے بچایا بلکہ ان پر اس قدر شدید اعتراضات کئے کہ ان کو اپنے گھر میں ہی دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے سیتارتھ پرکاش نامی کتاب تصنیف کی۔ جس میں دوسرے مذاہب پر اعتراضات پر مناظرانہ انداز اختیار کیا جس سے فرقہ وارانہ اختلافات میں اضافہ ہونا ناگزیر ہوگیا۔

آریہ سماج تحریک کا سیاسی سماجی اور تاریخی جائزہ لیتے ہوئے ایک نامور محقق مہاشہ فضل حسین صاحب رقمطراز ہیں۔

"سمرتھ رامداس اور سیواجی مرہٹہ کا خواب پورا کرنے کیلئے جس قسم کی تحریک مہاتما تلک نے جاری کی اسی طور کی تحریک سوامی دیانند جی نے بھی چلائی۔ ان دونوں کا نصیب العین ایک ہی تھا۔ مگر طریق کار میں کسی قدر اختلاف تھا۔ اول الذکر تحریک زیادہ تر سیاسی لائینوں پر چلائی گئی مگر آخر الذکر کو مذہبی رنگ دیا گیا اور یہی وجہ ہے کہ سوامی صاحب کی تحریک زیادہ وسیع زیادہ منظم زیادہ مضبوط زیادہ موثر اور زیادہ کامیاب ہوئی۔ سوامی صاحب بھی وہی کچھ چاہتے تھے جو تلک مہوے کا اپدیش تھا مگر تلک کی تحریک مہاراشٹر اور بنگال وغیرہ تک ہی محدود رہی اور سوامی صاحب کی تحریک سارے ملک میں پھیلی اور بار آور ہوئی۔ کیونکہ اس پر جس قسم کا رنگ چڑھایا گیا تھا وہ جہاں جدید الخیال ہندوؤں کو اپیل کرتی تھی وہاں قدامت پسند ہندو بھی اس سے متاثر ہوتے تھے۔"

(ہندو راج کے منصوبے حصہ اول صفحہ ۹۴)

خود ہندو مورخین کی رائے میں آریہ سماج کے قیام کا واحد مقصد ہندوستان سے اسلام کو ملیا میٹ کرنا اور مکمل ہندو راج کا قیام تھا۔ چنانچہ لالہ دھنپت رائے بی ایل ٹی لکھتے ہیں۔

"ہندوستان میں سوائے ہندو راج کے دوسرا راج ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتا۔ ایک دن آئے گا کہ ہندوستان کے سب مسلمان شدھی آدمی اندولن کی وجہ سے آریہ سماجی ہو جائیں گے۔ یہ بھی ہندو بھائی ہیں۔ آخر صرف ہندو ہی رہ جائیں گے یہ ہمارا آورش (نصب العین) ہے یہ ہماری آشا (تمنا) ہے سوامی جی مہاراج نے آریہ سماج کی بنیاد اس اصول کو لے کر ڈالی تھی۔" (اخبار پرکاش لاہور ۲۶ اپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۱)

"اجمیر سے چل کر سوامی دیانند چاند پور پہنچے اور مسلمانوں سے زبردست مناظرہ کیا مسلمانوں کی طرف سے مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی عبدالغفور صاحب پیش ہوئے اور ان کی مدد کے لئے بہت سے مولوی جمع تھے لیکن سوامی جی مہاراج کے ساتھ صرف منشی بختاور سنگھ اور منشی اندر من مراد آبادی تھے۔ سوامی جی نے اعتراضات کی اس قدر بھرمار کی مولوی ان کا کوئی جواب نہ دے سکے اور میدان چھوڑ کر بھاگ گئے جس کا اثر یہ ہوا کہ مولوی نور اللہ صاحب کئی مسلمانوں سمیت آریہ ہو گئے۔ انہی ایام میں ایک ہزار کے قریب اور مسلمان آریہ ہو گئے۔ آریہ ویروں نے جگہ جگہ شدھی سبھا قائم کر کے مسلمانوں میں پرچار کرنا شروع کر دیا۔ اگر آریہ سماجی دوست اس پوتر کام کو جاری رکھتے تو مسلمانوں کا ایک کثیر حصہ ویدک دھرم کی شرن میں آجاتا۔" (کتاب آریہ سماج اور پرچار کے سادھنا صفحہ ۱۲ از مہاشہ دیودت)

آریہ سماج اپنے قیام کے دو ماہ کے اندر اندر ہندوؤں کے تمام طبقات میں مقبولیت حاصل کر گئی۔ چنانچہ دیانند سرسوتی نے ہندوستان کے بہت سے شہروں کا دورہ کیا۔ ۱۸۷۷ء میں پنجاب کے بہت سے شہروں کا دورہ کیا مثلاً ملتان، گورداسپور، راولپنڈی، جہلم، وزیر آباد، گجرات، گوجرانوالہ، لاہور، امرتسر، جالندھر، لدھیانہ اور فیروز پور۔ دیانند جہاں جہاں جاتا تقاریر کرتا جس کے نتیجہ میں وہاں آریہ سماج کا قیام عمل میں آجاتا اور لوگ جوق در جوق آریہ سماج میں شامل ہو جاتے۔ پنجاب میں آریہ سماج کے خوب چرچے شروع ہو گئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں سے بحث مباحثے اور مناظروں نے زور پکڑا۔ تو پنڈت کھڑک سنگھ جو آریہ سماجی تھے ان کا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام سے ایک مباحثہ ہوا جس میں پنڈت صاحب لاجواب ہو گئے اس کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ چیلنج دیا جس میں مخاطب تو کھڑک سنگھ تھے مگر روئے سخن تمام مذاہب عالم کے علماء کی طرف ہے۔ علاوہ ازیں حضور نے حسب ذیل علماء آریہ سماج کو بھی چیلنج دیا۔

"سوامی دیانند صاحب، پنڈت کھڑک سنگھ صاحب، باوا نرائن سنگھ صاحب، منشی مہون داس صاحب، جناب کنہیالال صاحب، جناب منشی بختاور سنگھ صاحب ایڈیٹر آریہ درپن، جناب بابو ساروا پرشاد صاحب، جناب منشی شرم پت

صاحب سیکرٹری آریہ سماج قادیان۔ پنڈت کھڑک سنگھ کے نام مضمون میں حضور فرماتے ہیں۔
"قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی بڑی بھاری نشانی یہ ہے کہ اس کی ہدایت سب ہدایتوں سے کامل تر ہے اور اس دنیا کی حالت موجودہ میں جو خرابیاں پڑی ہوئی ہیں قرآن مجید سب کی اصلاح کرنے والا ہے۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ قرآن مجید اور کتابوں کی طرح مثل کتھا کی نہیں ہے بلکہ مدلل طور پر ہر ایک امر پر دلیل قائم کرتا ہے۔ اس دوسری نشانی پر.....بنام کھڑک سنگھ وغیرہ ہم نے پانچ سو روپیہ کا اشتہار بھی دیا تا کہ کوئی پنڈت وید میں یہ صفت ثابت کر کے دکھلاوے کہ وید نے کن دلائل سے اپنے عقائد کو ثابت کیا ہے مگر آج تک کسی کو توفیق نہیں ہوئی کہ دم مار سکے۔" (مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ ۴۱۔۴۲)

حضور کی یہ تحریر پنڈت کھڑک سنگھ کی زندگی میں شائع ہوئی اور پھر پنڈت صاحب لاجواب ہو کر عیسائی ہو گئے تھے اور اپنے لیکچرز آریہ سماج کے خلاف دیتے رہے جو بعد میں آریہ سماج کے اصول و تعلیم کے ابطال کے نام سے شائع ہوئے۔

دیانند سرسوتی پر گرفت :-

آریہ سماج کی ان دنوں شہرت پھیل رہی تھی۔ پنڈت دیانند بانی آریہ سماج خود موجود تھے۔ انہوں نے جو عقائد ستیارتھ پرکاش میں لکھے ان میں ایک عقیدہ مادہ اور روحوں کا ازلی ابدی ہونا بھی تھا جو ویدوں کی بجائے مادہ پرستی کا رہین منت تھا۔ پنڈت صاحب نے مادہ کے ساتھ روح کے ازلی ابدی ہونے کو مذہبی رنگ دے دیا۔ جب ارواح ازلی ابدی ہیں تو پھر کسی خدا کی ضرورت ہی نہیں اور جب وہ خالق ہی نہیں تو ان کو تناسخ میں کیوں مبتلا کر رکھا ہے۔

پنڈت جی نے اس اعتراض کو رفع کرنے کیلئے ۷ دسمبر ۱۸۷۷ء کے "وکیل ہندوستان" میں یہ شائع کرایا۔
"ارواح موجودہ بے انت ہیں اور اس کثرت سے ہیں کہ پرمیشور کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں۔ اس واسطے ہمیشہ مکتی پاتے رہیں گے اور کبھی ختم نہیں ہوں گے"

دیانند کا یہ اعلان جب حضور کی نظر سے گزرا تو آپ نے خدا تعالیٰ کی عظمت حی و قیوم قادر و توانا خدا کی صفات اور معرفت سے اس کو غلط ثابت کیا۔ چنانچہ آپ نے ۹ فروری ۱۸۷۸ء تا ۹ مارچ ۱۸۷۸ء تک اخبار "سفیر ہند" میں متعدد مضامین لکھ کر اس باطل عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اس کے ساتھ ہی پانچ صد روپے انعام کا اعلان شائع کر دیا جو اس کا مدلل جواب دے۔ یہ اشتہار سفیر ہند میں ۹ فروری ۱۸۷۸ء کے ابتدائی صفحوں پر شائع ہوا۔
"کہ جو صاحب منجملہ توابع سوامی دیانند سرسوتی صاحب سوال ہذا کا جواب دیکر ثابت کرے کہ ارواح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ انعام دوں گا۔"
حضور کا یہ اعلان "برادر ہند" جس کے ایڈیٹر پنڈت شو نرائن صاحب اگنی ہوتری تھے جولائی ۱۸۷۸ء میں شائع ہوا۔
"سوامی دیانند سرسوتی صاحب نے بجواب ہمارے اس بحث کے جو ہم نے روحوں کا بے انت ہونا باطل کر کے

"غلط ہونا مسئلہ تناسخ اور قدامت سلسلہ دنیا" ثابت کیا تھا معرفت تین کس آریہ سماج والوں کے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اگرچہ ارواح حقیقت میں بے انت نہیں ہیں لیکن تناسخ اس طرح پر ہمیشہ بنا رہتا ہے کہ جب سب ارواح مکتی پا جاتے ہیں تو پھر بوقت ضرورت مکتی سے باہر نکالی جاتی ہیں اب سوامی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے اس جواب میں کچھ شک و شبہ ہو تو بالمواجہ بحث کرنی چاہئے۔ چنانچہ اس بارے میں سوامی صاحب کا ایک خط بھی آیا اس خط میں بھی بحث کا شوق ظاہر کرتے ہیں اس واسطے بذریعہ اس اعلان کے عرض کیا جاتا ہے کہ بحث بالمواجہ ہم کو بسرو چشم منظور ہے۔ کاش سوامی صاحب کسی طرح ہمارے سوالوں کا جواب دیں......"

(المعلن مرزا غلام احمد رئیس قادیان ۱۰ جون ۱۸۷۸ء مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۶۔۷)

اس اعلان پر ایڈیٹر رسالہ "برادر ہند" پنڈت شونرائن اگنی ہوتری نے اس رسالہ بابت ماہ جولائی ۱۸۷۸ء میں ایک مفصل تبصرہ کیا جس میں سے ایک مختصر اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

"مگر اب ہمارے مضمون نگار مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار جب مرزا صاحب نے مسئلہ مذکور کو اپنی بحث میں باطل ثابت کر دیا تو لاچار سوامی جی (یعنی دیانند سرسوتی۔ ناقل) نے مرزا صاحب کو یہ پیغام بھیجا کہ حقیقت میں ارواح بے انت نہیں ہیں لیکن تناسخ صحیح ہے۔ خیر کچھ بھی ہو مگر...... چند سال ہوئے کانپور میں جب انہوں نے ایک اشتہار اپنا دستخطی مشتہر کیا تھا تو اس میں انہوں نے اول اول اکیس شاستروں کو ایشرکرت (خدا کے اپنے تصنیف کئے ہوئے) قرار دیا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ جب انہوں نے ان میں بہت سی خرابیاں دیکھیں تو سب کو چھوڑ چھاڑ صرف چند ویدوں کو "ایشرکرت" بتلانے لگے پھر اس کے بعد جب ویدوں کا ایک حصہ جس کو برہمن کہتے ہیں ان کی نظروں میں صحیح ثابت نہ ہوا تو اب صرف اس کے اس حصہ کو جس کو منتر بھاگ کہتے ہیں الہامی کہتے ہیں اس سے اگرچہ ان کی کس قدر متلون مزاجی بھی ظاہر ہوتی ہے...... اس میں صرف ایک بہت بڑی کسر یہ باقی ہے کہ وہ اول ایک چیز کی نسبت پہلے ہی سے ایک یقین پیدا کر لیتے ہیں پھر جب کبھی حسب اتفاق اس یقین کا بطلان انہیں معلوم ہو جائے تب اس کو چھوڑتے ہیں مگر اس قسم کی تحقیقات سچے محققوں کے اصول تحقیقات سے بالکل کے مخالف ہے"۔

(برادر ہند جولائی ۱۸۷۸ء بحوالہ حیات احمد جلد اول دوم صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۸۔ ایڈیشن دوم)

پنڈت اگنی ہوتری صاحب کا مذکورہ بالا ریمارکس سے صاف نظر آتا ہے کہ پنڈت دیانند سرسوتی صاحب کے اختراع کردہ مذہب کی حالت وہی تھی جسے قرآن مجید نے بیت عنکبوت سے مثال دی ہے۔

غرض سوامی دیانند نے خود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (مسیح موعود) علیہ السلام کو مباحثہ کی دعوت دی۔ جسے حضرت اقدس نے ۱۰ جون کو قبول فرمایا تھا۔ اور سوامی جی کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ مباحثہ کے مقام و تاریخ خود ہی معین کر کے اخبار میں

اعلان کر دیں لیکن سوای دیانند جنھوں نے از خود دعوت دی تھی خود ہی میدان مباحثہ سے گریز کر گئے۔ حضور نے براہین میں پنڈت دیانند سرسوتی کے اعتراضات کا جواب دیا ہے اور براہین احمدیہ کے اول مخاطب دیانند سرسوتی ہی تھے۔

اس طرح یہ امر بڑا واضح طور پر سامنے آتا ہے کہ براہین احمدیہ کی تصنیف کا باعث آریہ سماج کے بانی دیانند کے اسلام اور بانی اسلام قرآن پر اعتراضات کے جواب دینا تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (مسیح موعود) علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"باعث تصنیف اس کتاب کے پنڈت دیانند صاحب اور ان کے اتباع ہیں جو اپنی امت کو آریہ سماج کے نام سے مشہور کر رہے ہیں۔ اور بجز اپنے وید کے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور نعوذ باللہ توریت، زبور، انجیل اور فرقان مجید کو محض افتراء سمجھتے ہیں اور ان مقدس نبیوں کے حق میں ایسے توہین کے کلمات بولتے ہیں کہ ہم سن نہیں سکتے۔ ایک صاحب نے ان میں سے اخبار "سفیر ہند" میں بطلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی دفعہ ہمارے نام اشتہار بھی جاری کیا ہے اب ہم نے اس کتاب میں ان کا اور ان کے اشتہاروں کا کام تمام کر دیا ہے اور "صداقت قرآن و نبوت کو بخوبی ثابت کیا۔...... نام اس کتاب کا "البراہین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ" رکھا گیا ہے۔ خدا اس کو مبارک کرے اور گمراہوں کو اس کے ذریعہ سے اپنے سیدھے راہ پر چلاوے۔ آمین

(المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب منقول از ضمیمہ اشاعۃ السنہ نمبر۴ جلد دوم صفحہ ۳۔۴ بابت اپریل ۱۸۷۹ء از مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۲)

تصنیف براہین احمدیہ کا ایک اور اہم پس منظر

عیسائیت کا حملہ :۔ ہندوستان میں انیسویں صدی کا آغاز مخالفین اسلام کے اعتراضات کی یلغار سے ہوا۔ مسلمان عوام اندرونی خلفشار کا شکار تھے اور مسلمان حکمران عیش و عشرت کے دلدادہ ہو کر روبہ تنزل تھے۔ مگر دوسری طرف انگریز تاجروں کا لبادہ پہن کر ہندوستان میں داخل ہو چکے تھے اور اپنے پاؤں مضبوط کرنے کی فکر میں تھا۔ انگریز نے دو طریق پر اپنے کام کا آغاز کیا۔ ایک مسلمان حکمرانوں کے خلاف خفیہ سازشیں تیار کی گئیں۔ دوسری طرف عیسائیت کی اشاعت کیلئے مشنری اداروں کا جال پھیلا دیا گیا جس کے نتیجہ میں سادہ لوح مسلمان تو کجا مسلمان علماء بھی ان کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر رہ گئے تھے۔ جس کے نتیجہ میں چشم فلک نے وہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آگرہ کی جامع مسجد کے خطیب مولانا عماد الدین سے پادری عماد الدین بن گئے اور یہی پادری عماد الدین مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے میدان عمل میں آگئے اس وقت کی مشنری سرگرمیوں کا اندازہ پادری عماد الدین کے درج ذیل خط سے کیا جا سکتا ہے۔

"۱۸۰۰ء میں جب ولیم کیری صاحب نے آکر ملک بنگال کے ایک حصہ میں کام شروع کیا۔ اس وقت بہت آہستہ آہستہ مسیحی دین کا چرچا تمام ہندوستان میں پھیلا ہے۔ اور پنجاب میں قریب ۴۵ برس سے خدا کا دین آیا ہے جس وقت کیری صاحب آئے اس وقت ملک کی ایسی حالت تھی کہ کوئی دنیاوی سمجھ کا آدمی نہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح کا دین اس ملک میں پھیلے گا۔ کیونکہ اس وقت محمدی اور ہندو اپنے اپنے مذہب میں بڑے مضبوط اور سرگرم اور تعصب و سختی و ناواقفی سے بھرپور ہو کے ہوا سے باتیں کرتے تھے ہاں اس وقت کیری صاحب کا مسیحی ایمان گواہی دیتا تھا کہ خدا کا دین اس ملک کو بھی ضرور فتح کرے گا۔ جیسا کہ وہ پیچھے سے فتح مند ہوتا چلا آیا ہے۔ اس طرح اب ہم مسیحی بھی خدا پر یقین اور بھروسہ کر کے کہتے ہیں کہ کسی وقت یہ ملک انگلستان کی مانند ہونے والا ہے۔ ہمارے مخالف ہندو مسلمان دیانندی و نیچری وغیرہ اگرچہ کیسا ہی زور دکھلاویں اور زبان درازیاں کریں۔ وقت چلا آتا ہے کہ پتہ ندارد ہوں گے صرف مسیحی دینداری یہاں ہوگی یا شرارت نفسانی کے لوگ ملیں گے کیونکہ ایسی حالت کی طرف رخ کر لیا ہے اور پیچھے یوں ہی ہوتا آیا ہے اور تعلیمات کے نتائج یہی ہیں۔

(خط شکاگو مرقومہ پادری عماد الدین لاہز ۸ فروری ۱۸۹۳ء مطبوعہ نیشنل پریس امرتسر ۱۸۹۳ء)

آخر مسلمانوں کیلئے وہ روز بد بھی آگیا جب سلطنت مغلیہ اپنے اختتام کو پہنچی اور برصغیر پاک و ہند پر برطانوی عمل داری کا جھنڈا لہرانے لگا۔ تو مسٹر مینگلس نے برطانوی پارلیمنٹ میں ہندوستان پر برطانوی اقتدار اور عیسائیت کے فروغ کی خبران الفاظ میں دی۔

"خداوند نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیر نگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہئے اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہئے۔"

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے صفحہ ۲۵۔۲۶ مصنفہ مولانا سید محمد میاں ناظم جمیعت اسلامی ہند)

انگریز ہندوستان پر صدیوں حکمرانی کرنا چاہتا تھا مگر اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمان تھے۔ جو ایک ہزار سال تک یہاں کے حکمران رہے تھے۔ جن کے پاس ایک ارفع و اعلیٰ تعلیم تھی ایک الگ تہذیب و تمدن تھا۔ جب کہ ہندوؤں سے انہیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی ایک ہزار سال سے غلام چلے آ رہے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی سرگرمیاں تیز کر دی گئیں اور مشنری سرگرمیوں کے سلسلہ میں حکمرانوں کی مکمل حمایت اور پشت پناہی حاصل تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کو جو منشور شاہی عطا ہوا اس کے متعلق امداد صابری لکھتے ہیں۔

"وہ ہر فوج اور ہر بڑے کارخانے میں ایک پادری رکھے جس پر لازم ہوگا کہ ہندوستان پہنچنے سے بارہ مہینے کے اندر ہندوستانی سیکھ لے۔" (فرنگیوں کا جال صفحہ ۴۵)

عیسائیت کی روز افزوں ترقی نے مسلمانوں کے دلوں میں انگریز حاکم کے خلاف شدید نفرت پیدا کردی۔ چنانچہ سرسید احمد خان نے ۱۸۵۷ء کی بغاوت ہند کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھا۔

"گورنمنٹ نے پادری صاحبوں کو ہندوستان میں مقرر کیا ہے۔ گورنمنٹ سے پادری صاحب تنخواہ پاتے ہیں۔ گورنمنٹ اور حکام انگریزی ولایت زا جو اس ملک میں نوکر ہیں وہ پادریوں کو بہت سا روپیہ واسطے خرچ کے اور کتابیں بانٹنے کو دیتے ہیں اور ہر طرح ان کے مددگار اور معاون ہیں اکثر حکام معتمد اور افسران فوج نے اپنے تابعین سے مذہب کی گفتگو شروع کی تھی۔ بعض صاحب ملازموں کو حکم دیتے تھے کہ ہماری کوٹھی پر آن کر پادری صاحب کا وعظ سنو اور ایسا ہی ہوتا تھا غرضیکہ اس بات نے ایسی ترقی پکڑی تھی کہ کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ گورنمنٹ کی عملداری میں ہمارا یا ہماری اولاد کا مذہب قائم رہے گا۔ پادری صاحبوں نے واعظ کی نئی صورت نکالی تھی۔ تکرار مذہب کی کتابیں بطور سوال و جواب چھپنی اور تقسیم ہونی شروع ہوئیں ان کتابوں میں دوسرے مذہب کے مقدس لوگوں کی نسبت الفاظ اور مضامین رنج دہ مندرج ہوتے........ پادری...... خود غیر مذہب کے مجمع اور تیرتھ گاہ میں جاکر وعظ کہتے........ بعض حلقوں میں یہ رواج نکلا کہ پادری صاحبوں کے ساتھ تھانے کا ایک چپڑاسی جانے لگا۔ پادری صاحب وعظ میں صرف انجیل مقدس ہی کے بیان پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ غیر مذہب کے مقدس لوگوں کو اور مقدس مقاموں کو بہت برائی سے اور ہتک سے یاد کرتے تھے........ مشنری سکول بہت جاری ہوئے اور ان میں مذہبی تعلیم شروع ہوئی....... امتحان مذہبی کتابوں میں لیا جاتا تھا اور طالب علموں سے جو لڑکے کم عمر ہوتے تھے پوچھا جاتا تھا کہ تمہارا خدا کون ہے؟ تمہارا نجات دینے والا کون؟ اور یہ عیسائی مذہب کے موافق جواب دیتے تھے اس پر ان کو انعام ملتا تھا........ گورنمنٹ سے اشتہار جاری ہوا کہ جو شخص مدرسے کا تعلیم یافتہ ہوگا اور فلاں فلاں علوم اور انگریزی میں امتحان دے کر سند یافتہ ہوگا وہ نوکری میں سب سے مقدم سمجھا جائے گا........ ۱۸۵۵ء میں پادری اے ایڈمنڈ نے دارالامارت کلکتہ سے عموماً اور خصوصاً سرکاری معزز نوکروں کے پاس چٹھیات بھیجیں جن کا مطلب یہ تھا کہ اب تمام ہندوستان پر ایک عملداری ہوگی۔ تار برقی سے سب جگہ ایک ہوگئی ریلوے سڑک سے سب جگہ کی آمدورفت ایک ہوگئی مذہب بھی ایک چاہئے اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہو جاؤ۔"　　(از: رسالہ اسباب بغاوت ہند: حیات جاوید: صفحہ ۸۹۸ تا ۹۰۲)

انگریز یہ خیال کرنے لگے تھے کہ ہندوستان میں برطانوی اقتدار کے استحکام کیلئے ہندوستان میں عیسائیت کا پھیلنا ضروری چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پنجاب کے دوسرے لیفٹیننٹ گورنر سر رابرٹ منٹگمری نے پنجاب کے مختلف حصوں میں پندرہ گرجا گھر سرکاری خرچ پر تعمیر کرنے کی منظوری حاصل کی اور لارڈ لارنس نے ایک موقعہ پر کہا۔

"کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب نہیں ہو سکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں

پھیلادیں۔" (لارڈ لارنس لائف جلد ۲ صفحہ ۳۱۳)

کیمبرج شارٹ ہسٹری آف انڈیا مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی صفحہ ۱۵-۷۱۶ میں لکھا ہے۔

"خدا تعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق ہندوستان کو برطانیہ کے ہاتھ میں اس لئے دیا کہ اس ملک کے لوگ عیسائی بنائے جاسکیں۔"

مشنریوں کی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مقصد حکومت برطانیہ کے اقتدار کی رکاوٹوں کو دور کرکے اسے دوام بخشنا تھا۔ اس لئے ۱۸۶۲ء میں وزیر ہند نے انگلستان کے مذہبی و سیاسی لیڈروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"میرا ایمان ہے کہ ہروہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطہ اتحاد بنتا ہے اور ایمپائر کے استحکام کیلئے ایک نیا ذریعہ ہے۔" (دی مشن از رابرٹ کلارک صفحہ ۳۴ مطبوعہ لندن ۱۹۰۴ء)

شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی عیسائیت کی ترقی کے بارے میں سرسید احمد خاں کے حالات زندگی حیات جاوید میں لکھتے ہیں۔

"موجودہ صدی میں کرہ زمین کا کوئی پہلو اور کوئی گوشہ ایسا باقی نہیں رہا۔ جہاں عیسائی قوموں کی حکومت یا ان کا رعب و داب قائم نہ ہو اور اگر دنیا عالم اسباب ہے تو ضرور ان کا رعب و داب روز بروز بڑھتا جائے گا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جہاں کسی عیسائی قوم کا رعب و داب قائم ہوا اور فوراً ان کا مشن اور ان کی تجارت سایہ کی طرح اس کے ساتھ ساتھ وہاں پہنچی...... رعیت کو کیسی ہی مذہبی آزادی دی جائے سلطنت کی مقناطیسی کشش اپنا کرشمہ دکھائے بغیر نہیں رہتی۔ حکمران قوم کی رسوم و عادت و اوضاع و اطوار و اخلاق یہاں تک کہ ان کے دین و مذہب کی طرف محکوم قوم کا دل خود بخود کھنچتا ہے اور جب کہ سلطنت کے ساتھ دعوت دین بھی شامل ہو اور کروڑوں روپیہ حکمران قوم کے مذہب کی اشاعت میں صرف کیا جاتا ہو اور سلطنت بھی ایک ایسی قوم کی ہو جو عقل و دانش میں شائستگی و تمدن میں دنیا بھر کی قوموں میں ممتاز ہو اور طرح طرح کی ترغیبیں تبدیلی مذہب کی موجود ہوں تو دیکھنا چاہئے کہ کس حد تک پہنچ جائے گی۔" (حیات جاوید صفحہ ۵۶۱)

مشہور فرانسیسی مستشرق گارسین دتاسی (۱۷۹۴ء-۱۸۷۸ء) نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان جو مناظرے ہوئے تھے ان کا ذکر اپنے مختلف خطبات میں کیا ہے۔ چنانچہ اپنے پندرھویں خطبے ۴ دسمبر ۱۸۶۵ء میں لکھتا ہے۔

"ہندوستان کے مختلف صوبوں میں اس وقت ۵۱۵ مبلغین مسیحت کا کام کر رہے ہیں ان میں انگلیکن (Anglilan) اور دوسرے غیر کیتھولک شامل ہیں۔ ہمارے خیال میں کیتھولک مبلغین کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی اس لئے اس وقت ہندوستان میں دس لاکھ کیتھولک موجود ہیں۔ مسیحی مبلغین اپنا مذہبی جوش ظاہر کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ چنانچہ میلوں کے موقع پر جو مذہبی اور تجارتی دونوں اہمیت رکھتے ہیں۔ ہندوستانیوں

کے جم غفیر میں وہ اپنے خیمے لگا لیتے ہیں تقریریں اور وعظ کرتے ہیں رسالے تقسیم کرتے ہیں وغیرہ۔ پچھلے دنوں ۲۸ جنوری ۱۸۶۵ء کو گنگا اور جمنا کے سنگم الہ آباد میں میلے کے آخری دن کہتے ہیں کوئی ستر ہزار نفوس موجود تھے اس میلے میں ان مبلغوں نے بڑی سرگرمی سے کام کیا نیز لکھا ہندوؤں کا عیسائیت قبول کرنا مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ رجحان ہے۔" (خطاب گارسین وتاسی حصہ دوم ۵۹۔۶۰ بحوالہ از مولوی عبدالحق)

گارسین وتاسی عیسائی مذہب کا پرچار بہت کرتا ہے اور اس کے خطبات میں جگہ جگہ عیسائی مبلغین کی کارکردگی کلیساؤں کا حال سبھی اخبارات اور رسائل کا ذکر آتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک پیراگراف درج ہے۔

"ہمیں پوری امید ہے کہ مسیحی مبلغین سے ہندوستان میں بلکہ سارے عالم میں زبور کے اس سرور عارفانہ کی تصدیق ہوگی خدا مشرکوں کو زیر کرے گا وہ اپنے مقدس تخت پر جلوہ افروز ہے اگر ہندوستانی لوگ مسیحیت کی پراسرار کشتی پر سوار ہو جائیں تو وہ نجات کے ساحل پر اتر سکتے ہیں۔ بھیڑوں کے اس گلے میں انہیں عافیت نصیب ہو سکتی ہے اگر وہ مسیحی دین قبول کرلیں تو یوں سمجھو انہوں نے صداقت کے کھمبے کو پکڑ لیا جو اپنی جگہ سے کبھی نہیں ہلتا۔" (خطبات گارسین وتاسی حصہ دوم صفحہ ۵۸۔۵۹ از مولوی عبدالحق صاحب)

دیکھتے دیکھتے فرنگیوں نے ہندوستان میں پاؤں جمانے میں ہندوستان کی تمام قوموں پر نصرانیت کے تسلط اور غلبہ کرنے کیلئے زبانی پراپیگنڈہ کرنے کے علاوہ کتابی پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ ابتداء میں وہ صرف انجیل کی مختصر دعائیں چھپواتے اور عوام میں مفت تقسیم کرتے تھے۔ ۱۸۳۵ء میں کلکتہ بائیبل سوسائٹی کو خصوصی امداد سے نوازا گیا۔ ۱۸۴۰ء میں برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی نے بائیبل چھاپنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور بے شمار سوسائٹیاں وجود میں آئیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ریلجس بک سوسائٹی کلکتہ' ۲۔ کرسچین بک سوسائٹی کلکتہ' ۳۔ نارتھ انڈین سوسائٹی مرزا پور' ۴۔ مدراس ٹریکٹ سوسائٹی مدراس' ۵۔ کرسچن ورنیکلر ایجوکیشنل سوسائٹی آف انڈیا

"ان سوسائٹیوں نے آغاز میں سے ہندوستانیوں کے مختلف پریس اور انگلینڈ کے چھاپے خانوں سے اشاعت کا کام لیا۔ دیکھتے دیکھتے انہوں نے اپنے پریس بھی لگوا لئے جن میں کثیر تعداد میں لٹریچر شائع کیا گیا اور صرف تین سال کی رپورٹ میں مندرجہ ذیل اعداد و شمار ملے۔

۱۸۷۲ء ۱۰۳۶۲ انجیلیں اور دعاؤں کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔ ۱۸۷۳ء میں یہ تعداد ۲۱۰۶۵ تک پہنچ گئی۔ ۱۸۷۴ء میں ۲۵۲۱۹ کتابیں ہندوستانیوں کو دی گئیں۔

ایک عیسائی مشنری نے لکھا ہے۔

"بائیبل اور دیگر رسالے دیہاتوں میں اور شہر کی گلی کوچوں میں چار لاکھ روپیہ کی قیمت کے فروخت کئے گئے اور

ان مردوں اور عورتوں سے جو یہ کتابیں خریدنے آتے کتابیں فروخت کرنے والوں نے مسیحی بننے کی درخواست کی۔" (اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی خدمات صفحہ ۲۵۱ از ڈاکٹر مس رضیہ نور)

"عیسائی مبلغین نے مقامی زبانوں میں تبلیغی لٹریچر کی اشاعت میں بے اندازہ سرمایہ لگایا اور مقامی زبانوں کے ساتھ ساتھ اپنا اشاعتی کاروبار اردو میں بھی کیا۔ خصوصاً لدھیانہ مشن نے اس زمانے میں سی رام پور کے مشن کے پہلو بہ پہلو اردو میں عیسائی مذہب کی حمایت اور دیگر مذاہب کے خلاف مناظراتی ادب پر خاصا کام کیا۔

(اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی خدمات صفحہ ۱۴۶ از ڈاکٹر مس رضیہ نور)

ہندوستان کو عیسائیت کے عالمگیر غلبہ کی مہم میں جو مقام حاصل تھا اس کا ذکر رابرٹ کلارک نے اپنی سکیم کا ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"پنجاب کی سرحدی لائن سے اور اسے اپنے کام کی بنیاد بنا کر عیسائیت ان مقامات تک پھیل سکتی ہے جہاں ابھی اس کا نام تک نہیں پہنچا وسط ایشیا میں عیسائیت کے تبلیغی کام کے لئے پنجاب ایک قدرتی بنیاد معلوم ہوتا ہے۔"

(دی مشن صفحہ ۲۴۵ از رابرٹ کلارک مطبوعہ لندن ۱۹۰۴ء)

مشہور عیسائی مناد ڈاکٹر بیروز نے عیسائیت کی وسعت اور اشاعت کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"آسمانی بادشاہت پورے کرہ ارض پر محیط ہوتی جارہی ہے۔ آج دنیا بھر میں اخلاقی اور فوجی طاقت، علم و فضل، صنعت و حرفت اور تمام تر تجارت ان اقوام کے ہاتھ میں ہے جو آسمانی ابوت اور انسانی اخوت کی مسیحی تعلیم پر ایمان رکھتے ہوئے یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کرتی ہیں۔" (بیروز لیکچرز صفحہ ۱۹)

عیسائیت کی اس جارحانہ یلغار نے دنیا کے تمام مذاہب کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور ایک دنیوی آنکھ اس بات کا مشاہدہ کر رہی تھی کہ عنقریب عیسائیت تمام دنیا پر غالب آجائے گی کیونکہ عیسائیت کو فروغ دینے کیلئے حکومت برطانیہ اور دیگر عیسائی حکومتیں بے دریغ مال و دولت خرچ کر رہی تھیں اور ہر قسم کے حربے اختیار کئے جارہے تھے تاکہ خداوند یسوع مسیح کی تمام دنیا میں پرستش کی جائے۔

عیسائیت کے عالمی اثرات کے زیر عنوان اپنے ایک پبلک لیکچر میں اسلامی ممالک کے اندر عیسائیت کی عظیم الشان فتوحات پر فخر کرتے ہوئے ڈاکٹر بیروز نے یہ اعلان کیا۔

"اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضوافگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتی کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے

سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق و صداقت کی منادی کی جائے گی کہ "ابدی زندگی یہ ہے کہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے۔" (بیروز لیکچرز صفحہ ۴۲)

پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے بمقام شملہ مسیحی مبلغوں کی ایک میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سے چار پانچ گنا تیز رفتار سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔" (دی مشنز ریونڈر رابرٹ کلارک)

عیسائی دنیا نے پنجاب کو Base بنا کر عیسائیت کو ایشیا پر مسلط کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی مگر خدا تعالیٰ نے دجالیت کے طلسم کو پاش پاش کرنے کیلئے پنجاب ہی کی سرزمین کا انتخاب فرمایا اور لارڈ میکالے کے جدید نظام تعلیم کے لاگو کرنے والے مہینے یعنی فروری ۱۸۳۵ء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اس جدید دجالی فتنے کو نیست و نابود کرنے کیلئے پیدا کیا تاکہ دجالیت اپنے مکرو فریب سے عیسائیت کو اکناف عالم میں مسلط کرنے کے تار عنکبوت تیار کرلے اور خدا تعالیٰ ایک ہی زور آور حملے سے ان کے مکرو فریب اور تدبیروں کو نیست بابود کرکے رکھ دے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے اس امر کا اعلان فرمایا کہ اب دجالیت کے دن گنے جا چکے ہیں اور تمام مذاہب کو مقابلہ کی دعوت دی اگر وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں تو اسلامی تعلیم سے مقابلہ کرکے دیکھ لیں۔ آپ نے ہر قسم کے عقلی و نقلی دلائل سے ان کا باطل ہونا ثابت فرمایا اور دنیا کو اس طرف متوجہ کیا کہ اب دنیا میں نوع انسان کی راہنمائی کیلئے صرف دین حق ہی ہے مگر کسی مخالف کو مقابلہ پر آنے کی جرات نہ ہوئی۔ اگر کسی نے کچھ جرات کی تو اس کو منہ کی کھانی پڑی۔

مسلمانوں کی مذہبی حالت :۔

مسلمانوں کی درگرگوں اور حالت زار دیکھ کر مسلمانوں کے لیڈر علماء اور قوم و ملت کے ہمدرد و خیر خواہ ان کی پستی اور زوال و ادبار دیکھ کر مسلمانان ہند کی دوبارہ ترقی و اصلاح سے کلیتہ مایوس و ناامید ہو چکے تھے اس لئے کئی ایک نے تو اسلام کا مرثیہ پڑھ دیا۔ نامور شاعر شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی اپنی مسدس حالی میں مسلمانان ہند کی حالت زار کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی مدہے ہر جذر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

نہ ثروت رہی ان کی قائم نہ عزت
گئے ساتھ چھوڑ ان کا اقبال و دولت
ہوئے علم و فن ان سے ایک ایک رخصت
مٹیں خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت
رہا دیں باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

⊙☆⊙

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو سراسر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل

⊙☆⊙

چمن میں ہوا آچکی ہے خزاں کی
پھری ہے نظر دیر سے باغباں کی
صدا اور ہے بلبل نغمہ خواں کی
کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستان کی
تباہی کے خواب آ رہے ہیں نظر سب
مصیبت کی ہے آنیوالی سحر اب

⊙☆⊙

شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال نے مسلمانوں کی اسی حالت کا نقشہ یوں کھینچا

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

⊙☆⊙

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو تم سید بھی ہو مرزا بھی افغاں بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

⊙☆⊙

مشہور اہلحدیث عالم اور کثیر کتب کے مصنف نواب صدیق حسن خان بھوپالوی نے لکھا۔

"اب اسلام کا صرف نام قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

مولانا سید ابوالحسن ندوی نے لکھا۔

"اسلام عیسائیت کی طرح چند اعتقادات اور چند رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔ (سیرت سید احمد شہید صفحہ ۲۳)
مشہور مسلمان راہنما جناب سرسید احمد خاں بانی علی گڑھ تحریک اپنے ایک خط میں جو انہوں نے نواب وقار الملک صاحب کو لکھا تھا۔ مسلمانوں کی زبوں حالی اور ان کے زوال و ادبار اور دوبارہ ترقی اسلام سے مایوسی کا بایں الفاظ اظہار کرتے ہیں۔

"تعجب یہ ہے کہ جو تعلیم پاتے جاتے ہیں اور جن سے قومی بھلائی کی امید تھی وہ خود شیطان اور بدترین قوم ہوتے جاتے ہیں...... قومی رفاہ و اصلاح کی امید باقی نہیں ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ مسلمان مختلف قوم کے مختلف طبائع کے مختلف ملکوں کے اور مختلف آب و ہوا کے رہنے والے ہیں مگر سب ایک قسم کی ابتری خرابی بدانتظامی زوال و وبال کی حالت میں ہیں۔ پس کونسا امر سب میں مشترک ہے جس کے سبب کے سب یکساں حالت ہے۔ سرچارلس ترپولین کا قول سچ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشترک شے اسلام ہے ترکی کو اس نے سچ نصیحت کی تھی کہ جب تک اسلام نہ چھوڑے اصلاح نہیں ہو سکتی۔"

(مکتوبات سرسید احمد خان صفحہ ۲۷۷ مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی)

مسلمان علماء اسلام پر ہونے والی یلغار کا مقابلہ کرنے میں بے بس تھے۔ کیونکہ کمزوری کی سب سے بڑی وجہ جدید علوم سے ناواقفیت تھی ان کو قرون وسطیٰ کے زمانہ کا فلسفہ پڑھایا جاتا تھا۔ دوسرے وہ اپنے مذہب کی تعلیمات اور کتب مقدسہ سے کوئی ٹھوس واقفیت نہیں رکھتے تھے جس وجہ سے وہ جارحانہ انداز اختیار کرنے کی بجائے دفاع کرنے کے بھی قابل نہ تھے۔ ان میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ جو کوئی اس میدان میں آگے آتا وہ کفر کے فتوؤں کا نشانہ بن جاتا۔

دیگر مسلم بلاد و امصار عیسائیت اور جدید فلسفہ کی اسی یلغار کے سامنے عظیم خطرہ سے دوچار تھے۔ مسلم دنیا اور برصغیر ہند ظہر الفساد فی البر والبحر کا مصداق بن چکا تھا اور آنحضرت ﷺ کی اس زمانہ کے بارے میں پیشگوئی کو اپنی آنکھوں سے سچا ہوتے دیکھ رہتے تھے۔

یاتی علی الناس زمان لایبقیٰ من الاسلام الا اسمہ ولایبقیٰ من القرآن الا رسمہ مساجد ہم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماءھم شر من تحت ادیم السماء تخرج منہ الفتنۃ و فیھم تعود (مشکوٰۃ کتاب العلم صفحہ ۳۸)

"یعنی لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جب اسلام کا محض نام رہ جائے گا اور قرآن مجید اٹھ جانے کی وجہ سے محض اس کے نشان رہ جائیں گے مسلمانوں کی مساجد بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان میں سے فتنہ نکلے گا اور ان میں واپس لوٹے گا۔"

ان حالات میں جری اللہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اس میدان جہاد میں ایک عظیم فتح نصیب جرنیل کی صورت میں رونما ہوئے اور آپ نے تمام مذاہب کو للکارا اور دین حق کی اعلیٰ تعلیمات، قرآن حکیم کی

عظمت اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان و شوکت کو بیان فرمایا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد...... نے براہین احمدیہ کی ضرورت اور اس کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"ان ایام میں پنڈت دیانند سرسوتی کی تحریک سے بیدار ہو کر ہندوؤں میں ایک جماعت آریہ سماج کے نام سے قائم ہوئی جس نے نہ صرف ہندوؤں کے لئے ایک نیا مذہبی فلسفہ پیش کیا بلکہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ پر بھی ہندو قوم میں ایک جارحانہ روح پیدا کر دی۔

دوسری طرف ہندوستان کے مسیحی پادریوں نے بھی جو دہلی کے غدر کے بعد سے مسلمانوں کے مذہبی جوش و خروش سے کسی قدر مرعوب ہو کر سہمے ہوئے تھے اب پھر سر اٹھانا شروع کیا اور حکومت کے سایہ میں ایک نہایت پر زور مشنری مہم شروع کر دی اور ویسے بھی اس زمانہ میں صلیبی مذہب ساری دنیا میں ایک طوفان عظیم کی طرح جوش مار رہا تھا۔

تیسری طرف یہ زمانہ ہندوستان کی مشہور مذہبی تحریک برہمو سماج کے زور کا زمانہ تھا جس کا جدید مذہبی فلسفہ امن اور آشتی اور صلح کل پالیسی کے لباس میں مذہب کی عمومی روح کے لئے گویا ایک کاٹنے والی تلوار کا حکم رکھتا تھا اور چوتھی طرف اس زمانہ میں ساری دنیا کا یہ حال ہو رہا تھا کہ مغربی تہذیب و تمدن کی بظاہر خوشگوار ہوائیں جہاں جہاں سے بھی گزرتی تھیں دہریت اور مادیت کا بیج بوتی جاتی تھیں اور یہ زہر بڑی سرعت کے ساتھ ہر قوم و ملت میں سرایت کرتا جاتا تھا۔

اس چوکور خطرے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تیز اور دور بین آنکھ نے دیکھا اور آپ کی اکیلی اور بہادر روح اس مہیب خطرے کے مقابلہ کے لئے بے قرار ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیف جو براہین احمدیہ کے نام سے موسوم ہے اور چار جلدوں میں ہے اس مرکب حملہ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں خصوصیت سے الہام کی ضرورت اور اس کے علم کی وسعت خدا کی خالقیت اور اس کی مالکیت پر نہایت لطیف اور سیر کن بحثیں ہیں اور ساتھ ہی اپنا ملہم ہونا ظاہر کر کے اپنے بہت سے الہامات درج کئے گئے ہیں۔ جن میں سے بہت سے الہام آئندہ کے متعلق عظیم الشان پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں غرض یہ اس پایہ کی کتاب ہے کہ محققین نے اسے بالاتفاق اس زمانہ میں اسلامی مدافعت کا شاہکار قرار دیا۔"

(سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۷ تا ۱۸ از حضرت مرزا بشیر احمد........)

براہین احمدیہ کا چیلنج اور مذاہب عالم

چوہدری ظفر اللہ خاں طاہر استاذ الجامعہ

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"سب طالبان حق پر واضح ہو جو مقصود اس کتاب کی تالیف سے جو موسوم بالبراہین الاحمدیۃ علی حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیۃ ہے یہ ہے جو دین...... کی سچائی کے دلائل اور قرآن مجید کی حقیت کے براہین اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی صدق رسالت کے وجوہات سب لوگوں پر بوضاحت تمام ظاہر کئے جائیں اور نیز ان سب کو جو دین متین اور مقدس کتاب اور برگزیدہ نبی سے منکر ہیں ایسے کامل اور معقول طریق سے ملزم اور لاجواب کیا جائے جو آئندہ ان کو...... دم مارنے کی جگہ نہ رہے"۔ (براہین احمدیہ حصہ اول)

ظہور امام آخر الزمان اور براہین احمدیہ کا چیلنج :۔

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام ایسے زمانہ میں مامور ہوئے جب دین ہر طرف سے دشمنوں کے حملوں کی زد میں تھا۔ ہر کوئی دین حق اور قرآن مجید پر ناواجب و ناروا حملے کر رہا تھا اور رحمۃ اللعالمین ؐ کے وجود پر ایسے ناپاک حملے کئے جا رہے تھے کہ عشاق رسول ؐ کے دل زخمی ہوتے جا رہے تھے اور امت محمدیہ پر مذہبی اور غیر مذہبی لوگوں کی طرف سے ان حملوں کی وجہ سے مایوسی پھیل رہی تھی۔ دین حق کا مستقبل بظاہر تاریک نظر آ رہا تھا کہ خدائے قدوس نے دین محمد ﷺ کے روحانی فرزند حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اسی کے اذن اور اسی کی تائید و نصرت سے رہنمائی پاتے ہوئے ایک عظیم الشان کتاب تحریر فرمائی جس کا نام "البراہین الاحمدیہ علیٰ حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ **المحمدیہ**" رکھا۔

اسی کتاب میں آپ نے قرآن مجید کی حقانیت اور صدق نبوت محمدیہ پر مشتمل دلائل درج فرمائے اور ہر ایک قسم کے مخالفین کو دس ہزار روپے کی خطیر رقم کا چیلنج ان کے سامنے رکھا جو کہ براہین احمدیہ حصہ اول کے ایڈیشن اول کے صفحہ ۱۶ تا صفحہ ۸۲ پر اور موجودہ ایڈیشن کے صفحہ ۲۲ تا صفحہ ۵۲ پر مندرج ہے اور جلی حروف میں تحریر کیا گیا ہے۔ یہ چیلنج آج بھی اسی

طرح زندہ اور لاجواب ہے جیسے کہ آج سے ایک سو اٹھارہ سال قبل لاجواب تھا۔ اس چیلنج کا تجزیہ اور تبصرہ حسب ذیل ہے۔

چیلنج کے اہم بنیادی نکات :۔

(۱) "انعامی رقم۔ دس ہزار روپے" (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۲۴)

(۲) "بمقابلہ جمیع ارباب مذہب اور ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد ﷺ سے منکر ہیں۔" (صفحہ ۲۵)

(۳) "مقصد۔ اتماماً للحجۃ ہے" (صفحہ ۲۵)

(۴) "عہد جائز شرعی۔ کرتا ہوں"۔ (صفحہ ۲۵)

(۵) (الف) اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے۔ (ب) ان سب براہین اور دلائل میں۔ (ج) جو ہم نے درباره حقیقت فرقان مجید اور (د) صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ (ر) اسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کی ہیں۔ اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلاوے۔ (صفحہ ۲۵، ۲۶)

(۶) یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان میں سے (صفحہ ۲۶) یا ثلث ان میں سے (صفحہ ۲۷) یا ربع ان میں سے یعنی ۱/۴ یا خمس ان سے (صفحہ ۲۷) یعنی ۱/۵

(۷) "یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے دلائل کو نمبروار توڑ دے۔" (صفحہ ۲۷)

(۸) تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ:۔ (الف) "تین منصف مقبولہ فریقین یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آ گیا"۔ (صفحہ ۲۷۔۲۸)

(۹) "میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے و حیلے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا"۔ (صفحہ ۲۸)

(۱۰) "اگر اپنی کتاب کی دلائل معقولہ پیش کرنے سے عاجز اور قاصر رہیں یا برطریق شرط اشتہار کی خمس تک پیش نہ کر سکیں تو اسی حالت میں بصراحت تمام تحریر کرنا ہو گا جو بوجہ ناکمل یا غیر معقول ہونے کتاب کے اس شق کو پورا کرنے سے مجبور اور معذور ہے"۔ (صفحہ ۲۸، ۲۹)

(۱۱) "اگر دلائل مطلوبہ پیش کریں تو اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ جو ہم نے خمس دلائل تک پیش کرنے کی اجازت اور رخصت دی وہ اس سے ہماری مراد نہیں ہے کہ جو اس تمام مجموعہ دلائل کا بغیر کسی تفریق اور امتیاز کے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس پیش کر دیا جائے بلکہ یہ شرط ہر ایک صنف کے دلائل سے متعلق ہے اور ہر صنف کے براہین میں سے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس پیش کرنا ہو گا۔" (صفحہ ۲۹، ۳۰)

(۱۲) صنف دلائل سے مراد:۔ "جو دلائل اور براہین فرقان مجید کی کہ جن سے حقیقت اس کلام پاک کی اور صدق رسالت

کا آنحضرت ﷺ کا ثابت ہوتا ہے دو قسم پر ہیں۔ اول:۔ وہ دلائل جو اس پاک کتاب اور آنحضرت ﷺ کی صداقت پر اندرونی اور ذاتی شہادتیں ہیں۔ یعنی ایسی دلائل جو اس مقدس کتاب کے کمالات ذاتیہ اور خود آنحضرت ﷺ کی ہی خصال قدسیہ اور اخلاق مرضیہ اور صفات کاملہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ دوسری:۔ وہ دلائل جو بیرونی طور پر قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ کی سچائی پر شواہد قاطعہ ہیں یعنی ایسی دلائل جو خارجی واقعات اور حادثات متواترہ مشتبہ سے لی گئی ہیں۔" (صفحہ ۳۱ تا صفحہ ۳۳)

(۱۳) "ہریک ان دونوں قسموں کی دلائل سے دو قسم پر ہے:۔

(i) دلیل بسیط وہ دلیل ہے جو اثبات حقیت قرآن شریف اور صدق رسالت آنحضرت ﷺ کیلئے کسی اور امر کے الحاق اور انضمام کی محتاج نہیں۔ (ii) دلیل مرکب وہ دلیل ہے جو اس کے تحقق دلالت کیلئے ایک ایسے کل مجموعے کی ضرورت ہے کہ اگر من حیث الاجتماع اس پر نظر ڈالی جائے یعنی یکجائی نظر سے اس کی تمام افراد کو دیکھا جائے تو وہ کل مجموعی ایک ایسی عالی حالت میں ہو وہ جو تحقق اس حالت کا تحقق حقیت قرآن مجید اور صدق رسالت آنحضرت ﷺ کو مستلزم ہو اور جب اجزا اس کی الگ الگ دیکھی جائیں تو یہ مرتبہ برہانیت کا جیسا کہ ان کو چاہئے حاصل نہ ہو۔ اور وجہ اس تفاوت کی یہ ہے جو کل مجموعی اور کل واحد ہمیشہ متخالف فی الاحکام ہوتے ہیں جیسے ایک بوجھ کو دس آدمی اکٹھے ہو کر اٹھا سکتے ہیں اور اگر وہی دس آدمی ایک ایک ہو کر اٹھانا چاہئیں تو یہ امر محال ہو جاتا ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ اول صفحہ ۳۳ تا ۳۷)

(۱۴) "ہر واحد ان دونوں قسم کے دلائل بسیطہ اور مرکبہ سے جب اپنی خاص خاص صورتوں اور ہیئتوں اور وضعوں کے لحاظ سے تصور کئے جائیں تو ان کا نام اس کتاب میں اصناف دلائل ہے اور یہ وہی اصناف ہیں کہ جن کے التزام کیلئے ہم نے صدر اشتہار ہذا میں یہ قید لگا دی ہے جو ہر صنف کے براہین میں سے شخص متصدی مقابلہ فرقان مجید کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس پیش کرے یعنی اس صورت میں کہ جز ان کل دلائل کے پیش کرنے سے عاجز ہو جو ایک صنف کے تحت میں داخل ہیں۔" (صفحہ ۳۷ تا ۳۹)

(۱۵) "اس جگہ یہ امر زیادہ تر قابل انکشاف ہے کہ جو صاحب کسی دلیل کا کہ جس کی تعریف ابھی ہم بیان کر چکے ہیں اپنی کتاب میں سے نمونہ دکھلانا چاہیں تو ان پر واجب ہو گا کہ اگر وہ دلیل مرکب ایسی مجموعہ اجزاء سے مرکب ہو جو ہریک جز اس کا بجائے خود کسی امر پر دلیل ہو تو ان سب جزوی دلائل کا بھی کم سے کم ایک نمونہ پیش کرنا ہو گا"۔ (صفحہ ۳۹ تا ۴۰)

(۱۶) "چونکہ سمجھنا اس شرط کا محتاج تمثیل ہے اس لئے ہم بطور تمثیل کے اس جگہ اس قسم کی ایک دلیل' دلائل مرکبہ مثبتہ حقیت فرقان مجید سے تحریر کرتے ہیں اور وہ یہ ہے جو تعلیم اصولی فرقان مجید کی دلائل حکمیہ پر مبنی اور مشتمل ہے یعنی فرقان مجید ہریک اصول اعتقادی کو جو مدار نجات کا ہے محققانہ طور سے ثابت کرتا ہے اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں سے بپایہ صداقت پہنچاتا ہے جیسے وجود صانع عالم کا ثابت کرنا توحید کو بپایہ ثبوت پہنچانا ضرورت الہام پر دلائل قاطعہ کا لکھنا اور کسی احقاق حق اور ابطال باطل سے قاصر نہ رہنا۔ پس یہ امر فرقان مجید کے منجانب اللہ ہونے پر بڑی بزرگ دلیل ہے جس

سے حقیت اور افضلیت اس کی بوجہ کمال ثابت ہوتی ہے کیونکہ دنیا کے تمام عقائد فاسدہ کو ہریک نوع اور صنف کی غلطیوں سے بدلائل واضح پاک کرنا اور ہر قسم کے شکوک اور شبہات کو جو لوگوں کے دلوں میں داخل کر گئے ہوں براہین قاطعہ سے مٹا دینا اور ایسا مجموعہ اصول مدللہ محققہ مشتبہ کا اپنی کتاب میں درج کرنا کہ نہ پہلے اس سے وہ مجموعہ کسی الہامی کتاب میں درج ہو اور نہ کسی ایسے حکیم اور فلیسوف کا پتہ مل سکتا ہو کہ جو کبھی کسی زمانہ میں اپنی نظر اور فکر اور عقل اور قیاس اور فہم اور ادراک کے زور سے اس مجموعہ کی حقیقی سچائی کا دریافت کرنے والا ہو چکا ہو اور نہ کبھی کسی بھلے مانس نے ایک ذرہ اس بات کا ثبوت دیا ہو جو آنحضرت ﷺ کبھی کوئی ایک آدھ دن کسی مدرسہ یا مکتب میں پڑھنے بیٹھے تھے یا کسی سے کچھ علم معقول یا منقول سیکھا تھا یا کبھی کسی فلسفی اور منطقی سے ان کی صحبت اور مخالطت رہی تھی کہ جس کے اثر سے انہوں نے ہریک اصول حقہ پر دلائل فلسفہ قائم کر کے تمام عقائد مدار نجات کی حقیقی سچائی کو ایسا کھول دیا کہ جس کی نظیر صفحہ روزگار میں کبھی نہیں پائی جاتی۔ یہ ایسا کام ہے کہ بجز تائید الٰہی اور الہام ربانی کے ہرگز کسی سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ پس ناچار عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہے جو قرآن شریف اس خدائے واحد لاشریک کی کلام ہے کہ جس کے علم کے ساتھ کسی انسان کا علم برابر نہیں۔

یہ دلیل ہے جو ہم نے بطور نمونہ کے ان دلائل موکبہ میں سے لکھی ہے کہ جن کا مجموعہ اجزا تمام ایسی جزوں سے مرکب ہے کہ وہ سب جزیں دلائل ہی ہیں۔ چنانچہ اس دلیل کے اجزا سب کے سب وہ دلائل ہیں جو عقائد حقہ پر قائم کی گئی ہیں اور چونکہ یہ دلیل بھی اصناف دلائل میں سے ایک صنف ہے اس لئے جیسا کہ مخاصم پر تمام اصناف دلائل کا پیش کرنا فرض ہے اس لئے اس دلیل کی تالیف اور ترکیب ہے اور جن کی ہیئت اجتماعی سے اس کا وجود تیار ہوتا ہے جیسی دلیل اثبات وجود صانع دلیل اثبات توحید دلیل اثبات خالقیت باری تعالیٰ وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہ دلائل کے اجزا ہیں اور وجود کل کا بغیر وجود اجزا کے ممکن نہیں اور نہ تحصل کسی ماہیت کا بدون اس کی جزوں کے ہو سکتا ہے۔ پس مخاصم پر لازم ہے جو ان تمام جزوی دلائل کو بھی پیش کرے۔ ہاں یہ اختیار ہے کہ جہاں بھی مثلاً کسی اصول کے اثبات پر پانچ دلیلیں لکھی ہوں مخاصم صاحب اس کے اثبات پر یا اس کے ابطال پر یعنی جیسا کہ رائے اور اعتقاد ہو صرف ایک ہی دلیل بپابندی انہیں شرائط اور انہیں حدود کے جو اشتہار ہذا میں ہم ذکر کر چکے ہیں اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھلاویں۔" (صفحہ ۴۰ تا ۵۲)

(۱۷) "یہ امر بھی قابل گزارش ہے کہ اگر کوئی صاحب برطبق شرائط مندرجہ اشتہار کے جواب اس کتاب کا لکھنا چاہیں تو ان پر لازم ہوگا کہ جیسا کہ اس اشتہار میں قرار پا چکا ہے دونوں طور پر جواب تحریر فرماویں یعنی بغرض مقابلہ دلائل فرقان مجید کے اپنی کتاب کے دلائل بھی پیش کریں اور ہمارے دلائل کو بھی توڑ کر دکھلاویں اور اگر اپنی کتاب کی دلائل بالمقابل پیش نہیں کریں گے اور صرف ہماری دلائل کی جرح قدح کی طرف متوجہ ہوں گے تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ صرف اپنی کتاب کی دلائل حقیت پیش کرنے سے بکلی عاجز ہیں"۔ (صفحہ ۸۲)

(۱۸) "اور اگر اس کتاب کا رد لکھنے والا کوئی ایسا شخص ہو جو کسی کتاب الہامی کا پابند نہیں جیسے برہمو سماج والے ہیں تو اس پر

صرف یہی واجب ہوگا جو ہمارے سب دلائل کو نمبروار توڑ کر دکھلاوے اور اپنے مخالفانہ خیالات کو بمقابلہ ہمارے عقائد کل عقلی دلائل سے ثابت کر کے دکھلاوے۔ پس اگر کوئی ایسا شخص بھی اٹھا تو اس عبرت انگیز تحریرات سے بھی لوگوں کو بڑا فائدہ ہوگا"۔ (صفحہ ۸۶'۸۷)

(۱۹) "اس جگہ یہ بھی التماس ہے کہ جو صاحب رد لکھنے کی طرف متوجہ ہوں وہ اس بات کو یاد رکھیں کہ اگر اظہار حق منظور ہے اور انصاف مدنظر ہے اور پورا کرنا شرط اشتہار کا مقصود خاطر ہے تو ہماری دلائل کو اپنی کتاب میں تمام و کمال نقل کریں اور نمبروار جواب دیں اس طرح پر کہ اول ہماری دلیل کو بالفاظہ درج فرماویں اور پھر اس کا جواب بہ تصریح لکھیں کہ جس میں کسی طرح کا اجمال و اہمال نہ ہو کہ تا ہریک مصنف پر نظر ڈالتے ہی روشن ہو جائے کہ جواب ادا ہو گیا یا نہیں کیونکہ خلاصوں میں پوری پوری کیفیت استدلال معلوم نہیں ہو سکتی"۔ (صفحہ ۸۷)

(۲۰) "یہ امر بھی ہریک صاحب پر روشن رہے کہ ہم نے اس کتاب میں جس قدر دلائل کی حقیقت قرآن مجید اور براہین صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ لکھی ہیں یا جو جو فضائل اور محاسن قرآن شریف کے اور آیات بینات منجاب اللہ ہونے اس کتاب کے کتاب ھذا میں درج کئے ہیں یا جس طور کا اس کی نسبت کوئی دعویٰ کیا ہے وہ سب دلائل وغیرہ اسی مقدس کتاب سے ماخوذ اور مستنبط ہیں یعنی دعویٰ بھی وہی لکھا ہے جو کتاب ممدوح نے کیا ہے اور دلیل بھی وہی لکھی ہے جو اسی پاک کتاب نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ نہ ہم نے فقط اپنے ہی قیاس سے کوئی دلیل لکھی ہے اور نہ کوئی دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ جا بجا وہ سب آیات کہ جن سے ہماری دلائل اور دعاوی ماخوذ ہیں درج کرتے گئے ہیں۔ پس جو صاحب بظاہر ہماری دلائل کے کچھ اپنی کتاب کے متعلق لکھنا چاہئیں یا کوئی دعویٰ کریں تو ان پر بھی لازم ہے جو پابندی اس طریق معہود ہمارے کے کاربند ہوں یعنی وہی دعویٰ اور وہی دلیل نفس کتاب اور اصول کتاب کے اثبات کی نسبت پیش کریں جو ان کی کتاب میں مندرج ہو اور اس جگہ یہ بھی یاد رکھیں کہ دلیل سے مراد ہماری عقلی دلیل ہے کہ جس کو معقول لوگ اپنے مطالبہ کے اثبات میں پیش کیا کرتے ہیں۔ کوئی کتھا یا قصہ یا کہانی مراد نہیں ہے۔ غرض ہریک باب میں عقلی دلیل جو کتاب الہامی میں درج ہو دکھلاویں اور صرف اپنے ہی خیال سے کوئی قیاسی امر بیان کرنا جس کا کوئی اصل صحیح کتاب میں نہیں پایا جاتا روا نہ رکھیں۔" (صفحہ ۸۸'۸۹)

(۲۱) "بخدمت جملہ صاحبان یہ بھی عرض ہے کہ یہ کتاب کمال تہذیب اور رعایت آداب سے تصنیف کی گئی ہے اور اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقہ کی کسر شان لازم آوے اور خود ہم ایسے الفاظ کو صراحتاً یا کنایتاً اختیار کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجہ کا شریر النفس خیال کرتے ہیں۔ سو اسی طرح ہریک اپنے شریف مخاطب کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ ان کی کوششیں بھی اس بارے میں مصروف رہنی چاہئیں کہ تمام تحریر ان کی بشرطیکہ کچھ تحریر کریں جیسا کہ مہذب اشخاص کے لائق ہے سراسر تہذیب پر مبنی ہو اور اوباشانہ کلام اور ہجو اور ہتک مقدسین اور رسولوں اور نبیوں سے بکلی پاک ہو۔ یہ منصب تالیفات مذہبی کا بڑا نازک منصب ہے۔" (صفحہ ۹۰-۹۱)

(۴۲) ”اس جگہ ہم اس بات کو بھی کھول کر بیان کر دیتے ہیں کہ جو صاحب بعد اشاعت اس کتاب کے راستبازوں کی طرح اس کی دلائل توڑنے کی طرف متوجہ نہ ہوں اور یونہی اپنے رسالوں اور اخباروں اور تقریروں اور تحریروں میں عوام کو دھوکہ دینے کیلئے اسلام کے چشمہ پاک کا کدورت ناک ہونا بیان کریں یا اپنے گھر میں ہی تعلیم فرقانی کو قابل اعتراض ٹھہراویں تو ایسے صاحب خواہ عیسائی ہوں خواہ ہندو خواہ برہمو سماج والے یا کوئی اور ہوں بہرحال یہ فعل ان کا دیانت اور پاک طینتی کے برخلاف سمجھا جائے گا۔“ (صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳)

انعامی چیلنج پر رد عمل :۔

اشتہار دس ہزار کے انعامی چیلنج پر جو رد عمل ہوا اس کے متعلق حضرت اقدس نے فرمایا:۔

”کئی ایک پادری صاحبوں اور ہندو صاحبوں نے جوش میں آکر اخبار ”سفیر ہند“ اور ”نور افشاں“ اور رسالہ ”ودیا پرکاشک“ میں ہمارے نام طرح طرح کے اعلان چھپوائے ہیں جن میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ضرور ہم رد اس کتاب کی لکھیں گے“۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم: روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۵۵)

مخالفین کے اس طرز عمل کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

”ہم ان کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ ذرا صبر کریں اور جب کوئی حصہ کتاب کی فصلوں میں سے چھپ سکتا ہے تب جتنا چاہیں زور لگالیں۔ ایک عام مقولہ مشہور ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں۔ سو ہم سچ پر ہیں۔ ہمارے سامنے کسی پادری یا پنڈت کی کیا پیش جا سکتی ہے اور کسی کی نرمی زبان کی فضول گوئی سے ہمارا کیا بگڑ سکتا ہے بلکہ ایسی باتوں سے خود پادریوں اور پنڈتوں کی دیانتداری کھلتی جاتی ہے کیونکہ جس کتاب کو ابھی نہ دیکھا اور نہ بھالا اس کی براہین سے کچھ اطلاع نہ اس کے پایہ تحقیقات سے کچھ خبر اس کی نسبت جھٹ پٹ مونہہ کھول کر رد نویسی کا دعویٰ کر دینا کیا یہی ان لوگوں کی ایمانداری اور راستبازی ہے؟ اے حضرات جب آپ لوگوں نے ابھی میری دلائل کو ہی نہیں دیکھا تو پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ان تمام دلائل کا جواب لکھ سکیں گے؟ جب تک کسی کو کوئی حجت نکالی ہوئی یا کوئی برہان قائم کی ہوئی یا کوئی دلیل لکھی ہوئی معلوم نہ ہو اور پھر اس کو جانچا نہ جائے کہ یقینی ہے یا ظنی اور مقدمات صحیحہ پر مبنی ہے یا مغالطات پر تب تک اس کی نسبت کوئی مخالفانہ رائے ظاہر کرنا اور خواہ نخواہ اس کے رد کے لکھنے کیلئے دم زدنی کرنا اگر تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جب آپ لوگوں نے قبل از دریافت اصل حقیقت رد لکھنے کی پہلے ہی ٹھیرالی تو پھر کب نفس امارہ آپ کا اس بات سے باز آنے کا ہے جو بات بات میں فریب اور تدلیس اور خیانت اور بددیانتی کو کام میں لایا جائے تا کسی طرح یہ فخر حاصل کریں کہ ہم نے جواب لکھ دیا۔“ (براہین احمدیہ حصہ دوم: روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۵۵، ۵۶)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مخالفین کو ہر طرح سے اس مقابلہ کیلئے آنے پر ابھارا تا حق و باطل کا فیصلہ ہو۔ چنانچہ ایک مقام پر مخالفین کو غیرت دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آپ سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں' بیکن کا اوتار دھاریں' ارسطو کی نظر اور فکر لاویں' اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کیلئے ہاتھ جوڑیں پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے آپ لوگوں کے آلہہ باطلہ۔ جب تک اس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو ایشرکرت اور ست ودیا اور باقی سارے پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفت حیا اور شرم سے دور سمجھیں"۔　　(براہین احمدیہ حصہ دوم: روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۶'۵۷)

سوامی پنڈت دیانند سرسوتی آریہ سماجی لیڈر کا سکوت :۔

مگر اس طور پر غیرت دلانے اور بار بار مقابلہ پر ابھارنے کے باوجود کوئی شخص بھی سیدھے طور پر اور شرائط کی پابندی کے ساتھ مقابل پر نہ آیا اور نہ آسکتا تھا حتی کہ ہندو فرقہ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی صاحب جو کہ اس چیلنج کے اولین مخاطبین میں سے تھے اس کے جواب کے سلسلہ میں بالکل ساکت و مبہوت رہ گئے حالانکہ قبل ازیں وہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب میں دین حق اور قرآن شریف پر اعتراضات کر چکے تھے اور اس لحاظ سے ان کے بالمقابل آنے کے نمایاں امکانات موجود تھے نیز وہ اس اشتہار کی اشاعت کے بعد تین سال تک زندہ بھی رہے۔ سوامی پنڈت دیانند سرسوتی کا ذکر کرتے ہوئے پنڈت لیکھرام لکھتا ہے۔

"سوامی جیو خود آریہ تھے اور ان کے گرو بھی آریہ' بے شک بانی مبانی آریہ سماجیوں کے وہی ہیں مگر بذریعہ ہدایات وید مقدس کے جیسا کہ سناتن سے آریہ مہاتما کرتے چلے آئے ہیں سوامی جی نے ہم کو ایک گنجینہ لایزالی کا دفینہ بتلایا اور تصدیق زبانی کے واسطے برہان قاطع کا جلوہ بھی دکھایا"۔

(تکذیب براہین احمدیہ جلد اول: صفحہ ۸ کالم نمبر ۲)

مگر آریہ سماج کے یہ بانی اور مذکورہ صفات کے حامل پنڈت دیانند کبھی مقابل پر نہ آئے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اس عاجز کے دس ہزار روپیہ کے اشتہار کا اول نشانہ وہی تھے اور اسی وجہ سے ایک مرتبہ رسالہ **"برادر ہند"** میں بھی ان کیلئے اعلان چھپوایا گیا تھا مگر ان کی طرف سے کبھی صدا نہ اٹھی یہاں تک کہ خاک میں یا راکھ میں جا ملے"۔　　(براہین احمدیہ حصہ چہارم: روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶۴۱ حاشیہ نمبر ۱۱)

مخالفین کو مقابل پر لانا :۔

پھر آپ نے مخالفین کو قسم دیتے ہوئے بالمقابل آنے کے لئے آمادہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر آپ لوگ کوئی بھاری صداقت لیئے بیٹھے ہیں جس کی نسبت تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے کمال جانفشانی اور عرق ریزی اور موشگافی سے اس کو پیدا کیا ہے اور جو تمہارے گمان باطل میں قرآن شریف اس صداقت کے بیان کرنے سے قاصر ہے تو تمہیں قسم ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر وہ صداقت ہمارے روبرو پیش کرو تا ہم تم کو قرآن شریف میں سے نکال کر دکھلا دیں۔ مگر پھر مسلمان ہونے پر مستعد رہو"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم: روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۲۷ حاشیہ نمبر ۱۱)

پنڈت شیو نرائن صاحب اگنی ہوتری برہمو سماجی لیڈر کی تنقید :۔

پنڈت شیو نرائن صاحب اگنی ہوتری جو کہ برہمو سماج لاہور کے اعلیٰ ممبر تھے انہوں نے براہین کا جواب تو نہ دیا نہ جواب اور رد لکھنے کی شرائط کو پورا کیا البتہ ایک ریویو لکھا جس میں ضرورت کلام الٰہی کے سلسلہ میں حضرت اقدس کی طرف سے مندرج دلائل پر اعتراضات کئے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"انہوں نے اس بارہ میں بہت ہی ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور بڑی جان کنی سے ایک ریویو بھی لکھا ہے"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم: روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۳۷۸۔۳۷۹ حاشیہ نمبر ۱۱)

لیکن اس ریویو میں اول تو انہوں نے صرف ایک مختصر سے حصہ کو لے کر اعتراضات کئے ہیں دوسرے ان تمام تر اعتراضات کے جوابات پہلے ہی حضرت اقدسؑ براہین احمدیہ میں درج فرما چکے تھے مگر اتمام حجت کی غرض سے آپ نے براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۳۷۹ حاشیہ نمبر ۱۱ میں دوبارہ ان وساوس کو رد فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اگرچہ پنڈت صاحب کی وہ تحریر اس لائق ہرگز نہیں کہ اس کے رد کرنے کی طرف توجہ کی جائے بلکہ خود ہمارے مضمون گزشتہ کو غور سے پڑھنا اس کے رد کیلئے کافی و وافی ہے۔ لیکن اس جہت سے کہ تا پنڈت صاحب کچھ افسوس نہ کریں یا ان کے بعض رفیق ہماری اس خاموشی کو اپنی خوش فہمی سے کسی طور کے عجز پر حمل نہ کر بیٹھیں قرین مصلحت معلوم ہوا کہ گو پنڈت صاحب کی تحریر کیسی ہی بے حقیقیت ہے تب بھی منصفین پر اس کی اصلیت ظاہر کی جائے"۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم: روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۳۷۹ حاشیہ نمبر ۱۱)

پنڈت شیو نرائن اگنی ہوتری نے پرچہ "دھرم جیون" جنوری ۱۸۸۳ء میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ دانشمند انسان ایسی کتاب تالیف کر سکتا ہے کہ جو کمالات میں مثل قرآن شریف کے یا اس سے بڑھ کر ہو۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا:۔

"اب چونکہ پنڈت صاحب بھی دانشمند ہی ہیں بلکہ اپنی قوم کے ریفارمر اور مصلح ہونے کا دم مارتے ہیں اس لئے یہ بار ثبوت انہی کے ذمہ ہے کہ وہ ایسی کتاب تالیف کر کے دکھلا دیں اور جس طرح قرآن شریف باوجود کمال

ایجاز جامع تمام حقائق و دقائق ہے اور جس طرح قرآن شریف باوجود التزام حق اور حکمت اور صداقت کے اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت پر ہے اور جس طرح قرآن شریف اعلیٰ درجہ کی پیشین گوئیوں اور امور غیبیہ سے بھرا ہوا ہے اور جس طرح قرآن شریف اپنی پاک تاثیروں کی وجہ سے سچے طالبوں کے دلوں کو پاک کرکے آسمانی روشنی سے منور کرتا ہے اور ان میں وہ خاص برکتیں پیدا کرتا ہے جو دوسرے مذہبوں میں نہیں پائی جاتیں جیسا کہ ہم نے ان سب باتوں کو اپنی کتاب میں ثابت کر دیا ہے اور کامل ثبوت دے دیا ہے اسی طور اور اسی شان کی کوئی اور کتاب تالیف کرکے پیش کریں۔

کار　ناگفتہ　تو　با　کسے　ندارد
بیار　دلیلش　چوگفتی　ولیکن

لیکن ہم پنڈت صاحب پر ظاہر کرتے ہیں کہ کسی انسان کیلئے ہرگز ممکن نہیں کہ وہ امور متذکرہ بالا کو جو طاقت انسانی سے بلند تر ہیں اپنے کلام میں پیدا کر سکے مگر خدا کے کلام میں ان امور کا جمع ہونا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے"۔　(براہین احمدیہ حصہ چہارم: روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۳۹۲، ۳۹۳ حاشیہ نمبر ۱۱)

پنڈت شیو نرائن صاحب اگنی ہوتری کی دوڑ یہاں ہی ختم ہو گئی اور لاجواب ہو کر مقابلہ سے ایک طرف ہو گئے اور چپ سادھ لی۔

ان کے علاوہ بعض دوسرے برہمو سماجیوں نے پرچہ "رفاہ عامہ" میں حصہ سوم کے رد کی طرح ڈالی مگر وہ بھی قبل از وقت پیشگوئی کے مطابق ذلیل ہو کر خاموش ہو گئے۔　(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۳)

پنڈت لیکھرام آریہ سماجی لیڈر میدان مقابلہ میں :۔

آریہ سماجی لیڈر پنڈت لیکھرام نے اس سلسلہ میں پیش قدمی کی جرات کی۔ لیکھرام ایک برہمن تھا جس کے باپ کا نام تارا سنگھ تھا۔ لیکھرام ۱۸۵۶ء میں موضع سید پور تحصیل چکوال ضلع جہلم میں پیدا ہوا۔ ۱۸۷۶ء میں محکمہ پولیس میں ملازم ہو گیا۔ ۱۸۸۲ء میں صوابی میں تھا۔ ۱۸۸۴ء تک پشاور میں سارجنٹ نقشہ نویس رہنے کے بعد مستعفی ہو گیا اور پھر آریہ سماج پشاور کا صدر بن گیا۔ لیکھرام نے شعوری طور پر براہین احمدیہ کا رد لکھنے کی طرف قدم اٹھایا اور "تکذیب براہین احمدیہ" کے نام سے رد لکھنے کی کوشش کی جو کہ "کلیات آریہ مسافر" میں شائع ہو چکی ہے۔ مگر افسوس کہ پنڈت صاحب نے نہ تو کسی شرط کو پورا کیا اور نہ ہی وید کے اثبات و حقانیت پر دلائل درج کئے اور نہ ہی حقیت قرآن [illegible] م اور رسول اللہ ﷺ پر دیئے گئے دلائل کو رد کیا۔ اگر کیا تو صرف یہ کیا کہ وہی عامیانہ اور گندے اعتراضات کئے جو صرف اور صرف پادریوں کی نقل ہیں۔

لیکھرام نے آغاز کتاب میں ہی مقابلہ سے دستبرداری اختیار کرتے ہوئے لکھا:۔

"مجھے انعام صرف انصاف خاص و عام درکار ہے نہ کہ زر مندرجہ اشتہار۔ کیونکہ ایسے انعام بطور مکرانعام صرف وعدہ اور دکھلانے کے ہوتے ہیں نہ دینے اور دلانے کے۔ اگر جواب معقول ہوا تو اہل انصاف مقبول فرماویں ورنہ اختیار باقی ہے۔ (کلیات آریہ مسافر حصہ سوم: صفحہ ۳۲۷) (تکذیب براہین احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۲)

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ محض راہ فرار نہیں تو اور کیا ہے جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر قسم کی ضمانت دینے کیلئے تیار ہیں تو پھر یہ کہنا کہ یہ محض دکھلانے کے ہوتے ہیں کیسا بے محل اور غلط ہے۔ اس کے بعد لیکھرام نے لکھا اور وعدہ تو یہ کیا کہ:۔

"پس مرزا صاحب کے دلائل کا ضعف نمبروار بتلاؤں گا اور ابطال ان کا استدلال قاطع بہم پہنچاؤں گا"۔

(کلیات آریہ مسافر حصہ سوم: صفحہ ۳۲۷) (تکذیب براہین احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۲)

مگر سوائے چند مخصوص مقامات منتخبہ سے جو صرف آریہ سماج کے متعلق تھے اس نے خامہ فرسائی کی اور اشتہار کو مدنظر نہ رکھا۔ حضرت حکیم مولانا حکیم نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول......) نے لیکھرام کی اس کتاب کا رد "تصدیق براہین احمدیہ" میں اسی دور میں شائع کروا دیا تھا اور اس میں تفصیل کے ساتھ ہر بات کا رد موجود ہے۔ اس طرح لیکھرام کے مزعومہ جواب کی صورتحال اہل انصاف کے سامنے کھل کر آگئی۔

پھر پنڈت لیکھرام نے اپنے مذہب کے ۱۵ نامی علماء کے نام درج کئے اور یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ بڑے بڑے علماء و فاضل آریہ سماج میں موجود ہیں مگر ان بڑے بڑے عالموں کے براہین احمدیہ کے جواب نہ لکھنے اور چیلنج قبول نہ کرنے کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ۔

"آپ کی طرف عدم توجہ کا تو اعلیٰ سبب یہی ہے کہ ہمیں پہلے اپنی قوم کی اصلاح کرنی منظور ہے اور اول خویش بعدہ درویش کی مثل مشہور ہے ورنہ میدان مباحثہ کی ہر ایک آریہ سماج میں آزادی ہے"۔

(کلیات آریہ مسافر حصہ سوم: صفحہ ۳۳۳ کالم نمبر۲) (تکذیب براہین احمدیہ جلد اول صفحہ ۸ کالم نمبر۲)

اس طرح گویا انہوں نے یہ اقرار کر لیا کہ آریہ سماج براہین احمدیہ کے چیلنج کو اس وجہ سے قبول کرنے سے معذور ہے کہ ابھی آریہ سماج کے علماء کو ممبران آریہ سماج کی اصلاح کرنی ہے۔ ان کی اصلاح سے فارغ ہو کر براہین احمدیہ کا رد لکھیں گے۔ نہ یہ اصلاح ہوگی اور نہ رد لکھنے کی نوبت آئے گی۔ مثل مشہور ہے "نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی" اس طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان سچ ثابت ہوا اور ہمیشہ سچ ثابت ہوتا رہے گا کہ:۔

"اس کتاب میں یہ بھی خوبی ہے جو اس میں معاندین کے بے جا عذرات رفع کرنے کیلئے اور اپنی حجت ان پر پوری کرنے کیلئے خوب بندوبست کیا گیا ہے یعنی ایک اشتہار تعدادی دس ہزار روپیہ کا اسی غرض سے اس میں داخل کیا گیا ہے کہ تا منکرین کو کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے اور یہ اشتہار مخالفین پر ایک ایسا بڑا بوجھ ہے کہ جس سے

سبکدوشی حاصل کرنا قیامت تک ان کو نصیب نہیں ہو سکتا اور نیز یہ ان کی مفکرانہ زندگی کو ایسا تلخ کرتا ہے جو انہیں کا جی جانتا ہو گا"۔ (براہین احمدیہ حصہ اول: روحانی خزائن جلدا صفحہ ۹-۱۰)

لیکھرام نے اپنی اس کتاب میں بد زبانی کی انتہاء کر دی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کی برکت سے سلسلہ وحی و الہام جاری ہونے کے جو دلائل اپنے وجود کے ذریعہ پورا ہونے کا ذکر فرمایا تھا ان کو دھوکہ دہی اور رقم کے حصول کا ذریعہ قرار دیا مگر خدا تعالیٰ کا انتقام دیکھئے کہ اسی ترنگ میں اس نے ایک جگہ لکھا:-

"ہم کہتے ہیں کہ کسی وقت بلکہ عنقریب ہی آپ کے واسطے قبر کھودیں گے"۔

(کلیات آریہ مسافر حصہ سوم: صفحہ ۳۶۸) (تکذیب براہین احمدیہ صفحہ ۴۳)

اپنی اس قسم کی دریدہ دہنی اور سخت زبانیوں کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنا اور یہ مقابلہ ایک روحانی رنگ پکڑ گیا۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر اس کی ہلاکت کی پیشگوئی فرمائی اور اس کی مکمل تفصیلات اور معین عرصہ بھی بتا دیا اور ان پیش خبریوں کے عین مطابق پنڈت لیکھرام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء بروز ہفتہ نامعلوم شخص کے ذریعہ قتل ہو گیا اور اس طرح یہ مقابلہ اپنے انجام کو پہنچا اور وہ شخص جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عنقریب قبر کھودنے کی پیشگوئیاں کر رہا تھا خود اس کو قبر بھی نصیب نہ ہوئی بلکہ گؤ سالہ سامری کی طرح اس کی راکھ کو دریا برد کر دیا گیا۔ اس طرح حضرت اقدس کی پیشگوئی پوری ہوئی۔

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

عیسائیت کو دعوت اور رد عمل :-

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کو بھی بار بار علیحدہ طور پر بھی مخاطب کر کے مقابلہ کیلئے بلایا۔ چنانچہ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:-

"حضرات! آپ خوب یاد رکھیں کہ انجیل اور توریت کا کام نہیں کہ کمالات فرقانیہ کا مقابلہ کر سکیں۔ دور کیوں جائیں انہیں دو امروں میں کہ جو اب تک اس کتاب میں فضائل فرقانیہ میں سے بیان ہو چکے ہیں مقابلہ کر کے دیکھ لیں یعنی۔

اول وہ امر کہ جو متن میں تحریر ہو چکا ہے کہ فرقان مجید تمام الٰہی صداقتوں کا جامع ہے اور کوئی محقق اور کوئی ایسا باریک دقیقہ الٰہیات کا پیش نہیں کر سکتا کہ جو قرآن شریف میں موجود نہ ہو سو آپ کی انجیل اگر کچھ حقیقت رکھتی ہے تو آپ پر لازم ہے کہ کسی مخالف فریق کے دلائل اور عقائد کو مثلاً برہمو سماج والوں یا آریہ سماج والوں یا دھریہ کے شبہات کو انجیل کے ذریعہ سے عقلی طور پر رد کر کے دکھلاؤ اور جو جو خیالات ان لوگوں نے ملک میں

پھیلا رکھے ہیں ان کو اپنی انجیل کے معقولی بیان سے دور کر کے پیش کرو اور پھر قرآن شریف سے انجیل کا مقابلہ کر کے دیکھ لو اور کسی ثالث سے پوچھ لو کہ محققانہ طور پر انجیل تسلی کرتی ہے یا قرآن شریف تسلی کرتا ہے۔

دوسرے وہ امر جو حاشیہ در حاشیہ نمبر ایک میں لکھا گیا ہے یعنی یہ کہ قرآن شریف باطنی طور پر طالب صادق کا مطلوب حقیقی سے پیوند کرا دیتا ہے اور پھر وہ طالب خدائے تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہو کر اس کی طرف سے الہام پاتا ہے جس الہام میں عنایات حضرات احدیت اس کے حال پر مبذول ہوتی ہیں اور مقبولین میں شمار کیا جاتا ہے اور اس الہام کا صدق ان پیشین گوئیوں کے پورا ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اس میں ہوتی ہیں"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم: روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۳۰۲ حاشیہ نمبر ۲)

مگر باوجود بڑے بڑے علماء بائبل اور پادریوں کے کوئی بھی سیدھے طور پر مقابلہ کیلئے آمادہ نہ ہوا البتہ پادری عماد الدین نے فصاحت و بلاغت قرآن پر اعتراض کیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

پادری عماد الدین نے اپنی کتاب ہدایت المسلمین میں اور اسی کی نقل میں باوا نرائن سنگھ امرتسری نے اپنے رسالہ ودیا پرکاشک میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی فصاحت و بلاغت پر یہ اعتراض کیا تھا کہ الرحمان الرحیم جو بسم اللہ میں واقع ہیں یہ فصیح طرز پر نہیں۔ اگر رحیم الرحمان ہوتا تو یہ فصیح اور صحیح طرز تھی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا مفصل جواب دیا اور فرمایا کہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت تو مسلم ہے کیونکہ عرب کے تمام اہل زبان جو ماہر فصاحت و بلاغت تھے اور ساتھ معاند و مخالف قرآن تھے وہ باوجود مخالفت کے اس کی بلاغت و فصاحت کو تسلیم کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پادری عماد الدین اس اہلیت کا آدمی نہیں ہے کہ جسے اعتراض کرنے کا حق ہو کیونکہ یہ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت سے بے بہرہ ہے اور:۔

"اگر شک ہے تو اس کو قسم ہے کہ آزما کر دیکھ لے اور ہم خود اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اگر پادری عماد الدین صاحب ہم سے درخواست کریں تو ہم کوئی عربی آدمی بہم پہنچا کر کسی مقررہ تاریخ پر ایک جلسہ کریں گے جس میں چند لائق ہندو ہوں گے اور چند مولوی مسلمان بھی ہوں گے اور عماد الدین صاحب پر لازم ہوگا کہ وہ بھی چند عیسائی بھائی اپنے ساتھ لے آویں اور پھر سب حاضرین کے روبرو اول عماد الدین صاحب کوئی قصہ جو اسی وقت ان کو بتلایا جائے گا عربی زبان میں بیان کریں اور پھر وہی قصہ وہ عربی صاحب کہ جو مقابل پر حاضر ہوں گے اپنی زبان میں بیان فرماویں۔ پھر اگر مصنفوں نے یہ رائے دے دی کہ عماد الدین نے ٹھیک ٹھیک عربوں کے مذاق پر عمدہ اور لطیف تقریر کی ہے تو ہم تسلیم کر لیں گے ان کا اہل زبان پر نکتہ چینی کرنا کچھ جائے تعجب نہیں بلکہ اسی وقت پچاس روپیہ نقد بطور انعام ان کو دیئے جائیں گے"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم: روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۴۳۴ حاشیہ نمبر ۱۱)

اس پر عماد الدین صاحب خاموش ہو گئے اور اپنی عربی دانی کا کوئی ثبوت فراہم نہ کیا۔ اس طرح اپنی خاموشی سے حقیت کلام مجید پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ تاہم وہ لوگ جو نہ تو مقابل پر آنے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ ہی اعتراضات سے باز آتے تھے۔ نہ تقویٰ اختیار کرتے تھے نہ زبان بند رکھتے تھے ان کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"جس حالت میں ہم نے اسی کتاب میں انجیلی تعلیم کا حقانیت سے بے نصیب ہونا اور قرآنی تعلیم کا مجمع الانوار ہونا صدہا دلائل سے ثابت کر دیا ہے اور اس پر نہ صرف دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا بلکہ ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو طیار ہیں۔ اب منصفو!! نظر کرو اور خدا کے واسطے ذرہ دل کو صاف کر کے سوچو کہ ہمارے مخالفوں کی ایمانداری اور خدا ترسی کس قسم کی ہے کہ باوجود لاجواب رہنے کے پھر بھی فضول گوئی سے باز نہیں آتے"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم: روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۹۸ حاشیہ نمبر ۲)

عیسائیوں میں سے پادری ٹھاکر داس صاحب نے بھی براہین احمدیہ کے خلاف شور بلند کیا مگر یہ محض شور ہی تھا اور وہ اس کا جواب لکھنے کی توفیق نہ پا سکے۔

الغرض براہین احمدیہ ایک لاجواب تصنیف ہے۔ اس کا چیلنج مذاہب عالم کیلئے ایک بھاری چیلنج ہے جس کا رد مخالفین کیلئے ناممکن ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"سب طالبان حق پر واضح ہو جو مقصود اس کتاب کی تالیف سے جو موسوم "بالبراہین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ" ہے یہ ہے جو دین اسلام کی سچائی کے دلائل اور قرآن مجید کی حقیت کے براہین اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی صدق رسالت کے وجوہات سب لوگوں پر بوضاحت تمام ظاہر کئے جائیں اور نیز ان سب کو اس دین حق اور مقدس کتاب اور برگزیدہ نبی سے منکر ہیں ایسے کامل اور معقول طریق سے ملزم اور لاجواب کیا جائے جو آئندہ ان کو بمقابلہ اسلام کے دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے"۔ (براہین احمدیہ حصہ اول: روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۳، ۲۴)

بقیہ خطبہ جمعہ :-

طریق سے باندھا ہے۔ ایک کھانا اور ایک اس کھانے کا انجام۔ جو انجام ہے وہ تو ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اس میں تو کوشش کرنی چاہئے جلد سے جلد کہ فارغ ہو اور پھر نماز کی طرف جاؤ۔ لیکن جو آغاز ہے جو وہ انجام پیدا کرتا ہے جو ہمارے بس میں ہے۔ بس ایسے وقت میں کھانوں کے اوقات نہ رکھو جو نماز سے ٹکرائیں اور عادت ڈالو اور بچوں میں بھی یہ عادت پختہ کرنے کی کوشش کرو کہ ان کے کھانے پینے کی عادات نماز سے ٹکرانے والی نہ ہوں۔ اس طریق پر انشاء اللہ تعالیٰ وہ ظاہری محرکات جو نماز میں مخل ہوتے ہیں ان سے بھی آپ چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بلند پایہ تصنیف

براہین احمدیہ اور پنڈت دیانند سرسوتی

براہین احمدیہ کے انعامی اشتہار کا اول نشانہ

تحقیق و تحریر:۔ عاصم جمالی

سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔
"پنڈت صاحب کو خدا نے ایسا موقع ہدایت پانے کا دیا کہ اس عاجز کو ان کے زمانہ میں پیدا کیا مگر وہ باوصف ہر طور کے اعلام کی ہدایت پانے سے بے نصیب گئے۔ روشنی کی طرف ان کو بلایا گیا مگر انہوں نے کم بخت دنیا کی محبت سے اس روشنی کو قبول نہ کیا اور سر سے پاؤں تک تاریکی میں پھنسے رہے۔ ایک بندہ خدا نے بارہا ان کو ان کی بھلائی کے لئے اپنی طرف بلایا مگر انہوں نے اسی طرف قدم بھی نہ اٹھایا اور یونہی عمر کو بے جا تعصبوں اور نخوتوں میں ضائع کر کے حباب کی طرح ناپدید ہو گئے۔ حالانکہ اس عاجز کے دس ہزار روپیہ کے اشتہار کا اول نشانہ وہی تھے...... مگر ان کی طرف سے کبھی صدا نہ اٹھی یہاں تک کہ خاک میں یا راکھ میں جا ملے۔"
(براہین احمدیہ حصہ چہارم)

انیسویں صدی کے آخری ربع میں حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو خدائی تقدیر دنیا کی اصلاح کیلئے گوشہ گمنامی سے نکال کر علمی میدان کی طرف کھینچنے لگی۔ آغاز اس تبدیلی کا بظاہر اس طرح ہوا کہ ان ایام میں پنڈت دیانند سرسوتی (۱۸۲۴ء۔ ۱۸۸۳ء) کی تحریک سے بیدار ہو کر ہندوؤں میں ایک جماعت آریہ سماج کے نام سے قائم ہوئی جس نے نہ صرف ہندوؤں کیلئے ایک نیا مذہبی فلسفہ پیش کیا بلکہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ پر بھی ہندو قوم میں ایک جارحانہ روح پیدا کر دی۔ دوسری طرف ہندوستان کے مسیحی پادریوں نے بھی جو دہلی کے فسادات کے بعد سے مسلمانوں کے مذہبی جوش و خروش سے کسی قدر مرعوب ہو کر سہمے ہوئے تھے اب پھر سر اٹھانا شروع کیا اور حکومت کے سایہ میں ایک نہایت پر زور مشنری مہم شروع کر دی اور ویسے بھی اس زمانہ میں صلیبی مذہب ساری دنیا میں ایک طوفان عظیم کی طرح جوش مار رہا تھا۔ تیسری طرف

یہ زمانہ ہندوستان کی مشہور مذہبی تحریک برہمو سماج کے زور کا زمانہ تھا جس کا جدید مذہبی فلسفہ امن اور آشتی اور صلح کل پالیسی کے لباس میں مذہب کی عمومی روح کے لئے گویا ایک کاٹنے والی تلوار کا حکم رکھتا تھا اور چوتھے اس زمانے میں ساری دنیا کا یہ حال ہو رہا تھا کہ مغربی تہذیب و تمدن کی بظاہر خوشگوار ہوائیں جہاں جہاں سے گزرتی تھیں دہریت اور مادیت کے بیج بوتی جاتی تھیں اور یہ زہر بڑی سرعت کے ساتھ ہر قوم و ملت میں سرایت کرتا جا رہا تھا۔ اس چوکور مکھی خطرے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تیز اور دور بین آنکھ نے دیکھا اور آپ کی اکیلی بہادر روح اس مہیب خطرے کے مقابلہ کے لئے بے قرار ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیف جو براہین احمدیہ کے نام سے موسوم چار جلدوں میں ہے اسی مرکب حملہ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ (۱) یہ چوکور خطرہ جو آریہ سماج، مسیحی پادریوں، برہمو سماجیوں اور دہریت کی یلغار تھی جس کے آگے عوام کا لانعام کا تو ذکر ہی کیا بڑے بڑے صاحب علم لوگوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اگرچہ وہ مسلمان ہی تھے مگر بعد میں آنے والوں نے جب ان کے افعال و اعمال کا تجزیہ کیا تو ان کے مذہبی لبرل ازم (Liberaism) اور عقلیت پسندی کو برہمو سماجی انداز کا نام دیا اور یہ تھے ہمارے اس دور کے علی گڑھ تحریک کے بانی سر سید احمد خان۔ (۲) اسی طرح مولوی نذیر احمد دہلوی نے تشکیک و الحاد سے عیسائیت تک کے ذہنی سفر میں کافی دور تک اپنے استاد ماسٹر رام چندر کا ساتھ دیا۔ (۳)

ایک مشہور آدمی محمد عمر جو پیدائشی مسلمان تھا دیانند کے ہاتھوں آریہ بنا اور الکھ داری کے نام سے مشہور ہوا۔ (۴)

پنڈت دیانند سرسوتی مذہبی میدان میں :۔ پنڈت دیانند سرسوتی نے اپریل ۱۸۷۵ء میں بمبئی میں آریہ سماج قائم کی اور اسی زمانے میں ستیارتھ پرکاش لکھ کر شائع کی۔ (۵) اور ویدک دھرم کی قومیت کا اعلان کر کے دیگر مذاہب کی مخالفت کے میدان میں اتر آئی اور جن لوگوں نے ہندو دھرم سے منہ موڑ کر دیگر مذاہب کے دامن میں پناہ لی تھی انہیں شدھی کا پرچار کر کے پھر ویدک دھرم کا حلقہ بگوش بنا دیا گیا۔ ایسے لوگوں کی تعداد سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ (۶) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے متعلق دیانند کی زندگی میں ہی لکھا کہ :۔

> ”آریہ سماج کے پنڈت دیانند نے توریت اور انجیل اور قرآن شریف کی نسبت اپنے بعض رسالوں اور نیز اپنے وید باش کے بھومکا میں سخت سخت الفاظ استعمال میں لائے اور معاذ اللہ وید کو کھرا سونا اور باقی خدا کی ساری کتابوں کو کھوٹا سونا قرار دیا۔“ (۷)

وید کی وہ تاویلیں جو کبھی کسی کے خواب میں بھی نہیں آتی تھیں وہ کرتے کرتے جاتے ہیں اور پھر ان بے بنیاد خیالات کو چھپوا کر لوگوں سے اپنی رسوائی کراتے ہیں اور اگرچہ سارے ہندوستان کے پنڈت شور مچا رہے ہیں جو ہمارے وید میں توحید کا نام و نشان نہیں اور ہمارے باپ دادوں نے یہ سبق کبھی پڑھا بھی نہیں اور وید نے ہم کو کسی جگہ مخلوق پرستی سے منع کیا ہی

نہیں۔ مگر پنڈت جی پھر بھی اپنے خیالی پلاؤ پکانے سے باز نہیں آتے اور ان صدہا دیوتوں کو جو وید کے متفرق معبود ہیں صرف ایک ہی خدا بنانا چاہتے ہیں کہ تا وید کے الہامی ہونے میں کچھ فرق نہ آ جائے۔ (۸) یہ شور صرف اس دور کے ہندوستان کے پنڈتوں کا ہی نہیں تھا بلکہ بعد میں آنے والوں نے بھی تسلیم کیا کہ اس عقیدے کو ماننے والے کہ وید الہامی کتاب ہے۔ سماج کے دائرہ کے باہر بہت کم ہوں گے اور اس کے یقین کرنے والے تو غالباً سماج میں بھی سب نہیں۔ تو سماج کے باہر تو شاذو نادر ہی ہوں گے کہ موجودہ دور تہذیب میں جو آئے دن ترقیاں ہو رہی ہیں وہ تمام علوم و فنون سائنس کے کرشمے اور ایجادیں جو نئی روشنی کے جلوہ ہائے رنگین ہیں ان کا پتہ ویدوں سے لگتا ہے اور ان کا نشان ویدوں میں ملتا ہے۔ (۹) ۱۸۵۱ء میں عیسائیوں کی تعداد ہندوستان میں اکیانوے ہزار تھی اور ۱۸۸۱ء میں چار لاکھ ستر ہزار تک پہنچ گئی۔ (۱۰)

دلائل و براہین سے میدان جہاد میں :-

ان حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "براہین احمدیہ" کی تصنیف سے جس چومکھی جہاد کا آغاز کیا اس کا اول نشانہ۔ (۱۱) پنڈت دیانند ہی تھے۔ کیونکہ دہریوں کے بعد تمام دنیا میں آریوں سے بدتر اور کوئی مذہب نہیں کیونکہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی سخت درجہ پر تحقیر کرتے ہیں کہ اس کو خالق اور رب العالمین نہیں سمجھتے اور تمام عالم کو یہاں تک کہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور صفت قدامت اور ہستی حقیقی میں اس کے برابر سمجھتے ہیں۔ (۱۲)

آپ نے جو اشتہار بقلم جلی شائع فرمایا اس کے ایک حصہ کے الفاظ درج ذیل ہیں اس کے اول نشانہ پنڈت دیانند مضمون زیر نظر میں بالخصوص ہمارے پیش نظر ہیں۔

"میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب اور ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شائع کر کے اقرار قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے دربارہ حقیقت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ اس کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کیے ہیں اپنی الہامی کتب میں سے ثابت کر کے دکھلاوے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دے۔ تو ان

سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آگیا ہیں۔ مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے وحیلے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دونگا .....'' (۱۳)

اس سے قبل بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بنگلور کے اخبار منشور محمدی کی اشاعت ۱۴ مئی ۱۸۷۹ء میں بعنوان ''ہمارے معزز دوست باوا نرائن سنگھ کیلئے خوشخبری'' کے عنوان سے لکھا ہے:۔

''لہٰذا ہم نے حسب درخواست باوا صاحب ایک کتاب مسمی بہ براہین الاحمدیہ علی حقانیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ ادلہ کاملہ قطعیہ سے مرتب کر کے تیار کی ہے۔'' (۱۴)

اس اخبار کے صفحہ ۵ پر ایک اعلان ''اشتہار بطلب معاونت جملہ اکابر و عمائد الاسلام'' شائع کیا اس میں باعث تصنیف کے متعلق تحریر فرمایا۔

''اور اس کتاب کے تصنیف ہونے کا اصل باعث پنڈت دیانند صاحب اور ان کے توابع ہیں جو اپنی امت کو آریہ سماج کے نام سے مشہور کر رہے ہیں اور بجز اپنے وید کے حضرت موسیٰؑ، حضرت مسیحؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں...... چنانچہ ایک صاحب نے ان میں سے سفیر ہند میں بہ طلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی مرتبہ ہمارے نام اشتہار بھی دیا ہے۔ غرض اب ہم نے ان کا اور ان کے اشتہار کا کام تمام کر دیا ہے۔'' (۱۵)

ایک اعلان اس مضمون کا آپ نے رسالہ اشاعت السنہ اپریل ۱۸۷۹ء اور سفیر ہند میں بھی دیا۔

ابتداء اس کتاب کی تالیف و تصنیف کا سلسلہ آریہ سماج سے مباحثات کی بناء پر شروع ہوا اور وید و فرقان کا مقابلہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ مگر بعد میں براہین احمدیہ تمام مذاہب باطلہ کی تردید اور حقانیت اسلام کے اثبات کا ایک کارگر حربہ ہو گئی یہی نہیں بلکہ کتاب کی تدوین و ترتیب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے خیال اور ارادے سے بالا ہو گئی۔

یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو دہلی کے ذی شان دربار میں ملکہ وکٹوریہ کے قیصرہ ہند ہونے کا اعلان کیا گیا جو وائسرائے لارڈ لٹن نے منعقد کیا تھا۔ دیانند اس میں بطور مقامی شہزادوں کے موجود تھا۔ وہیں اس کی ملاقات لاہور کے چند ہندوؤں سے ہوئی۔ جنہوں نے اسے پنجاب کا دورہ کرنے کی تاکید کی اور پر اسرار دعوت دی۔ کچھ عرصہ بعد اس نے لاہور اور لدھیانہ کا دورہ کیا۔ اول الذکر شہر میں اس کی کامیابی و پذیرائی اس قدر بڑھ چڑھ کر ہوئی کہ آریہ سماج یہاں قائم ہو گئی اور وہ آریہ سماج کو جو بمبئی میں قائم کی گئی تھی۔ سرعت زوال پذیر ہو گئی۔ اس طرح لاہور اس تحریک کا ہیڈکوارٹر بن گیا۔ چھ سال تک دیانند یہاں زندہ رہا اور کام میں مصروف رہا۔ اس دوران اس نے شمالی ہندوستان کے دورے کئے اور آریہ سماج تحریک کو

مستقل مزاجی سے قائم کیا۔ (۱۶) جن شہروں میں آریہ سماج کی شاخیں قائم ہوئیں ان میں لاہور، امرتسر، راولپنڈی، جہلم، ملتان، فیروز پور، گورداسپور، گجرات، پشاور، دہلی، لدھیانہ، بٹالہ، روہتک، مکھیانہ، سیالکوٹ، کوہاٹ، بھیرہ، مظفرگڑھ، ہوشیار پور، شاہ پور، ہزارہ، پنڈدانخان، ڈیرہ اسماعیل خان، قادیان، دینا نگر اور جھنگ شامل تھے۔ (۱۷) قادیان میں لالہ شرمپت رائے (۱۸۵۵ء۔۱۹۳۲ء) جو آریہ سماج کے سیکرٹری تھے۔ موصوف کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اکثر اسلامی مسائل پر آریہ سماج کے عقائد مشتہرہ پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ان ملاقاتوں میں علاوہ اور لوگوں کے لالہ ملاوامل (۱۸۵۶ء) بھی شامل تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولوالعزمی اور بلند ہمتی نے ان مباحثات میں قادیان کے محدود ایمان اور کمزور واقفیت کے آریوں کو چھوڑ کر جناب پنڈت دیانند صاحب سرسوتی بانی آریہ سماج کو ان مسائل اور عقائد کے تصفیہ کے لئے اپنے مقابل کھڑا کیا۔ اس مباحثہ کی ابتداء اس عقیدہ کے اعلان سے ہوئی جو اخبار وکیل ۷ دسمبر ۱۸۷۷ء اور دوسرے اخباروں میں آریہ سماج کی طرف سے مشتہر کیا گیا۔

"ارواح موجودہ بے انت ہیں اور اس کثرت سے ہیں کہ پرمیشور کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں اس واسطے ہمیشہ مکتی پاتے رہیں گے۔ مگر کبھی ختم نہ ہوں گے۔" (۱۸)

اس باطل عقیدہ سے اللہ تعالیٰ کی ہتک لازم آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امرتسر کے اخبار سفیر ہند کی اشاعت ۹ فروری ۱۸۷۸ء تا ۹ مارچ ۱۸۷۸ء میں آریہ سماج کے اس عقیدہ کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ آپ کو اپنے دلائل پر ایسا وثوق تھا کہ پہلے ہی مضمون کے ساتھ ایک اشتہار دیا۔

"جو صاحب منجملہ توابع سوامی دیانند سرسوتی صاحب سوال ہذا کا جواب دے کر ثابت کرے کہ ارواح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ نقد انعام دوں گا۔"

اس سوال نے آریہ سماج کے کیمپ میں ایک کھلبلی مچادی اور پنڈت دیانند کی پوزیشن کو ایک دھچکا پہنچا۔ بالآخر اس تحریری مباحثہ کے نتیجے میں لاہور کی آریہ سماج کے سیکرٹری لالہ جیون داس کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ یہ عقیدہ آریہ سماج کے اصولوں میں داخل نہیں اور وہ پنڈت دیانند کی ہر ایک بات کو نہیں مانتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس فتح عظیم نے آریہ سماج میں بیداری پیدا کی اور اسے اندھی تقلید سے نجات دلائی۔ لالہ جیون داس اپنے خیالات میں آزاد آریہ سماجی رہے اور انہوں نے سوامی دیانند کے اکثر خیالات سے اختلاف کیا اور اس اختلاف کو مشتہر بھی کیا۔

پنڈت دیانند سرسوتی صاحب ان مضامین اور مطالبات کا کوئی جواب تو نہ دے سکا۔ مگر بعض آریہ سماجیوں کی معرفت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مباحثہ کا چیلنج دیا۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قبول کر لیا۔ اور ایک اعلان بصورت کھلی چٹھی سوامی دیانند صاحب کے نام شائع کیا۔ مگر سوامی جی نے تحریراً اس معاملہ میں آنے سے پرہیز کیا۔

شاید پنڈت دیانند تحریر کے میدان کے آدمی ہی نہ تھے۔ رائے بہادر پنڈت ہربلاس جی سارد اسیکرٹری پروپکارنی سبھا اجمیر دیباچہ دیانند گرنتھ مالا جلد اول کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں۔

"چونکہ سوامی جی کی زندگی بہت مصروفیت کی تھی۔ اس لئے سوامی جی نے اپنے ہاتھ سے "وید بھاشیہ" "ستیارتھ پرکاش" وغیرہ کتابیں نہیں لکھیں بلکہ وہ ان پنڈتوں سے لکھواتے جاتے تھے جو اس کام کیلئے مقرر تھے۔ (۱۹)

پروفیسر اندر ودیا واچپتی اپنی کتاب "آریہ سماج کا اتہاس" جلد اول صفحہ ۱۰۰ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"جب سوامی جی علی گڑھ میں پرچار کر رہے تھے تب راجہ جے کرشن داس جی نے عرض کی تھی کہ ایک ایسی کتاب شائع کی جائے جس میں آپ کے تمام عقائد اور اصول جمع ہو جائیں۔ سوامی جی نے اسے منظور کرتے ہوئے اپنے لیکچروں کو جمع کرا لیا اور وہ ستیارتھ پرکاش کے نام سے شائع ہوئے۔" (۲۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اس کتاب میں تحریر فرمایا پنڈت دیانند کی واہیات باتوں اور بیہودہ چالاکیوں کا باعث یہ ہے کہ:۔

"پنڈت صاحب نہ عربی جانتے ہیں اور نہ فارسی اور نہ بجز سنسکرت کے کوئی اور بولی بلکہ اردو خوانی سے بھی بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔" (۲۱)

سوامی شردہانند جی کا بیان حضور علیہ السلام کا موید ہے کہ ۱۹۲۴ء بکرمی کے بعد پانچ سال تک گنگا کے کنارے گھومتے پھرتے ہوئے وہ سنسکرت بھی بولتے رہے۔ اگرچہ ان کی مادری زبان گجراتی تھی تو بھی اس زبان میں بات چیت کرنے کا انہیں موقعہ بھی نہ ملتا تھا۔ مزید لکھتے ہیں کہ:۔

"پہلے پہل جب سوامی دیانند نے آریہ بھاشا میں بولنا شروع کیا تب جہاں متروں کے ارتھ (معنے) پرانے پنڈتوں کی طرز پر کرتے تھے وہاں زبان بھی گجراتی سے ملی جلی ہوتی اور سنسکرت گرامر کے مطابق بولتے تھے...... جب اکتوبر ۱۸۷۳ء میں سوامی جی دیانند کانپور پہنچے تو کچھ کچھ بھاشا (ہندوستانی) بولنے لگ گئے تھے۔" (۲۲)

یہ تو سوامی دیانند کے تحریری مباحثے سے گریز کی ایک وجہ تھی۔ بہر کیف یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک فتح تھی اور اس کا اعلان آپ نے پنڈت شونرائن اگنی ہوتری کے رسالہ "برادر ہند" جولائی ۱۸۷۸ء میں شائع کروایا۔ تو موصوف نے اس اعلان کے پیش لفظ میں لکھا۔ کہ پنڈت دیانند اپنے عقیدے سے ہٹ گئے تو لاچار سوامی دیانند نے مرزا صاحب کو یہ پیغام بھیجا کہ حقیقت میں ارواح بے انت نہیں لیکن تناسخ صحیح ہے۔

غرض پنڈت دیانند صاحب کو زندگی بھر حوصلہ اور ہمت نہیں ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مقابلہ کیلئے تحریر یا تقریر کے میدان میں سامنے آتے۔ مگر ان کے بعض دوستوں نے کسی نہ کسی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مباحثہ کیلئے قدم بڑھایا۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ مختصراً اتنے ہی لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ باوا نرائن سنگھ سیکرٹری آریہ سماج امرتسر نے ایک مباحثہ حضرت اقدس علیہ السلام سے کیا تو آپ نے باوا صاحب کے جواب میں جو اعلان شائع کیا تو اس میں شرط چہارم میں علاوہ اور منصفین کے سوامی دیانند کو بھی بطور منصف قبول کیا۔ کیسا وثوق اور اطمینان تھا حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کو اپنے دلائل اور عقیدہ کی مضبوطی پر، کہ مدعی کو خود حوصلہ نہیں پڑ سکتا کہ وہ ان دلائل کو توڑ کر اپنے حق میں ڈگری دے دے۔ آخر کار باوا صاحب آریہ سماج کے پلیٹ فارم سے الگ ہو گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک مکتوب مورخہ ۲۰ اپریل ۱۸۸۳ء میں جو آپ نے پنڈت دیانند سرسوتی کے نام لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ خط آپ کے پاس رجسٹری کرا کر بھیجتا ہوں اگر آپ براہین احمدیہ کے مطالعہ کیلئے مستعد ہوں تو میں وہ کتاب مفت بلا قیمت آپ کو بھیج دوں گا۔ آپ اس کو غور سے پڑھیں اگر اس کے دلائل کو لاجواب پاویں تو حق کو قبول کرنے میں توقف نہ کریں کہ دنیا روزے چند۔ آخر کار باخداوند..... اگر آپ اردو عبارت نہ پڑھ سکیں تاہم کسی لکھے پڑھے آدمی کے ذریعہ سمجھ سکتے ہیں۔ آپ اپنے جواب سے مجھ کو اطلاع دیں اور جس طور سے آپ تسلی چاہیں تو خداوند قادر ہے۔ صرف سچی طلب اور انصاف اور حق جوئی درکار ہے جواب سے جلد تر اطلاع بخشیں کہ میں منتظر ہوں اور اگر آپ خاموش رہیں تو پھر اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ آپ کو صداقت اور روشنی اور راستی سے کچھ غرض نہیں۔ (۲۳)

آپ نے دو دفعہ دیانند کو بذریعہ رجسٹرڈ خط حقیقت دین اسلام سے بدلائل واضحہ متنبہ کیا اور دوسرے خط میں یہ بھی لکھا کہ اسلام وہ دین ہے جو اپنی حقیقت پر دوہرا ثبوت ہر وقت موجود رکھتا ہے...... ان دونوں رجسٹرڈ خطوط کی دیانند کی دستخطی رسیدیں بھی حضرت مسیح موعود کے پاس آ گئی تھیں...... دیانند ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو (اجمیر میں) اس دار الفنا سے کوچ کر گئے اور بہت سی غفلت اور ظلمت اور ضلالت کے پہاڑ اپنے سر لے گئے۔ ان کی وفات سے تین ماہ پیشتر آپ کو خداوند کریم نے یہ خبر دی تھی اور آپ نے بعض آریوں کو بتلائی بھی تھی۔ (۲۴)

حضور نے جس خبر کا ذکر کیا ہے اس کے الہامی الفاظ یہ تھے۔

سیھزم الجمع ویولون الدبر یعنی آریہ مذہب کا بھی یہی انجام ہو گا کہ خدا ان کو شکست دے گا اور آخر وہ آریہ مذہب سے پھر جائیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے۔" (۲۵)

آپ نے پنڈت دیانند کی تحریروں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"پنڈت (دیانند) صاحب کی اکثر تحریریں ایسی بھی ہیں کہ جن کو غلطستان کہنا چاہئے ان کی فطرت ہی کچھ ایسی واقعہ ہوئی تھی کہ باریک باتوں تک ان کی عقل نہیں پہنچ سکتی تھی اور خالص اور مغشوش دلائل میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں بعض اوقات وقت گزرنے کے بعد سمجھ پاتے تھے کہ ہم سے غلطی ہوئی مگر وہ سمجھنا کچھ اپنی لیاقت سے نہیں بلکہ لوگوں کے اعتراضات بارش کی طرح چاروں طرف سے برس کر متنبہ کرتے تھے"۔ (۲۶)

آپ نے اس فرقے کا تعارف کراتے ہوئے براہین احمدیہ کے ایک حاشیہ میں لکھا:۔

"وہ عام اصول جن کا یہ فرقہ پابند ہے اور وہ تمام خیالات اور تاویلات کہ وید کی نسبت اس فرقہ نے پیدا کئے ہیں وہ بہ ہیئت مجموعی کسی قدیم ہندو مذہب میں نہیں پائی جاتیں اور نہ کسی وید بھاش اور نہ کسی شاستر میں یکجائی طور پر

ان کا پتہ ملتا ہے۔ بلکہ منجملہ ان ذخیرہ متفرق خیالات کے کچھ تو پنڈت دیانند صاحب کے اپنے ہی دل کے بخارات ہیں اور کچھ بے جا تصرفات ہیں کہ کسی جگہ سے سر اور کسی سے ٹانگ لی گئی۔" (۲۷)

پنڈت ایس۔ این۔ اگنی ہوتری نے ایک کتابچہ بعنوان "پنڈت دیانند کے چہرے سے نقاب سرکتا ہے" Panelil Daynad Unreciled ۱۸۹۱ء میں لکھی تو اس میں گجرات' بنگال' پنجاب کے اشخاص کی شہادتوں سے لکھا کہ پنڈت دیانند نے ان سے اپنی ذاتی گفتگو میں کہا کہ وید کے بارے میں اس کے اعتقادات و بیانات یقین کامل اور ایمان کا درجہ نہیں رکھتے ......اور یہ کہ مذہب کی بنیاد ایسے خیالات پر ہونی چاہئے جیسے کہ اس نے ویدوں کے بے خطا ہونے کے بارے میں انتخاب کئے ہیں کیونکہ اس کے علاوہ ہندوؤں کو اور کچھ قابل قبول نہ ہوگا۔ (۲۸)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریہ سماج کے بارے میں تحریر فرمایا کہ:۔

"یہ مت خیال کرو کہ آریہ یعنی دیانندی مذہب والے کچھ چیز ہیں وہ صرف اس زنبور کی طرح ہیں جس میں بجز نیش زنی کے اور کچھ نہیں۔" (۲۹)

جے این۔ فرکوہر نے بھی آپ کے الفاظ سے ملتی جلتی رائے قائم کی تھی۔ یعنی "دیانند نے چبھتے لہجہ و تنقید سے بہت سے فرقوں کو اپنے دفاع میں ابھارا۔" (۳۰)

ان فرقوں میں جے این فرکوہر جماعت احمدیہ کا بھی شمار کرتا ہے جو ایک حد تک درست کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اسلام کے کامیاب دفاع میں بھی جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ لکھی تھی۔ بقول ڈاکٹر تارا چند' دیانند پہلا ہندو مصلح تھا جو دفاع کی بجائے حملوں پر اتر آیا تھا۔ کہ تا وہ ہندو عقائد کو تحفظ دے سکے۔ جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے نقادوں کی زد میں تھے اور انہیں مجبور کر دے کہ وہ اپنا ہی دفاع کریں۔ اس کی ستیارکھ پرکاش نے دوسرے مذاہب سے مناظروں کی طرح ڈالی۔ اس طرح اس نے فرقہ وارانہ اختلافات کی بنیاد ڈالی۔ (۳۱)

متھرا میں (دیانند) نے اڑھائی سال تک ورجانند جو آنکھوں سے اندھا تھا کے پاس بطور ایک مرید کے گزارے اور اس سے ویدوں کی فلسفیانہ توجیحات سیکھیں اور اس میں (یعنی دیانند میں) ایک قوت بھر دی جس سے وہ ہندو مت کی تطہیر کر سکے۔ (۳۲)

لیکن جیسا کہ سطور بالا میں ہم اس امر کا تجزیہ کر چکے ہیں کہ دیانند نے ہندو مت کی طرف وہ باتیں از راہ سیاست منسوب کر دیں جن کا ہندو مت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ صرف ہندوؤں کی نچلی ذاتوں کی بہبودی کا خیال اس کے سر میں سمایا ہوا تھا۔ اس لگن کے پیش نظر دیانند کی پنجاب کے دورہ کے زمانہ میں تھوسوفیکل سوسائٹی کے لیڈروں سے ملاقات ہوتی۔ کرنل آلکٹ اور میڈیم بلوسکی نے آپ کی بہت قدر اور عزت کی اور مل کر کام کرنے کا وعدہ کیا دو برس تک سوامی دیانند اور تھوسوفیکل سوسائٹی والوں نے مل کر کام کیا لیکن اختلاف بڑھنے لگے اور بالاخر آریہ سماج سے تھوسوفیکل سوسائٹی کا تعلق منقطع ہو گیا۔ (۳۳)

عیسائی مشنریوں کی دیکھا دیکھی دیانند نے سکول کھلوائے۔ جن میں پنڈت بطور سکول ماسٹر تنخواہ کے عوض کام کرنے پر تیار تھے مگر کوئی نئے خیالات نہیں پڑھا سکتے تھے۔ لہٰذا یہ کام سود مند ثابت نہ ہوا۔ (۳۴)

اور ایسا ہونا دیانند کی تعلیمات کا لازمی نتیجہ تھا کیونکہ وہ تعلیم کے یہ اصول ٹھہراتے تھے کہ جب لڑکے اور لڑکیاں آٹھ سال کی عمر کو پہنچیں تو انہیں گورو کل (مدرسہ) میں بھیج دیا جائے اور ماں باپ اپنی اولاد سے اور بچے اپنے ماں باپ سے نہ مل سکیں اور نہ باہمی کسی قسم کی خط و کتابت کر سکیں۔ (۳۵)

ہندومت کے حشو و زوائد پر حملہ آور ہونے کے ناطے پنڈت دیانند کو شمالی ہندوستان کا لوتھر کہا گیا ہے۔ (۳۶) لیکن لوتھر تو مغربی تہذیب اور عیسائیت کا ایک محور تھا۔ (۳۷) جب کہ دیانند تو اختلافات کی گرد کو ہی ابھار سکا جب کہ اس کی ویدوں کی تعلیم نامکمل تھی اور جو وقت اس نے ورجانند کے پاس صرف کیا وہ ناکافی تھا۔ (۳۸) لہٰذا اس کا اثر بھی اس کے مطابق ہی رہا اس تحریک کا بدیہی نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو بھی بدیشی شمار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ہندوستان میں فرقہ وارانہ نزاعات اور جارحیت کا فروغ آریہ سماج تحریک کا بالواسطہ نتیجہ نظر آتا ہے۔ اس تحریک نے ہندو قوم میں غلط قسم کا احساس تفاخر پیدا کرنے کی کوشش کی۔ (۳۹)

آریہ سماج نے اسلام پر اعتراض کئے تو صرف پادریوں کا پس خوردہ کھایا۔ عیسائیت پر اعتراض کئے تو دہریوں کی نقل کی۔ ایک آریہ دھرم پال نے اپنے رسالہ "اندر" میں آریہ سماج کی حالت تنزل اور مردگی کو قبول کیا اور لکھا کہ

"آریہ سماج نے اس ملٹری (کھنڈن) پہلو میں اس قدر ترقی کی ہے کہ اس کا ثانی مذہبی دنیا کی تواریخ میں آج تک نہ کوئی ہوا ہے اور شاید آئندہ بھی کوئی نہ ہو۔" (۴۰)

درج بالا حوالہ ۱۹۰۵ء کا ہے جس میں آریہ سماج کی موت یا تنزل کا احوال ہے اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"یاد رکھو کہ بغیر روحانیت کے کوئی مذہب نہیں چل سکتا اور مذہب بغیر روحانیت کے کچھ بھی چیز نہیں۔ جس مذہب میں روحانیت نہیں اور جس مذہب میں خدا کے ساتھ مکالمہ کا تعلق نہیں اور صدق و صفا کی روح نہیں اور آسمانی کشش اس کے ساتھ نہیں اور فوق العادت تبدیلی کا نمونہ اس کے پاس نہیں وہ مذہب مردہ ہے۔ اس سے مت ڈرو ابھی تم میں سے لاکھوں اور کروڑوں انسان زندہ ہوں گے کہ اس مذہب کو نابود ہوتے دیکھ لو گے کیونکہ یہ مذہب آریہ کا زمین سے ہے اور نہ آسمان سے اور زمین کی باتیں پیش کرتا ہے نہ آسمان کی" (۴۱)

ہم اپنے اس مضمون کو انڈین نیشنل کانگریس کے بانی مسٹر ایلن ہیوم کے الفاظ پر ختم کرتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پنڈت دیانند کے بارے میں ہمنوائی کہی جاسکتی ہے۔

"ممکن ہے وہ (دیانند) اس زمانہ کا سب سے بڑا عالم ہو یا نہ ہو لیکن اگر وہ خود ملہم نہیں ہے تو اس کا ویدوں کا بھاشیہ

(تفسیر) محض اس کی اپنی ذاتی رائے ہو سکتی ہے جو کہ ممکن ہے درست ہو۔ اور ممکن ہے غلط ہو۔ لازمی تو یہی ہے کہ اس میں دیگر انسانی مصنفوں کی طرح بہت سی غلطیاں ہوں اور کسی انسان کی رائے پر یونہی منزہ عن الخطاء ہونے کی مہر لگا دینا میرے نزدیک کفر ہے۔ لیکن اگر سوامی دیانند تازہ الہام کا مدعی ہے تو اس کے پاس اس دعویٰ کا کیا ثبوت ہے؟ اس نے کونسا عظیم الشان کام کر کے دکھایا ہے؟ اس نے اس بات کی کیا شہادت پیش کی ہے کہ وہ جو کچھ بول رہا ہے وہ خدا کی خالص آواز ہے؟ اور اس میں کسی دوسری آسمانی یا زمینی آواز کی ملاوٹ نہیں۔ اس جیسے بہت سے عالم اور نیک انسان بھی موجود ہیں جو کہ اس کے بھاشیہ کے بہت سے حصے کو محض غلط قرار دیتے ہیں۔ اس کے پاس کیا وجہ ہے کہ ہم ان عالموں کے خیالات پر اس کو ترجیح دیں۔ (۴۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام اور بانی اسلام کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے' جو غور کرنے کیلئے کافی ہے۔

چو اسلام دینے قوی و متین　　ندیدیم کہ بر منبعش آفریں

میں نے اسلام کے مانند قوی اور مضبوط دیں کوئی نہیں پایا اس کے منبع پر قربان ہوں

مسلمان خبر داشتے اگر نامسلماں خبر داشتے　　بجاں جنس اسلام نگذاشتے

اگر غیر مسلم عقل رکھتا تو جان دے دیتا مگر جنس اسلام کو نہ چھوڑتا

محمد مہیں نقش نور خداست　　کہ ہرگز چنوئے بگیتی نخاست

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور کا سب سے بڑا نقش ہیں ان جیسا انسان دنیا میں کبھی پیدا نہیں ہوا۔ (۴۳)

حوالہ جات

۱۔ "سلسلہ احمدیہ": صفحہ ۱۷ تا ۱۸: مصنفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (طباعت جدید)

۲۔ "اردو ادب کی تحریکیں": صفحہ ۳۱۵: مصنفہ ڈاکٹر انور سدید: مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی: اشاعت دوم ۱۹۹۱ء

۳۔ "مولوی نذیر احمد دہلوی احوال و آثار": صفحہ ۴۴: مولفہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی: مطبع اول ۱۹۷۱ء: مجلس ترقی ادب ۲ کلب روڈ لاہور

۴۔ "ستیارتھ پرکاش": مصنفہ دیانند کا دیباچہ از پنڈت چھ پتی جی: صفحہ ۲۴: مطبوعہ راجپال اینڈ سنز آریہ پستکالیہ انارکلی لاہور (دسویں بار)

۵۔ "ادبی اور قومی تذکرے": حصہ اول: پنڈت کشن پرشاد کول: صفحہ ۱۹۵ پبلشر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی ۱۹۵۱ء

۶۔ "ادبی اور قومی تذکرے": حصہ اول: پنڈت کشن پرشاد کول: صفحہ ۱۹۵ پبلشر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

دہلی ۱۹۵۱ء
۷۔ "براہین احمدیہ" صفحہ ۱۰۴ حصہ دوم: مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جدید ایڈیشن)
۸۔ "براہین احمدیہ" صفحہ ۱۰۴ حصہ دوم: مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جدید ایڈیشن)
۹۔ "ادبی اور قومی تذکرے": حصہ اول: کشنی پرشاد کول: صفحہ ۱۹۹
۱۰۔ "روحانی خزائن": جلد ا صفحہ ا: مرتبہ جلال الدین شمس صاحب
۱۱۔ "براہین احمدیہ": حصہ چہارم صفحہ ۶۴۱: مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۱۲۔ "براہین احمدیہ": حصہ چہارم صفحہ ۶۳۶: مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۱۳۔ "براہین احمدیہ": حصہ اول صفحہ ۲۴ تا ۲۸: مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۱۴۔ "حیات احمد" جلد اول صفحہ ۳۵۳: مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب (جدید ایڈیشن)
۱۵۔ "حیات احمد" جلد اول صفحہ ۳۵۴: مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب (جدید ایڈیشن)
۱۶۔ Modern Religious Movements in India. J.N.Farquhar. Printed by Mecmelon.Co New Yourk 1915.
۱۷۔ "Life of Ahmad": مصنفہ جناب عبد الرحیم صاحب درد: صفحہ ۶۱
۱۸۔ "حیات احمد" جلد اول صفحہ ۱۳۹: مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب (جدید ایڈیشن)
۱۹۔ "ستیارتھ پرکاش ایجی ٹیشن پر تبصرہ": حصہ دوم صفحہ ۱۵۸۔۱۵۹: از قلم ملک فضل حسین: دسمبر ۱۹۴۴ء
۲۰۔ "ستیارتھ پرکاش ایجی ٹیشن پر تبصرہ": حصہ دوم صفحہ ۱۶۲: از قلم ملک فضل حسین: دسمبر ۱۹۴۴ء
۲۱۔ "براہین احمدیہ" حصہ دوم صفحہ ۱۰۴
۲۲۔ "ستیارتھ پرکاش ایجی ٹیشن پر تبصرہ": حصہ دوم صفحہ ۱۶۳۔۱۶۴: از قلم ملک فضل حسین: دسمبر ۱۹۴۴ء
۲۳۔ "مکتوبات احمدیہ" جلد دوم نمبر ۲۔۳ مرتبہ یعقوب علی تراب احمدی مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۱۹۱۲ء
۲۴۔ "براہین احمدیہ" جلد چہارم صفحہ ۶۳۸ تا ۶۴۰
۲۵۔ "حقیقت الوحی" صفحہ ۲۰۸: مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۲۶۔ "سرمہ چشم آریہ": صفحہ ۶۸: مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۲۷۔ "براہین احمدیہ": حصہ دوم صفحہ ۴: مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۲۸۔ "ماڈرن ریلیجس موومنٹ ان انڈیا": صفحہ ۱۱۹ مصنفہ جے۔ این۔ فرکوہر: مطبوعہ ۱۹۱۵ء
۲۹۔ "تذکرۃ الشہادتین": صفحہ ۶۷ حضرت مسیح موعودؑ
۳۰۔ "ماڈرن ریلیجس موومنٹ ان انڈیا": صفحہ ۱۲۲: مصنفہ جے این فرکوہر: مطبوعہ ۱۹۱۵ء

۳۱۔ "ہسٹری آف دی ماڈرن موومنٹ ان انڈیا": صفحہ ۲۲۳: مصنفہ ڈاکٹر تارا چند مطبوعہ بک ٹریڈرز لاہور

۳۲۔ "ہسٹری آف دی ماڈرن موومنٹ ان انڈیا": صفحہ ۲۲۲: مصنفہ ڈاکٹر تارا چند مطبوعہ بک ٹریڈرز لاہور

۳۳۔ "ادبی اور قومی تذکرے": پنڈت کشن پرشاد کول: جلد اول صفحہ ۱۹۴

۳۴۔ "ماڈرن ریلیجس موومنٹ ان انڈیا": صفحہ ۱۰۵: مصنفہ جے این فرکوہر: مطبوعہ ۱۹۱۵ء

۳۵۔ "ستیارتھ پرکاش": صفحہ ۳۴ بار چہارم باب ۳: از شری سوامی دیانند جی

۳۶۔ مضمون J.F.T Jordins: مشمولہ اے کلچرل ہسٹری آف انڈیا": مرتبہ اے۔ ایل۔ بشام صفحہ ۱۷: ۳: مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بمبئی ۱۹۹۶ء

۳۷۔ نیو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ ۱۹۷۴ء

۳۸۔ "ماڈرن ریلیجس موومنٹ ان انڈیا": صفحہ ۱۱۵: مصنفہ جے۔ این۔ فرکوہر: مطبوعہ ۱۹۱۵ء

۳۹۔ "انڈیا پاکستان اور مغرب" صفحہ ۱۸۵: آکسفورڈ ۱۹۴۱ء: مصنفہ پرسس ول سپیر اور اردو ادب کی تحریکیں" انور سدید صفحہ ۳۰۱

۴۰۔ "مضمون آریہ سماج کی موت": مطبوعہ ریویو آف ریلیجنز: ستمبر ۱۹۰۴ء

۴۱۔ "تذکرۃ الشہادتین": صفحہ ۶۸: مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۴۲۔ رسالہ تھیوسوفسٹ مارچ ۱۸۹۳ء: حوالہ استعمال شدہ کتاب "آرین شدھی کی حقیقت": صفحہ ۲۴، ۲۵: از قلم مہاشہ فضل حسین: مطبوعہ نصیر بک ایجنسی قادیان ۱۹۴۴ء

(۴۳)۔ براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۸۵

کیپٹن ایم ڈبلیو ڈگلس سے ملاقات کے بارہ میں ایک ضروری وضاحت

ماہ اکتوبر کے شمارہ میں مضمون "کیپٹن ایم ڈبلیو ڈگلس حالات و افکار" شائع ہوا تھا۔ مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نے امریکہ سے ایڈیٹر کے نام ایک ضروری وضاحت بھجوائی ہے۔ یہ خط قارئین انصار اللہ کے استفادہ کیلئے شائع کیا جا رہا ہے۔

رسالہ انصار اللہ ماہ اکتوبر ۹۷ء کا ایشو ملا۔ اس میں کیپٹن ایم ڈبلیو ڈگلس (حالات و افکار) کے عنوان تحت جناب عاصم جمالی صاحب کا تحقیقی تفصیلی مضمون شائع ہوا ہے۔ جو دلچسپ بھی ہے اور حقیقت پر بھی مشتمل۔ اس مضمون میں دو تین مرتبہ "مکرم شیخ مبارک احمد صاحب" کا ذکر آیا ہے۔ ڈگلس صاحب سے ملاقات اور ان کے بارہ میں بعض امور ان کے توسط سے شائع ہوئے ہیں۔ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کے بارہ میں یہ عرض کرنا ضروری ہے۔ بعض دوستوں کو غلط فہمی سے بچانے کیلئے کہ خاکسار بے شک امام (البیت) لندن رہا ہے۔ لیکن جن شیخ مبارک احمد صاحب کا ذکر اس مضمون میں ہوا ہے وہ خان صاحب مکرم محترم خان فرزند علی خان صاحب کے بیٹے ہیں جو ایک عرصہ سے لندن میں مقیم ہیں۔ ان کی کپتان ڈگلس سے ملاقات ہوئی تھی۔ نہ کہ خاکسار سے۔ خاکسار۔ شیخ مبارک احمد

براہین احمدیہ اور ہستی باری تعالیٰ

مذاہب عالم سے موازنہ اور دین حق کا تصور

تحریر و ترتیب:۔ مولانا محمد صدیق شاہد گورداسپوری

پردہ نیست بر رخ دلدار تو زخود پردہ خودی بردار
ذات بے چوں کہ نام اوست خدا کے خیال خرد رسد آنجا
(بانی سلسلہ احمدیہ)

حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وہی ایک ذات ہے کہ جو تمام محامد کاملہ سے متصف اور تمام خوبیوں کی جامع ہے اور وہی ایک ذات ہے جو تمام عالموں کا رب اور تمام رحمتوں کا چشمہ اور سب کو ان کے عملوں کا بدلہ دینے والی ہے۔"

"اللہ جو اصطلاح قرآنی زبان کے رو سے ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ اور منزہ عن جمیع رذائل اور معبود برحق اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض پر بولا جاتا ہے۔" (براہین احمدیہ)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی بعثت کے وقت ہندوستان تمام مذاہب کا ایک اکھاڑا تھا جن میں سر فہرست عیسائیت، ہندوازم اور اسلام تھے یہ مذہب اپنے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات کے بارہ میں بعض نظریات اور اعتقادات اپنائے ہوئے تھے اور آپس میں دست بگریباں تھے اور ایک دوسرے کے خلاف نہایت رقیق اور اخلاق سوز حملوں میں مشغول تھے۔ خصوصاً اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے بارہ میں عیسائیت اور ہندوؤں کے دو فرقوں آریہ سماج اور برہمو سماج کی طرف سے ایسی ناپاک اور دل آزار زبان استعمال کی جاتی رہی جو مسلمانوں کیلئے ناقابل برداشت تھی۔ پھر ایک طرف وہ اپنے مصنوعی خداؤں کی تعریف و توصیف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے اور خدائے حقیقی کی صفات میں برابر کا شریک قرار دے رکھا تھا۔ تو دوسری طرف قرآن کریم کے پیش کردہ خدا کی ذات اور صفات پر حملے کر رہے تھے اور بدقسمتی سے مسلمانوں میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو ان کے حملوں کا جواب دے سکتا اور اسلام کے دفاع میں ایک لفظ بھی بول سکتا۔ جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے جو ایک عاشق رسولؐ

عاشق قرآن اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے عاشق صادق تھے اسلام کی یہ حالت زار دیکھی تو آپ کا دل پگھل گیا اور آپ نے ایک کتاب "براہین احمدیہ" کے نام سے تصنیف کرنی شروع فرمائی جس میں آپ نے ایک طرف ان مذاہب کے پیش کردہ خدا کی ان کی کتب سے ہی اس کی اصل حقیقت بیان کرتے ہوئے اس کی ناتوانی' بے کسی اور بشری آلودگیوں سے ملوث ہونے اور تمام محامد اور صفات حسنہ سے عاری ہونے کی قلعی کھول دی تو دوسری طرف قرآن کریم کے پیش کردہ خدائے واحد و یگانہ کے محامد صفات حسنہ' فیضان کامل اور اس کی ارفع و اعلیٰ شان اور کبریائی کو ایسے اچھوتے اور اعلیٰ انداز میں بیان فرمایا کہ دشمنان اسلام کو لینے کے دینے پڑ گئے اور اپنے تو کیا بیگانے بھی عش عش کر اٹھے اور انہیں اقرار کرنا پڑا کہ اسلام کے دفاع میں ایسا پہلوان گزشتہ چودہ سو سال میں پیدا نہیں ہوا۔ آپ نے براہین احمدیہ میں یہ اعلان فرمایا کہ جو بھی میرے ان دلائل کا جواب لکھے گا جو میں نے اسلام کی حقانیت اور اس کے پیش کردہ خدا کی قدرتوں اور صفات کے بارہ میں دیئے ہیں اس کو دس ہزار روپے نقد انعام دیا جائے گا۔ مگر آج تک کسی کو مقابل پر آنے کی جرات نہیں ہوئی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف مذاہب کے تصور ہستی باری تعالیٰ کا ذکر یوں فرمایا:۔

آریہ سماجیوں کا خدا :۔

انیسویں صدی میں آریہ سماج تحریک پورے جوش و خروش سے علمی اور مذہبی میدان میں اتری اور اس تحریک کے راہنماؤں نے دیگر مذاہب خصوصاً اسلام کو اپنا نشانہ بنایا۔ حضرت اقدس نے ان کے اعتقادات کی قلعی کھولی۔ چنانچہ آریہ سماج کے تصورات کے بارہ میں فرمایا۔

"ایسا ہی عام ہندو اور آریہ بھی ان صداقتوں سے منحرف ہیں کیونکہ ان میں سے جو آریہ ہیں۔ وہ تو خدائے تعالیٰ کو خالق ہی نہیں سمجھتے اور اپنی روحوں کا رب اس کو قرار نہیں دیتے اور جو ان میں سے بت پرست ہیں وہ صفت ربوبیت کو اس رب العالمین سے خاص نہیں سمجھتے اور تینتیس کروڑ دیوتا ربوبیت کے کاروبار میں خدائے تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ہردو فریق خدائے تعالیٰ کی رحمانیت کے بھی انکاری ہیں اور اپنے وید کے رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رحمانیت کی صفت ہرگز خدائے تعالیٰ میں نہیں پائی جاتی اور جو کچھ دنیا کیلئے خدا نے بنایا ہے یہ خود دنیا کے نیک عملوں کی وجہ سے خدا کو بنانا پڑا ورنہ پرمیشر خود اپنے ارادہ سے کسی سے نیکی نہیں کر سکتا اور نہ کبھی کی۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ کو کامل طور پر رحیم بھی نہیں سمجھتے کیونکہ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ کوئی گنہگار خواہ کیسا ہی سچے دل سے توبہ کرے اور خواہ وہ سالہا سال تضرع اور زاری اور اعمال صالح میں مشغول رہے خدا اس کے گناہوں کو جو اس سے صادر ہو چکے ہیں ہرگز نہیں بخشے گا جب تک وہ کئی لاکھ جونوں کو بھگت کر اپنی سزا نہ پالے جب ہی کسی نے ایک گناہ کیا پھر نہ وہاں توبہ کام آوے نہ بندگی نہ خوف الٰہی نہ عشق الٰہی نہ اور کوئی عمل صالح گویا وہ جیتے جی ہی مر گیا اور خدائے تعالیٰ کی رحیمیت سے بکلی ناامید ہو گیا۔ علیٰ ھذا القیاس۔

یہ لوگ یوم الجزاء پر جس کے رو سے خدائے تعالیٰ مالک یوم الدین کہلاتا ہے صحیح طور پر ایمان نہیں رکھتے اور جن

طریقوں متذکرہ بالا کے رو سے انسان اپنی سعادت عظمیٰ تک پہنچتا ہے یا شقاوت عظمیٰ میں پڑتا ہے اس کامل سعادت اور شقاوت کے ظہور سے انکاری ہیں اور نجات اخروی کو صرف ایک خیالی اور وہمی طور پر سمجھ رہے ہیں۔ بلکہ وہ نجات ابدی کے قائل ہی نہیں ہیں"۔ (صفحہ ۴۶۹ تا ۴۷۱ حاشیہ)

پھر فرمایا کہ:۔

"اور آریہ سماج والے جو ان کے مہذب بھائی نکلے ہیں جن کا یہ گمان ہے کہ وہ ٹھیک وید کی لکیر پر چلتے ہیں وہ خدائے تعالیٰ کو خالقیت سے ہی جواب دیتے ہیں اور تمام روحوں کو اس کی ذات کامل کی طرح غیر مخلوق اور واجب الوجود اور موجود بوجود حقیقی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ عقل سلیم خدائے تعالیٰ کی نسبت صریح یہ نقص سمجھتی ہے کہ وہ دنیا کا مالک کہلا کر پھر کسی چیز کا رب اور خالق نہ ہو اور دنیا کی زندگی اس کے سہارے سے نہیں بلکہ اپنے ذاتی وجوب کے رو سے ہو۔" (صفحہ ۴۳۷ حاشیہ نمبر۱۱)

نیز فرمایا:۔

"گویا اس کے پاس اتنا ہی الہام تھا جو وید میں خرچ کر بیٹھا اور وہی سرمایہ تھا جو پہلے ہی بانٹ چکا تھا اور پھر ہمیشہ کیلئے خالی ہاتھ رہ گیا اور منہ پر مہر لگ گئی اور ساری صفتیں اب تک بنی رہیں مگر تکلم کی صفت صرف وید کے زمانہ تک رہی پھر باطل ہو گئی اور پرمیشر ہمیشہ کیلئے کلام کرنے اور الہام بھیجنے سے عاجز ہو گیا یہ اعتقاد آریہ قوم کا ہے کہ جس پر ہریک ہندو کو رغبت دلائی جاتی ہے کہ اسی کو اپنا دھرم بناوے۔" (صفحہ ۱۰۰۔۱۰۱)

آریہ سماج کے اس تصور خدا پر کسی نقطہ و نظر کی گنجائش نہیں۔ جس کے نزدیک خدا کا تصور یہ ہو اس مذہب کی حقیقت کیا ہوگی۔ قارئین خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔

برہمو سماج کا خدا :۔

آریہ سماج کے بعد برہمو سماج ہندو ازم کی اہم تحریک ہے۔ ان کے نزدیک جو ہستی باری تعالیٰ کا تصور ہے اس بارہ میں حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

"واضح ہو کہ برہمو لوگ ان چاروں صداقتوں پر جیسا کہ چاہئے ثبات اور قیام نہیں رکھتے بلکہ ان معارف عالیہ کے کامل مفہوم پر ان کو اطلاع ہی نہیں۔ اول خدا کا رب العالمین ہونا کہ جو ربوبیت تامہ سے مراد ہے۔ برہمو لوگوں کی سمجھ اور عقل سے اب تک چھپا ہوا ہے اور وہ لوگ ربوبیت الٰہیہ کا دنیا پر اس سے زیادہ اثر نہیں سمجھتے کہ اس نے کسی وقت یہ تمام عالم معہ اس کی تمام قوتوں اور طاقتوں کے پیدا کیا ہے لیکن اب وہ تمام قوتیں اور طاقتیں مستقل طور پر اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں اور خدائے تعالیٰ کو قدرت نہیں ہے کہ ان میں کچھ تصرف کرے یا کچھ تغیر اور تبدل ظہور میں لاوے اور ان کے زعم باطل میں قوانین نیچریہ کی مستحکم اور پائیدار بنیاد نے قادر مطلق کو معطل اور بیکار کی طرح کر دیا ہے اور ان میں تصرف کرنے کیلئے کوئی راہ اس پر کھلا نہیں...... ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ربوبیت تامہ اور قدرت کاملہ کے مفہوم سے بکلی منافی ہے کیونکہ

ربوبیت تامہ اور قدرت کاملہ وہ ہے کہ جو اس ذات غیر محدود کی طرح غیر محدود ہے اور کوئی انسانی قاعدہ اور قانون اس پر احاطہ نہیں کر سکتا۔" (صفحہ ۴۷۴ تا ۴۷۹ حاشیہ نمبر ۱۱)

اسی طرح وہ خدائے تعالیٰ کی رحمانیت پر بھی کامل طور پر ایمان نہیں لاتے کیونکہ کامل رحمانیت یہ ہے کہ جس طرح خدائے تعالیٰ نے ابدان کی تکمیل اور تربیت کیلئے تمام اسباب اپنے خاص دست قدرت سے ظاہر فرمائے ہیں اور اس چند روزہ جسمانی آسائش کے لئے سورج اور چاند اور ہوا اور بادل وغیرہ صدہا چیزیں اپنے ہاتھ سے بنادی ہیں اسی طرح اس نے روحانی تکمیل اور تربیت کے لئے اور اس عالم کی آسائش کیلئے جس کی شقاوت اور سعادت ابدی اور دائمی ہے روحانی نور یعنی اپنا پاک اور روشن کلام دنیا کے انجام کیلئے بھیجا ہو اور جس علم کی مستعد روحوں کو ضرورت ہے وہ سب علم آپ عطا فرمایا ہو اور جن شکوک اور شبہات میں ان کی ہلاکت ہے ان سب شکوک سے آپ نجات بخشی ہو لیکن اس کامل رحمانیت کو برہمو سماج والے تسلیم نہیں کرتے اور ان کے زعم میں گو خدا نے انسان کے شکم پر کرنے کیلئے ہریک طرح کی مدد کی اور کوئی دقیقہ تائید کا اٹھا نہ رکھا مگر وہ مدد روحانی تربیت میں نہ کر سکا۔ گویا خدا نے روحانی تربیت کے بارہ میں جو اصلی اور حقیقی تربیت تھی دانستہ دریغ کیا اور اس کے لئے ایسے زبردست اور قوی اور خاص اسباب پیدا نہ کئے جیسے اس نے بدنی تربیت کیلئے پیدا کئے۔" (صفحہ ۴۹۱ تا ۴۹۴ حاشیہ نمبر ۱۱)

رحمیت :۔ "برہمو سماج والے خدائے تعالیٰ کی رحیمیت پر بھی کامل طور پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ کامل رحیمیت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ مستعد روحوں کو ان کے فطرتی جوشوں کے مطابق اور ان کے پر جوش اخلاص کے اندازہ پر ان کے صدق سے بھری ہوئی کوششوں کے مقدار پر معارف صافیہ غیر محجوبہ سے ان کو ملبب کرے اور جس قدر وہ اپنے دلوں کو کھولیں اسی قدر ان کے لئے آسمانی دروازے کھولے جائیں اور جس قدر ان کی پیاس بڑھتی جائے اسی قدر ان کو پانی بھی دیا جائے یہاں تک کہ وہ حق الیقین کے شربت خوشگوار سے سیراب ہو جائیں اور شک اور شبہ کی موت سے بکلی نجات حاصل ہو لیکن برہمو سماج والے اس صداقت سے انکاری ہیں اور بقول ان کے انسان کچھ ایسا بدقسمت ہے کہ گو کیسا ہی دلبر حقیقی کے وصال کے لئے تڑپا کرے اور گو اس کی آنکھوں سے دریا بہہ نکلے اور گو اس یار عزیز کے لئے خاک میں مل جائے مگر وہ ہرگز نہ ملے اور ان کے نزدیک وہ کچھ ایسا سخت دل ہے کہ جس کو اپنے طالبوں پر رحم ہی نہیں اور اپنے خاص نشانوں سے ڈھونڈھنے والوں کو تسلی نہیں بخشا اور اپنے دلبرانہ تجلیات سے دردمندوں کا کچھ علاج نہیں کرتا۔"

(صفحہ ۴۹۶ تا ۵۰۰ حاشیہ نمبر ۱۱)

مالک یوم الدین :۔ "اسی طرح برہمو سماج والے خدا تعالیٰ کے مالک یوم الدین ہونے سے بھی بے خبر ہیں کیونکہ یوم الجزاء کے مالک ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ملکیت تامہ کہ جو

تجلیات عظمٰی پر موقوف ہے ظہور میں آکر پھر اس ملکیت تامہ کی شان کے موافق پوری پوری جزاء بندوں کو دی جائے۔ یعنی اول اس مالک حقیقی کی ملکیت تامہ کا ثبوت ایسے کامل الظہور مرتبہ پر ہو جائے کہ تمام اسباب معتادہ بکلی درمیان سے اٹھ جائیں اور زید و عمر کا دخل درمیان نہ رہے اور مالک واحد قہار کا وجود عریاں طور پر نظر آوے اور جب یہ معرفت کاملہ اپنا جلوہ دکھا چکی تو پھر جزاء بھی بطور کامل ظہور میں آوے یعنی من حیث الورود بھی کامل ہو اور من حیث الوجود بھی...... لیکن برہمو سماج والے اس صداقت سے بھی انکاری ہیں بلکہ اس صداقت قصوٰی کا وجود ان کے نزدیک مستحق ہی نہیں اور بزعم ان کے انسان کی قسمت میں نہ انتہائی معرفت کا پانا مقدر ہے نہ انتہائی مکافات کا اور مکافات ان کے نزدیک فقط ایک خیالی پلاؤ ہے جو صرف اپنے ہی بے بنیاد تصورات سے پکایا جائے گا نہ حقیقی طور پر کوئی جزاء خدائے تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر وارد ہوگی نہ کوئی سزا بلکہ خود تراشیدہ خیالات ہی خوشحالی یا بدحالی کے موجب ہو جائیں گے اور کوئی ایسا ظاہری و باطنی امر نہیں ہوگا کہ جو خاص خدائے تعالیٰ کے ارادہ سے نیک بندوں پر بصورت نعمت اور بد بندوں پر بصورت عذاب اترے۔"

(صفحہ ۵۰۲ تا ۵۱۶ حاشیہ نمبر۱۱)

حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"برہمو لوگ خدا تعالیٰ کیلئے گونگا اور غیر متکلم ہونا اور نطق پر ہرگز قادر نہ ہونا اور اپنے علوم کے القاء اور الہام سے عاجز ہونا تجویز کرتے ہیں اور جو حقیقی اور کامل ہادی میں صفات کاملہ ہونی چاہئے ان صفات سے اس کو خالی سمجھتے ہیں بعد اس قدر ایمان بھی انہیں نصیب نہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد رکھیں کہ اپنی ہستی اور الوہیت کو اس نے اپنے ارادے اور اختیار سے دنیا میں ظاہر کیا ہے۔ برخلاف اس کے وہ تو یہ کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ ایک مردہ یا ایک پتھر کی طرح کسی گوشہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ عقلمندوں نے آپ محنتیں کر کے اس کے وجود کا پتہ لگایا اور اس کی خدائی کو دنیا میں مشہور کیا۔" (صفحہ ۴۴۳۔ ۴۴۴ حاشیہ)

بدھ مذہب کا خدا :۔

"ان کا بدھ کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ وہ مونہہ کے راستے سے پیدا ہوا تھا۔"

(صفحہ ۴۴۳ حاشیہ نمبر۱۱)

عیسائیوں کا خدا :۔

عیسائیت اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ اسلام پر حملہ آور ہوئی۔ مگر ان کے نزدیک بھی ہستی باری تعالیٰ اس کی ذات و صفات کے تعلق میں اپنا بودا پن ظاہر کر رہا تھا۔ حضرت اقدس ان حقائق کو بھی بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"کیا اس ذات کامل اور قدیم اور غنی اور بے نیاز کی نسبت جائز ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے تمام عظیم الشان کاموں میں جو قدیم سے وہ کرتا رہا ہے آپ ہی کافی ہو آپ ہی بغیر حاجت کسی باپ یا بیٹے کے تمام دنیا کو پیدا کیا ہو

اور آپ ہی تمام روحوں اور جسموں کو وہ قوتیں بخشی ہوں جن کی انہیں حاجت ہے اور آپ ہی تمام کائنات کا حافظ اور قیوم اور مدبر ہو بلکہ ان کے وجود سے پہلے جو کچھ ان کو زندگی کیلئے درکار تھا وہ سب اپنی صفت رحمانیت سے ظہور میں لایا اور بغیر انتظار عمل کی عامل کے سورج اور چاند اور بے شمار ستارے اور زمین اور ہزار ہا نعمتیں جو زمین پر پائی جاتی ہیں۔ محض اپنے فضل و کرم سے انسانوں کیلئے پیدا کی ہوں اور ان سب کاموں میں کسی بیٹے کا محتاج نہ ہوا ہو لیکن پھر وہی کامل خدا آخری زمانہ میں اپنا تمام جلال اور اقتدار کالعدم کر کے مغفرت اور نجات دینے کیلئے بیٹے کا محتاج ہو جائے اور پھر بیٹا بھی ایسا ناقص بیٹا جس کو باپ سے کچھ بھی مناسبت نہیں جس نے باپ کی طرح نہ کوئی گوشہ آسمان کا اور نہ کوئی قطعہ زمین کا پیدا کیا جس سے اس کی الوہیت ثابت ہو...... غرض وہ خدا ہونے کا کوئی نشان دکھلا نہ سکا...... بلکہ ایک ضعیف عاجزہ کے پیٹ سے تولد پا کر (بقول عیسائیوں) وہ ذلت اور رسوائی اور ناتوانی اور خواری عمر بھر دیکھی کہ جو انسانوں میں سے وہ انسان دیکھتے ہیں کہ جو بد قسمت اور بے نصیب کہلاتے ہیں اور پھر مدت تک ظلمت خانہ رحم میں قید رہ کر اور اس ناپاک راہ سے کہ جو پیشاب کی بد رو ہے پیدا ہو کر ہر یک قسم کی آلودہ حالت کو اپنے اوپر وارد کر لیا اور بشری آلودگیوں اور نقصانوں میں سے کوئی ایسی آلودگی باقی نہ رہی جس سے وہ بیٹا باپ کا بدنام کنندہ ملوث نہ ہو اور پھر اس نے اپنی جہالت اور بے علمی اور بے قدرتی اور نیز اپنے نیک نہ ہونے کا اپنی کتاب میں آپ ہی اقرار کر لیا...... تو پھر کیونکر جائز ہے کہ خداوند قادر مطلق اور ازلی اور ابدی پر یہ بہتان باندھا جاوے کہ وہ ہمیشہ اپنی ذات میں کامل اور غنی اور قادر مطلق رہ کر آخر کار ایسے ناقص بیٹے کا محتاج ہو گیا اور اپنے سارے جلال اور بزرگی کو یہ یکبارگی کھو دیا میں ہر گز باور نہیں کرتا کہ کوئی دانا اس ذات کامل کی نسبت کہ جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے ایسی ایسی ذلتیں جائز رکھے۔" (صفحہ ۴۳۹ تا ۴۴۱ حاشیہ)

نیز فرماتے ہیں:۔

"ان کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ جمیع مافی العالم کا رب نہیں ہے بلکہ مسیح اس کی ربوبیت سے باہر ہے بلکہ مسیح آپ ہی رب ہے اور جو کچھ عالم میں پیدا ہوا وہ بزعم باطل ان کے بطور قاعدہ کلیہ مخلوق اور حادث نہیں بلکہ ابن مریم عالم کے اندر حدوث پا کر اور صریح مخلوق ہو کر پھر غیر مخلوق اور خدا کے برابر بلکہ آپ ہی خدا ہے اور اس کی عجیب ذات میں ایک ایسا عجوبہ ہے کہ باوجود حادث ہونے کے قدیم ہے اور باوجود اس کے کہ خود اپنے اقرار سے ایک واجب الوجود کے ماتحت اور اس کا محکوم ہے مگر پھر بھی آپ ہی واجب الوجود اور آزاد مطلق اور کسی کا ماتحت نہیں اور باوجود اس کے کہ خود اپنے اقرار سے عاجز اور ناتوان ہے مگر پھر بھی عیسائیوں کے بے بنیاد زعم میں قادر مطلق ہے اور عاجز نہیں اور باوجود اس کے کہ خود اپنے اقرار سے امور غیبیہ کے بارہ میں نادان محض ہے یہاں تک کہ قیامت کی بھی خبر نہیں کہ کب آئے گی مگر پھر بھی نصرانیوں کے خوش عقیدہ کے رو سے

عالم الغیب ہے۔ اور باوجود اس کے کہ خود اپنے اقرار سے اور نیز صحف انبیاء کی گواہی سے ایک مسکین بندہ ہے مگر پھر بھی حضرات مسیحیوں کی نظر میں خدا ہے اور باوجود اس کے کہ خود اپنے اقرار سے نیک اور بے گناہ نہیں ہے مگر پھر بھی عیسائیوں کے خیال میں نیک اور بے گناہ ہے............ ایک ذلیل اور عاجز بندہ کو رب العالمین قرار دیا اور رب العالمین پر ہر طرح کی ذلت اور موت اور درد اور دکھ اور تجسم اور حلول اور تغیر اور تبدل اور حدوث اور تولد کو روا رکھا ہے نادانوں نے خدا کو بھی ایک کھیل بنا لیا ہے۔........ غرض عیسائی لوگ نہ خداوند حقیقی کو رب العالمین سمجھتے ہیں۔ نہ اسے رحمان اور رحیم خیال کرتے ہیں اور نہ جزا سزا اس کے ہاتھ میں یقین رکھتے ہیں بلکہ ان کے گمان میں حقیقی خدا کے وجود سے زمین اور آسمان خالی پڑا ہوا ہے اور جو کچھ ہے ابن مریم ہی ہے۔ اگر رب ہے تو وہی ہے اگر رحمان ہے تو وہی ہے اگر رحیم ہے تو وہی ہے اگر مالک یوم الدین ہے تو وہی ہے۔" (صفحہ ۴۶۷ تا ۴۶۹ حاشیہ)

یہود کی حالت :۔ یہودیت کی تعلیمات بھی ایک کامل ذات و صفات رکھنے والے خدا کا تصور نہ رکھتے تھے۔ حضرت اقدس ان کے عقائد کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

"اگر اول یہودیوں ہی کے حال پر نظر کریں تو ظاہر ہو گا کہ ان کو خدائے تعالیٰ کی ربوبیت تامہ میں بہت سے شک اور شبہات پیدا ہو گئے تھے اور انہوں نے ایک ذات رب العالمین پر کفایت نہ کر کے صدہا ارباب متفرقہ اپنے لئے بنا رکھے تھے۔ یعنی مخلوق پرستی اور دیوتا پرستی کا بغایت درجہ ان میں بازار گرم تھا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ حال قرآن شریف میں بیان کر کے فرمایا ہے۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ (التوبہ:۳۱) یعنی یہودیوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو کہ جو مخلوق اور غیر خدا ہیں اپنے رب اور قاضی الحاجات ٹھہرا رکھے ہیں نیز اور اکثروں کا یہودیوں میں سے بعض نیچریوں کی طرح یہ اعتقاد ہو گیا تھا کہ انتظام دنیا کا قوانین منضبطہ متعینہ پر چل رہا ہے اور اس قانون میں مختارانہ تصرف کرنے سے خدائے تعالیٰ قاصر اور عاجز ہے۔ گویا اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ نہ اس قاعدہ کے برخلاف کچھ ایجاد کر سکتا ہے اور نہ فنا کر سکتا ہے بلکہ جب سے کہ اس نے اس عالم کا ایک خاص طور پر شیرازہ باندھ کر اس کی پیدائش سے فراغت پالی ہے۔ تب سے یہ کل اپنے ہی پرزوں کی صلاحیت کی وجہ سے خود بخود چل رہی ہے اور رب العالمین کسی قسم کا تصرف اور دخل اس کل کے چلنے میں نہیں رکھتا........ ان کی توریت میں جو محرف اور مبدل ہے۔ خدائے تعالیٰ کی نسبت کئی طور کی بے ادبیاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ پیدائش کے ۳۲ باب میں لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ یعقوب سے تمام رات صبح تک کشتی لڑا گیا اور اس پر غالب نہ ہوا۔ اسی طرح برخلاف اس اصول کے کہ خدائے تعالیٰ ہر یک مافی العالم کا رب ہے بعض مردوں کو انہوں نے خدا کے بیٹے قرار دے رکھا ہے اور کسی جگہ عورتوں کو خدا کی بیٹیاں لکھا گیا ہے اور کسی جگہ بائبل میں یہ بھی فرما دیا ہے کہ تم سب خدا ہی ہو اور سچ تو یہ ہے کہ عیسائیوں نے بھی انہیں تعلیموں سے مخلوق پرستی کا سبق

سیکھا ہے۔...... غرض حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے زمانہ میں یہودیوں کی یہ حالت تھی کہ مخلوق پرستی بدرجہ غائت ان پر آگئی تھی اور عقائد حقہ سے بہت دور جا پڑی تھی۔...... بعض دہریوں کی طرح روح کو فانی سمجھتے تھے اور بعض کا فلسفیوں کی طرح یہ مذہب تھا کہ خدائے تعالیٰ رب العالمین اور مدبر بالارادہ نہیں ہے غرض مجذوم کے بدن کی طرح تمام خیالات ان کے فاسد ہو گئے تھے اور خدائے تعالیٰ کی صفات کاملہ ربوبیت و رحمانیت و رحیمیت اور مالک یوم الدین ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے نہ ان صفتوں کو اس کی ذات سے مخصوص سمجھتے تھے اور نہ ان صفتوں کا کامل طور پر خدائے تعالیٰ میں پایا جانا یقین رکھتے تھے۔" (صفحہ ۴۶۳ تا ۴۶۶ حاشیہ)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کا تصور ہستی باری تعالیٰ

حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے دین حق میں ہستی باری تعالیٰ کا وجود جو ذات مستجمع جمیع صفات حسنہ ہے کو نہایت شرح و بسط سے اپنی تصنیف براہین احمدیہ میں پیش فرمایا جس سے دین حق کی عظمت اور جلالت شان ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

اللہ کا لفظ اسم اعظم ہے :-

"ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے کہ جو اصطلاح قرآنی ربانی کے رو سے ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ اور منزہ عن جمیع رزائل اور معبود برحق اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض پر بولا جاتا ہے۔ اس اسم اعظم کی بہت سی صفات میں سے جو دو صفتیں بسم اللہ میں بیان کی گئی ہیں یعنی صفت رحمانیت و رحیمیت انہیں دو صفتوں کے تقاضا سے کلام الٰہی کا نزول اور اس کے انوار و برکات کا صدور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا کے پاک کلام کا دنیا میں اترنا اور بندوں کو اس سے مطلع کیا جانا یہ صفت رحمانیت کا تقاضا ہے کیونکہ صفت رحمانیت کی کیفیت (جیسا کہ آگے بھی تفصیل سے لکھا جائے گا) یہ ہے کہ وہ صفت بغیر سبقت عمل کسی عامل کے محض جود اور بخشش الٰہی کے جوش سے ظہور میں آتی ہے جیسا خدا نے سورج اور چاند اور پانی اور ہوا وغیرہ کو بندوں کی بھلائی کیلئے پیدا کیا ہے۔ یہ تمام جود اور بخشش صفت رحمانیت کے رو سے ہے اور کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ چیزیں میرے کسی عمل کی پاداش میں بنائی گئی ہیں۔ اسی طرح خدا کا کلام بھی کہ جو بندوں کی اصلاح اور رہنمائی کیلئے اترا۔ وہ بھی اس صفت کے رو سے اترا ہے اور کوئی ایسا متنفس نہیں کہ یہ دعویٰ کر سکے کہ میرے کسی عمل یا مجاہدہ یا کسی پاک باطنی کے اجر میں خدا کا پاک کلام کہ جو اس کی شریعت پر مشتمل ہے نازل ہوا ہے۔" (صفحہ ۴۱۵ حاشیہ)

اللہ کے لفظ کی تشریح :-

الحمد للہ تمام محامد اس ذات معبود برحق مستجمع جمیع صفات کاملہ کو ثابت ہیں جس کا نام اللہ ہے ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ

اس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبود برحق اور مستجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام رزائل منزہ اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں اپنے نام اللہ کو تمام دوسرے اسماء و صفات کا موصوف ٹھہرایا ہے اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو یہ رتبہ نہیں دیا۔ پس اللہ کے اسم کو بوجہ موصوفیت تامہ ان تمام صفتوں پر دلالت ہے جن کا وہ موصوف ہے اور چونکہ وہ جمیع اسماء اور صفات کا موصوف ہے اس لئے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ جمیع صفات کاملہ پر مشتمل ہے۔ پس خلاصہ مطلب الحمدللہ کا یہ نکلا کہ تمام اقسام حمد کے کیا باعتبار ظاہر کے اور کیا باعتبار باطن کے اور کیا باعتبار ذاتی کمالات کے اور کیا باعتبار قدرتی عجائبات کے اللہ سے مخصوص ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور نیز جس قدر محامد صحیحہ اور کمالات تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکر کا ذہن میں لا سکتا ہے وہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں اور کوئی ایسی خوبی نہیں کہ عقل اس خوبی کے امکان پر شہادت دے مگر اللہ تعالیٰ بد قسمت انسان کی طرح اس خوبی سے محروم ہو بلکہ کسی عاقل کی عقل ایسی خوبی پیش ہی نہیں کر سکتی کہ جو خدا میں نہ پائی جائے جہاں تک انسان زیادہ سے زیادہ خوبیاں سوچ سکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہیں اور اس کو اپنی ذات اور صفات اور محامد میں من کل الوجوہ کمال حاصل ہے اور رزائل سے بکلی منزہ ہے۔ (صفحہ ۴۳۵-۴۳۶ حاشیہ)

محامد کاملہ سے متصف :-

سورۃ فاتحہ کے ابتداء میں جو اللہ تعالیٰ کی نسبت بیان فرمایا گیا ہے کہ وہی ایک ذات ہے کہ جو تمام محامد کاملہ سے متصف اور تمام خوبیوں کی جامع ہے اور وہی ایک ذات ہے جو تمام عالموں کی رب اور تمام رحمتوں کا چشمہ اور سب کو ان کے عملوں کا بدلہ دینے والی ہے۔ پس ان صفات کے بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ نے بخوبی ظاہر فرما دیا کہ سب قدرت اسی کے ہاتھ میں ہے اور ہریک فیض اسی کی طرف سے ہے اور اپنی اس قدر عظمت بیان کی کہ دنیا اور آخرت کے کاموں کا قاضی الحاجات اور ہریک چیز کا علت العلل اور ہریک فیض کا مبدء اپنی ذات کو ٹھہرایا جس میں یہ بھی اشارہ فرما دیا ہے کہ اس کی ذات کے بغیر اور اس کی رحمت کے بدوں کسی زندہ کی زندگی اور آرام اور راحت ممکن نہیں اور پھر بندہ کو تذلل کی تعلیم دی اور فرمایا **ایاک نعبد و ایاک نستعین** اس کے یہ معنے ہیں کہ اے مبدء تمام فیوض ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں یعنی ہم عاجز ہیں آپ سے کچھ بھی نہیں کر سکتے جب تک تیری توفیق اور تائید شامل حال نہ ہو۔"

(صفحہ ۵۶۹ تا ۵۷۱ حاشیہ)

خدا تعالیٰ واحد لاشریک ہے :-

"بعد ثبوت وجود صانع عالم کے طالب حق کو اس بات کا سمجھنا ضروری تھا کہ وہ صانع ہریک طور کی شرکت سے پاک ہے سو اس کی طرف اشارہ فرمایا **قل ھو اللہ احد اللہ الصمد** اس اقل عبارت کو جو بقدر ایک سطر بھی نہیں دیکھنا چاہئے کہ کس

لطافت اور عمدگی سے ہریک قسم کی شراکت سے وجود حضرت باری کا منزہ ہونا بیان فرمایا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرکت از روئے حصر عقلی چار قسم پر ہے کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے اور کبھی مرتبہ میں اور کبھی نسب میں اور کبھی فعل میں اور تاثیر میں۔ سو اس سورت میں ان چاروں قسموں کی شرکت سے خدا کا پاک ہونا بیان فرمایا اور کھول کر بتلا دیا کہ وہ اپنے عدد میں ایک ہے دو یا تین نہیں اور وہ صمد ہے یعنی اپنے مرتبہ وجوب اور محتاج الیہ ہونے میں منفرد اور یگانہ ہے اور بجز اس کے تمام چیزیں ممکن الوجود اور ہالک الذات ہیں جو اس کی طرف ہر دم محتاج ہیں اور وہ لم یلد ہے یعنی اس کا کوئی بیٹا نہیں تا بوجہ بیٹا ہونے کے اس کا شریک ٹھہر جائے اور وہ لم یولد ہے یعنی اس کا کوئی باپ نہیں ہے تا بوجہ باپ ہونے کے اس کا کوئی شریک بن جائے اور وہ لم یکن لہ کفوا ہے یعنی اس کے کاموں میں کوئی اس سے برابری کرنے والا نہیں تا باعتبار فعل کے اس کا کوئی شریک قرار پاوے۔ سو اس طور سے ظاہر فرما دیا کہ خدائے تعالیٰ چاروں قسم کی شرکت سے پاک اور منزہ ہے اور وحدہ لا شریک ہے۔ (صفحہ ۵۱۸ حاشیہ در حاشیہ)

"اس کے خالق ہونے پر یہ دلیل واضح ہے کہ ہریک چیز کو ایک اندازہ مقرری میں محصور پیدا کیا ہے جس سے وجود اس ایک حاصر اور محدد کا ثابت ہوتا ہے اس کیلئے تمام محامد ثابت ہیں اور دنیا و آخرت میں وہی منعم حقیقی ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہریک حکم ہے اور وہی تمام چیزوں کا منبع و مرجع و مآب ہے خدا ہر ایک گناہ کو بخش دے گا جس کے لئے چاہے گا پر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔" (صفحہ ۵۲۱ حاشیہ در حاشیہ)

حیات حقیقی اور قیام حقیقی صرف خدا کو حاصل ہے :-

حکماء ناقص الفہم نے ارواح اور اجسام کو حادث بھی نہیں سمجھا اور اس راز دقیق سے بے خبر رہے کہ حیات حقیقی اور ہستی حقیقی اور قیام حقیقی صرف خدا ہی کے لئے مسلم ہے یہ عمیق معرفت کچھ وقت سے انسان کو حاصل ہوتی ہے جس میں خدا نے فرمایا کہ حقیقی طور پر زندگی اور بقاء زندگی صرف اللہ کیلئے حاصل ہے جو جامع صفات کاملہ ہے اس کے بغیر کسی دوسری چیز کو وجود حقیقی اور قیام حقیقی حاصل نہیں اور اسی بات کو صانع عالم کی ضرورت کیلئے دلیل ٹھہرایا اور فرمایا لہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض یعنی جب کہ عالم کیلئے نہ حیات حقیقی حاصل ہے نہ قیام حقیقی تو بالضرور اس کو ایک علت موجبہ کی حاجت ہے جس کے ذریعہ سے اس کو حیات اور قیام حاصل ہوا اور ضرور ہے کہ ایسی علت موجبہ جامع صفات کاملہ اور مدبر بالارادہ اور حکیم اور عالم الغیب ہو سو وہی اللہ ہے کیونکہ اللہ بموجب اصطلاح قرآن شریف کے اس ذات کا نام ہے جو مستجمع کمالات تامہ ہے اسی وجہ سے قرآن شریف میں اللہ کے اسم کو جمیع صفات کاملہ کا موصوف ٹھہرایا ہے۔ اور جا بجا ظاہر فرمایا ہے کہ اللہ وہ ہے جو کہ رب العالمین ہے۔ رحمان ہے رحیم ہے مدبر بالارادہ ہے حکیم ہے عالم الغیب ہے قادر مطلق ہے ازلی ابدی ہے وغیرہ وغیرہ سو یہ قرآن شریف کی اصطلاح ٹھہر گئی ہے کہ اللہ ایک ذات جامع جمیع صفات کاملہ کا نام ہے اسی جہت سے اس آیت کے سر پر بھی اللہ کا اسم لائے

اور فرمایا اللہ لا الہ الا ھوالحی القیوم یعنی اس عالم بے ثبات کا قیوم ذات جامع الکمالات اس کی موت ہے۔
(صفحہ ۵۱۶۔۵۱۷ حاشیہ در حاشیہ)

خدا تعالیٰ کا بیٹوں اور بیٹیوں سے پاک ہونا :۔

پھر بعد اس کے جزی طور پر مخلوق پرستوں کو ملزم کیا اور ان کا خطا پر ہونا ظاہر فرمایا اور کہا قالوا اتخذ اللہ ولدا سبحانہ ھوالغنی (یونس:۶۹) یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے حالانکہ بیٹے کا محتاج ہونا ایک نقصان ہے اور خدا ہریک نقصان سے پاک ہے وہ تو غنی اور بے نیاز ہے جس کو کسی کی حاجت نہیں جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اسی کا ہے کیا تم خدا پر ایسا بہتان لگاتے ہو جس کی تائید میں تمہارے پاس کسی نوع کا علم نہیں۔ خدا کیوں بیٹوں کا محتاج ہونے لگا وہ کامل ہے اور فرائض الوہیت کے ادا کرنے کیلئے وہ ہی اکیلا کافی ہے کسی اور منصوبہ کی حاجت نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا بیٹیاں رکھتا ہے حالانکہ وہ ان سب نقصانوں سے پاک ہے کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں یہ تو ٹھیک تقسیم نہ ہوئی۔ اے لوگو! تم اس خدائے واحد لاشریک کی پرستش کرو جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا چاہئے کہ تم اس قادر توانا سے ڈرو جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور آسمان کو تمہارے لئے چھت بنایا...... خدا ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں وہی آسمان میں خدا ہے اور وہی زمین میں۔ خدا وہی اول ہے اور وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن آنکھیں اس کی کنہ دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور اس کو آنکھوں کی کنہ معلوم ہے وہ سب کا خالق ہے اور کوئی چیز اس کی مانند نہیں اور اس کے خالق ہونے پر یہ دلیل واضح ہے کہ ہر ایک چیز کو ایک اندازہ مقرری میں محصور اور محدود پیدا کیا ہے جس سے وجود اس ایک حاصر اور محدد کا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے لئے تمام محامد ثابت ہیں اور دنیا و آخرت میں وہی منعم حقیقی ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہریک حکم ہے اور وہی تمام چیزوں کا مرجع و ماب ہے خدا ہریک گناہ کو بخش دے گا جس کیلئے چاہے گا پر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔" (صفحہ ۵۲۰۔۵۲۱ حاشیہ در حاشیہ)

خدا تعالیٰ کے چار قسم کے فیضان :۔

"دنیا پر خدا کا چار طور پر فیضان پایا جاتا ہے جو غور کرنے سے ہر یک عاقل اس کو سمجھ سکتا ہے۔ پہلا فیضان فیضان اعم ہے یہ وہ فیضان مطلق ہے کہ جو بلا تمیز ذی روح و غیر ذی روح افلاک سے لیکر خاک تک تمام چیزوں پر علی الاتصال جاری ہے۔ اور ہر یک چیز کا عدم سے صورت وجود پکڑنا اور پھر وجود کا حد کمال تک پہنچنا اس فیضان کے ذریعہ سے ہے اور کوئی چیز جاندار ہو یا غیر جاندار اس سے باہر نہیں اسی سے وجود تمام ارواح و اجسام ظہور پذیر ہوا اور ہوتا ہے اور ہر یک چیز نے پرورش پائی اور پاتی ہے یہی فیضان تمام کائنات کی جان ہے اگر ایک لحہ منقطع ہو جائے تو تمام عالم نابود ہو جائے اور اگر نہ ہوتا تو مخلوقات میں سے کچھ بھی نہ ہوتا اس کا نام قرآن شریف میں ربوبیت ہے اور اس کی رو سے خدا کا نام رب العالمین ہے۔"

(صفحہ ۴۴۴، ۴۴۵ حاشیہ)

دوسرا فیضان:۔ پھر دوسرا قسم فیضان کا جو دوسرے مرتبہ پر واقعہ ہے فیضان عام ہے اس میں اور فیضان اعم میں یہ فرق ہے کہ فیضان اعم تو ایک عام ربوبیت ہے جس کے ذریعہ سے کل کائنات کا ظہور اور وجود ہے اور یہ فیضان جس کا نام فیضان عام ہے یہ ایک خاص عنایت ازلیہ ہے جو جانداروں کے حال پر مبذول ہے یعنی ذی روح چیزوں کی طرف حضرت باری کی جو ایک خاص توجہ ہے اس کا نام فیضان عام ہے اور اس فیضان کی یہ تعریف ہے کہ یہ بلا استحقاق اور بغیر اس کے کہ کسی کا کچھ حق ہو سب ذی روحوں پر حسب حاجت ان کے جاری ہے کسی کے عمل کا پاداش نہیں اور اسی فیضان کی برکت سے ہریک جاندار جیتا، جاگتا، کھاتا پیتا اور آفات سے محفوظ اور ضروریات سے متمتع نظر آتا ہے اور ہریک ذی روح کے لئے تمام اسباب زندگی کے جو اس کے لئے یا اس کے نوع کے بقا کیلئے مطلوب ہیں۔ میسر نظر آتے ہیں اور یہ سب آثار اسی فیضان کے ہیں کہ جو کچھ روحوں کو جسمانی تربیت کیلئے درکار ہے سب کچھ دیا گیا ہے اور ایسا ہی جن روحوں کو علاوہ جسمانی تربیت کے روحانی تربیت کی بھی ضرورت ہے یعنی روحانی ترقی کی استعداد رکھتے ہیں ان کے لئے قدیم سے عین ضرورتوں کے وقتوں میں کلام الٰہی نازل ہوتا رہا ہے۔ غرض اسی فیضان رحمانیت کے ذریعہ سے انسان اپنی کروڑ با ضروریات پر کامیاب ہے۔......
کیونکہ کسی عاقل کو اس میں کلام نہیں کہ جو کچھ چاند اور سورج اور زمین اور عناصر وغیرہ ضروریات دنیا میں پائی جاتی ہیں جن پر تمام ذی روحوں کی زندگی کا مدار ہے اسی فیضان کے اثر سے ظہور پذیر ہیں اور ہریک متنفس بلا تمیز انسان و حیوان و مومن و کافر و نیک و بد حسب حاجت اپنے ان فیوض مذکورہ بالا سے مستفیض ہو رہا ہے اور کوئی ذی روح اس سے محروم نہیں اور اس فیضان کا نام قرآن شریف میں رحمانیت ہے اور اسی کے رو سے خدا کا نام سورۃ فاتحہ میں بعد صفت رب العالمین رحمٰن آیا ہے۔

(صفحہ ۴۴۵ تا ۴۴۸ حاشیہ)

تیسرا فیضان:۔ تیسری قسم فیضان کی فیضان خاص ہے اس میں اور فیضان عام میں یہ فرق ہے کہ فیضان عام میں مستفیض پر لازم نہیں کہ حصول فیض کیلئے اپنی حالت کو نیک بناوے اور اپنے نفس کو حجب ظلمانیہ سے باہر نکالے یا کسی قسم کا مجاہدہ اور کوشش کرے بلکہ اس فیضان میں جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں خدائے تعالیٰ آپ ہی ہریک ذی روح کو اس کی ضروریات جن کا وہ حسب فطرت محتاج ہے عنایت فرماتا ہے اور بن مانگے اور بغیر کسی کوشش کے مہیا کر دیتا ہے لیکن فیضان خاص میں جہد اور کوشش اور تزکیہ قلب اور دعا اور تضرع اور توجہ الی اللہ اور دوسرا ہر طرح کا مجاہدہ جیسا کہ موقعہ ہو شرط ہے اور اس فیضان کو وہی پاتا ہے جو ڈھونڈتا ہے اور اسی پر وارد ہوتا ہے جو اس کے لئے محنت کرتا ہے اور اس فیضان کا وجود بھی ملاحظہ قانون قدرت سے ثابت ہے۔ کیونکہ یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ خدا کی راہ میں سعی کرنیوالے اور غافل رہنے والے دونوں برابر نہیں ہو سکتے بلاشبہ جو لوگ دل کی سچائی سے خدا کی راہ میں کوشش کرتے ہیں اور ہریک تاریکی اور فساد سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں ایک خاص رحمت ان کے شامل حال ہو جاتی ہے اس فیضان کے رو سے خدا تعالیٰ کا نام قرآن شریف میں رحیم

ہے اور یہ مرتبہ صفت رحیمیت کا بوجہ خاص ہونے اور مشروط بہ شرائط ہونے کے مرتبہ صفت رحمانیت سے موخر ہے۔
(۴۵۰-۴۵۱ حاشیہ)

چوتھا قسم فیضان:۔ چوتھا قسم فیضان کا فیضان اخص ہے یہ وہ فیضان ہے جو صرف محنت اور سعی پہ مترتب نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ظہور اور بروز کیلئے اول شرط یہ ہے کہ یہ عالم اسباب کہ جو ایک تنگ و تاریک جگہ ہے بکلی معدوم اور منہدم ہو جائے اور قدرت کاملہ حضرت احدیت کے بغیر آمیزش اسباب معتادہ کے برہنہ طور پر اپنا کامل چمکارا دکھلاوے کیونکہ اس آخری فیضان میں کہ جو تمام فیوض کا خاتمہ ہے جو کچھ پہلے فیضانوں کی نسبت عندالعقل زیادتی اور کمالیت متصور ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ فیضان نہائت منکشف اور صاف طور پر ہو اور کوئی اشتباہ اور خفا اور نقص باقی نہ رہے یعنی نہ مفیض کے بالارادہ فیضان میں کوئی شبہ رہ جائے اور نہ فیضان کے حقیقی فیضان اور رحمت خالصہ اور کاملہ ہونے میں کچھ جائے کلام ہو بلکہ جس مالک قدیم کی طرف سے فیض ہوا ہے اسی کی فیاضی اور جزا دہی روز روشن کی طرح کھل جائے اور شخص فیضیاب کو بطور حق الیقین یہ امر مشہود اور محسوس ہو کہ حقیقت میں وہ مالک الملک ہی اپنے ارادہ اور توجہ اور قدرت خاص سے ایک نعمت عظمیٰ اور لذت کبریٰ اس کو عطا کر رہا ہے اور حقیقت میں اس کو اپنے اعمال صالحہ کی ایک کامل اور دائمی جزا کہ جو نہایت اصفی اور نہایت اعلیٰ اور نہایت مرغوب اور نہایت محبوب ہے مل رہی ہے کسی قسم کا امتحان اور ابتلاء نہیں ہے اور ایسے فیضان اکمل اور اتم اور ابقی اور اعلیٰ اور اجلی سے متمتع ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ بندہ اس عالم ناقص اور مکدر اور کثیف اور تنگ اور منقبض اور ناپائیدار مشتبہ الحال سے دوسرے عالم کی طرف انتقال کرے۔ کیونکہ یہ فیضان تجلیات عظمیٰ کا مظہر ہے جن میں شرط ہے کہ محسن حقیقی کا جمال بطور عریاں اور بمرتبہ حق الیقین مشہود ہو اور کوئی مرتبہ شہود اور ظہور اور یقین کا باقی نہ رہ جائے اور کوئی پردہ اسباب معتادہ کا درمیان نہ ہو۔
(۴۵۲-۴۵۳ حاشیہ)

خدا تعالیٰ سے محبت :۔

اس طرح حضرت احدیت کہ جو ہریک کدورت سے مصفی اور پاک ہے۔ محبت والوں کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ غضب والوں پہ غضب ناک ہے اور لاپرواہوں کے ساتھ لاپرواہی۔ رکنے والوں سے رک جاتا ہے۔ اور جھکنے والوں کی طرف جھکتا ہے۔ چاہنے والوں کو چاہتا ہے اور نفرت کرنیوالوں سے نفرت کرتا ہے اور جس طرح آئینہ کے سامنے جو انداز اپنا بناؤ گے وہی انداز آئینہ میں بھی نظر آئے گا۔ ایسا ہی خداوند تعالیٰ کے روبرو جس انداز سے کوئی چلتا ہے وہی انداز خدا کی طرف سے اس کے لئے موجود ہے اور جن لباسوں کو بندہ اپنے لئے آپ اختیار کرلیتا ہے وہی تخم بویا ہوا اس کا اس کو دیا جاتا ہے۔ (صفحہ ۵۵۵-۵۵۶ حاشیہ)

جو لوگ خدا تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں وہ ان کے قریب ہو جاتا ہے

بلاشبہ وہ اپنے طالبوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو لوگ اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ وہ ان کی طرف ان سے بہت زیادہ دوڑتا ہے جو لوگ اس کا قرب چاہتے ہیں وہ ان سے بہت ہی قریب ہو جاتا ہے وہ ان کی آنکھیں ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں اور ان کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتے ہیں۔ اب تم آپ ہی سوچو کہ جس کی آنکھیں اور کان وہ عالم الغیب ہے کیا ایسا شخص اپنے لدنی علم میں نور یقین تک نہیں پہنچے گا اور ظنوں میں ڈوبا رہے گا۔ تم یقیناً سمجھو کہ صادقوں کیلئے اسی قدر اس کے دروازے کھل جاتے ہیں جس قدر ان کے صدق کا اندازہ ہے اس کے خزائن میں کمی نہیں اس کی ذات میں بخل نہیں۔ اس کے فضلوں کا کوئی انتہاء نہیں اور ترقیات معرفت کی کوئی حد نہیں ہاں پہلے اس نے اظہار علی الغیب کی نعمت اور علم لدنی یقینی قطعی کی دولت اپنے برگزیدہ رسولوں کو دی مگر پھر یہ تعلیم دے کر کہ **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** تمام سچے طالبوں کو خوشخبری دی کہ وہ اپنے رسول مقبول کی تبعیت سے اس علم ظاہری اور باطنی تک پہنچ سکتے ہیں جو بالاصالت خدا کے نبیوں کو دیا گیا انہیں معنوں کر کے تو علماء علمی وارث الانبیاء کہلاتے ہیں۔

(صفحہ ۲۵۵-۲۵۶ حاشیہ)

قادر مطلق کی طاقت عظمیٰ :-

پس ایسا ہی خشک فلسفیوں کا ایمان ہے کہ جو قیوم عالم کے سہارے پہ نظر نہیں رکھتے اور اس مبدء فیوض کو جس کا نام اللہ ہے ہر یک طرفۃ العین کیلئے اور ہر حال میں اپنا محتاج الیہ قرار نہیں دیتے۔ پس یہ لوگ حقیقی توحید سے ایسے دور پڑے ہوئے ہیں جیسے نور سے ظلمت دور ہے۔ انہیں یہ سمجھ ہی نہیں کہ اپنے تئیں ہیچ اور لاشئے سمجھ کر قادر مطلق کی طاقت عظمیٰ کے نیچے آپڑنا عبودیت کے مراتب کی آخری حد ہے اور توحید کا انتہائی مقام ہے جس سے فنا اتم کا چشمہ جوش مارتا ہے اور انسان اپنے نفس اور اس کے ارادوں سے بالکل کھویا جاتا ہے اور سچے دل سے خدا کے تصرف پر ایمان لاتا ہے اس جگہ ان خشک فلسفیوں کے اس مقولہ کو بھی کچھ چیز نہیں سمجھنا چاہئے کہ جو کہتے ہیں کہ کسی کام کے شروع کرنے میں استمداد الٰہی کی کیا حاجت ہے خدا نے ہماری فطرت میں پہلے سے طاقتیں ڈال رکھی ہیں پس ان طاقتوں کے ہوتے ہوئے پھر دوبارہ خدا سے طاقت مانگنا تحصیل حاصل ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ بیشک یہ بات سچ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے بعض افعال کے بجالانے کیلئے کچھ کچھ ہم کو طاقتیں بھی دی ہیں مگر پھر بھی اس قیوم عالم کی حکومت ہمارے سر پر سے دور نہیں ہوئی اور وہ ہم سے الگ نہیں ہوا اور اپنے سہارے سے ہم کو جدا کرنا نہیں چاہا اپنے اور فیوض غیر متناہی سے ہم کو محروم کرنا روا نہیں رکھا جو کچھ ہم کو اس نے دیا ہے وہ ایک امر محدود ہے اور جو کچھ اس سے مانگا جاتا ہے اس کی نہائت نہیں علاوہ اس کے جو کام ہماری طاقت سے باہر ہیں ان کے حاصل کرنے کیلئے کچھ بھی ہم کو طاقت نہیں دی گئی۔ اب اگر غور کر کے دیکھو اور ذرا پوری فلسفیت کو کام میں لاؤ تو ظاہر

ہو گا کہ کامل طور پر کوئی بھی طاقت ہم کو حاصل نہیں۔ مثلاً ہماری بدنی طاقتیں ہماری تندرستی پر موقوف ہیں اور ہماری تندرستی بہت سے ایسے اسباب پر موقوف ہے کہ کچھ ان میں سے سماوی اور کچھ ارضی ہیں اور وہ سب کی سب ہماری طاقت سے بالکل باہر ہیں۔ (صفحہ ۴۲۶ تا ۴۲۸ حاشیہ)

خدا تعالیٰ کا فیضان عام و خاص :۔

وحی اللہ پانے کیلئے مقدس کامل شرط ہونا کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کے ثبوت کے دلائل کمزور ہوں یا جس کا سمجھنا سلیم العقل آدمی پر کچھ مشکل ہو بلکہ یہ وہ مسئلہ ہے جس کی شہادت تمام زمین و آسمان میں پائی جاتی ہے جس کی تصدیق عالم کا ذرہ ذرہ کرتا ہے جس پر نظام تمام دنیا قائم ہے۔ قرآن شریف میں اس مسئلہ کو ایک عمدہ مثال میں بیان کیا ہے جو ذیل میں معہ ایک لطیف تحقیقات جو اس کی تفسیر سے متعلق اور بحث ہذا کی تکمیل کیلئے ضروری ہے لکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے

اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ۔ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیٔ علیم (سورۃ نور:۳۶)

خدا آسمان و زمین کا نور ہے یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے خواہ وہ ارواح میں ہے خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی ہے اور خواہ ذہنی ہے خواہ خارجی اسی کے فیض کا عطیہ ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رب العالمین کا فیض عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی اس کے فیض سے خالی نہیں وہی تمام فیوض کا مبدء ہے اور تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے اسی کی ہستی حقیقی تمام عالم کی قیوم اور تمام زیر و زبر کی پناہ ہی وہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانہ عدم سے باہر نکالا اور خلعت وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ فی حد ذاتہٖ واجب اور قدیم ہو یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔ یہ تو عام فیض ہے جس کا بیان آیت اللہ نور السمٰوٰت والارض میں ظاہر فرمایا گیا۔ یہی فیضان ہے جس نے دائرہ کی طرح ہر یک چیز پر احاطہ کر رکھا ہے جس کے فائز ہونے کیلئے کوئی قابلیت شرط نہیں لیکن بمقابلہ اس کے ایک خاص فیضان بھی ہے جو مشروط بشرائط ہے اور انہیں افراد خاصہ پر فائض ہوتا ہے جن میں اس کے قبول کرنے کی قابلیت و استعداد موجود ہے یعنی نفوس کاملہ انبیاء علیہم السلام پر جن میں سے افضل و اعلیٰ ذات جامع البرکات حضرت محمد مصطفی ﷺ ہے دوسروں پر ہرگز نہیں ہوتا اور چونکہ وہ فیضان ایک نہایت باریک صداقت ہے اور دقائق حکمیہ میں سے ایک دقیق مسئلہ ہے اس لئے خداوند تعالیٰ نے اول فیضان عام کو جو (بدیہی الظہور) ہے بیان کر کے پھر اس فیضان خاص کو بغرض اظہار کیفیت نور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ ایک مثال میں بیان

فرمایا ہے کہ جو اس آیت سے شروع ہوتی ہے۔ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح اور بطور مثال اس لئے بیان کیا کہ تا اس دقیقہ نازک کے سمجھنے میں ابہام اور دقت باقی نہ رہے کیونکہ معانی منقولہ کو صور محسوسہ میں بیان کرنے سے ہر ایک غبی و بلید بھی باآسانی سمجھ سکتا ہے۔ (صفحہ ۱۹۱۔ ۱۹۲ حاشیہ)

اللہ تعالیٰ کی صفت کلیم :۔

ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں نظریہ "ہے" کا اثبات وحی و الہام سے ہوتا ہے اور یہ بھی دین حق کا ہی خاصہ ہے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

"ہمارا ہندوؤں کی طرح ہرگز یہ اعتقاد نہیں جو خدا کے پاس اتنی ہی کلام تھی جتنی وہ ظاہر کر چکا بلکہ بموجب اعتقاد اسلام کے خدا کی کلام اور خدا کا علم اور حکمت مثل ذات اس کی کے غیر محدود ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا (سورۃ کہف: الجزء۱۶) یعنی اگر خدا کے کلام کے لکھنے کیلئے سمندر کو سیاہی بنایا جائے تو لکھتے لکھتے سمندر ختم ہو جائے اور کلام میں کچھ کمی نہ ہو گو ویسے ہی اور سمندر بطور مدد کے کام میں لائے جائیں۔

(صفحہ ۱۰۰۔ ۱۰۱ حاشیہ)

خدا تعالیٰ کا کلام ہر قسم کے سہو و خطا سے پاک ہوتا ہے :۔

خدا کا کلام جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے وہ امر اللہ ہے جو ایک وہبی اور لدنی امر ہے خدا کے کلام کیلئے یہ شرط ضروری ہے کہ جیسے خدا اپنی ذات میں سہو و خطاء اور کذب اور فضول اور ہریک نقصان اور نالائق امر سے منزہ ہے ایسا ہی اس کا کلام بھی ہریک سہو اور خطا اور کذب اور فضول اور ہر طرح کے نقصان اور نالائق حالت سے منزہ اور پاک چاہئے کیونکہ جو کلام پاک اور کامل چشمہ سے نکلا ہے اس پر ہرگز یہ بات جائز نہیں کہ کسی نوع کی اس میں ناپاکی یا نقصان پایا جاوے اور ضرور ہے کہ وہ کلام ان تمام کمالات سے متصف ہو کہ جو خدائے قادر کامل و قدوس و عالم الغیب کے کلام میں ہونی چاہئے۔ (صفحہ ۳۸۳ حاشیہ)

خدائی کلام بے مثل ہوتا ہے :۔

جو چیز محض قدرت کاملہ خدائے تعالیٰ سے ظہور پذیر ہو خواہ وہ چیز اس کی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق ہو اور خواہ وہ اس کی پاک کتابوں میں سے کوئی کتاب ہو جو لفظاً اور معناً اسی کی طرف سے صادر ہو اس کا اس صفت سے متصف ہونا ضروری ہے کہ کوئی مخلوق اس کی مثل بنانے پہ قادر نہ ہو اور یہ اصول عام جو ہریک صادر من اللہ سے متعلق ہے دو طور سے ثابت ہوتا ہے۔ اول قیاس سے کیونکہ از روئے قیاس صحیح و مستحکم کے خدا کا اپنی ذات اور صفات اور افعال میں واحد لاشریک ہونا ضروری ہے اور اس کی کسی صفت یا قول یا فعل میں شراکت مخلوق کی جائز نہیں۔ دلیل اس پر یہ ہے کہ اگر اس کی کسی

صفت یا قول یا فعل میں شرکت مخلوق کی جائز ہو تو البتہ پھر سب صفات اور افعال میں جائز ہو اور اگر سب صفات اور افعال میں جائز ہو تو پھر کوئی دوسرا خدا بھی پیدا ہونا جائز ہو کیونکہ جس چیز میں تمام صفات خدا کی پائی جائیں اسی کا نام خدا ہے اور اگر کسی چیز میں بعض صفات باری تعالیٰ کی پائی جائیں تب بھی وہ بعض میں شریک باری تعالیٰ کے ہوئے اور شریک الباری بہ بداہت عقل ممتنع ہے پس اس دلیل سے ثابت ہے کہ خدا کا اپنی تمام صفات اور اقوال اور افعال میں واحد لاشریک ہونا ضروری ہے اور ذات اس کی ان تمام نالائق امور سے منزہ ہے جو شریک الباری پیدا ہونے کی طرف منجر ہوں۔ دوسرے ثبوت اس دعویٰ کا استقراء تام سے ہوتا ہے جو ان سب چیزوں پر جو صادر من اللہ ہیں نظر تدبر کر کے بہ پایہ صحت پہنچ گیا ہے کیونکہ تمام جزئیات عالم جو خدا کی قدرت کاملہ سے ظہور پذیر ہیں جب ہم ہریک کو ان میں سے عمیق نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اعلیٰ سے ادنیٰ تک بجدیکہ حقیر سے حقیر چیزوں کو جیسے مکھی اور مچھر اور عنکبوت وغیرہ ہیں خیال میں لاتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی ایسی چیز ہم کو معلوم نہیں ہوتی جس کے بنانے پر انسان بھی قدرت رکھتا ہو بلکہ ان چیزوں کی بناوٹ اور ترکیب پر غور کرنے سے ایسے عجائب کام دست قدرت کے ان کے جسم میں مشہود اور موجود پاتے ہیں جو صانع عالم کے وجود پر دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ ہیں۔ علاوہ ان سب دلائل کے یہ بات بھی ہر ایک دانشمند پر روشن ہے کہ اگر یہ جائز ہو تا کہ جو چیزیں خدا کے دست قدرت سے ظہور پذیر ہیں ان کے بنانے پر کوئی دوسرا شخص بھی قادر ہو سکتا ہے تو کسی مصنوع کو اس خالق حقیقی کے وجود پر دلالت کامل نہ رہتی اور امر معرفت صانع عالم کا بالکل مشتبہ ہو جاتا کیونکہ جب بعض ان اشیاء کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوئی ہیں۔ بجز خدا کے کوئی اور بھی بنا سکتا ہے تو پھر اس بات پہ کیا دلیل ہے جو کل اشیاء کو کوئی اور نہیں بنا سکتا۔ اب جب کہ دلائل مستحکمہ سے ثابت ہو گیا کہ جو چیزیں خدا کی طرف سے ہیں ان کا بے نظیر ہونا اور پھر ان کی بے نظیری ان کی منجاب اللہ ہونے پہ دلیل قاطع ہونا ان کی صادر من اللہ کے لئے شرط ضروری ہے تو اس تحقیق سے جھوٹ ان لوگوں کا صاف کھل گیا جن کی یہ رائے ہے کہ کلام الٰہی کا بے نظیر ہونا ضروری نہیں یا اس کے بے نظیر ہونے سے اس کا خدا کی طرف سے ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ (صفحہ ۱۴۹ تا صفحہ ۱۶۲)

غرض دین حق میں ہستی باری تعالیٰ کا نہایت حسین تصور اور اسے مستجمع جمیع صفات کاملہ کے طور پر حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے پیش فرمایا ہے وہ عدیم النظر ہے۔ اور اس کی مثال دیگر مذاہب میں کہیں نظر نہیں آتی۔

ہے یہ فرقان میں اک عجیب اثر | کہ بناتا ہے عاشق دلبر
کوئے دلرباء میں کھینچ لاتا ہے | پھر تو کیا کیا نشان دکھاتا ہے

براہین احمدیہ میں

حقیت قرآن شریف اور اس کا حسن و جمال

تحریر و ترتیب:۔ محمد مقصود احمد منیب (مربی سلسلہ احمدیہ)

نور فرقان ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا — پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ — وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

☆⊙☆

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں جس خوبصورت انداز سے حقیت و صداقت و حقانیت قرآن کریم کو ثابت کیا ہے اس کی نظیر کہیں بھی نہیں ملتی۔ اس کا اقرار برملا کیا گیا۔ براہین احمدیہ میں آپ نے جس طرح قرآن حکیم کی صداقت و حقیت کو ثابت کیا ہے اس کی نظیر لانا امر محال ہے چنانچہ فرقان مجید کی شان و عظمت اور معارف و حقائق کو براہین احمدیہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے دیگر مذاہب کو چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر ان مذاہب یا ان کی الہامی کتب میں یہ خوبیاں اور اوصاف پائے جاتے ہیں تو وہ ثابت کر کے دکھائیں۔

اعجازی نور :۔ قرآن کریم کے انوار جلیلہ کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ کی پہلی جلد میں ایک انعامی اشتہار دیا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ:۔

"انعامی اشتہار دس ہزار روپے ان سب لوگوں کیلئے جو مشارکت اپنی کتاب کے فرقان مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھیں ہیں ثابت کر دکھائیں یا اگر کتاب الہامی ان کے ان دلائل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہو تو اس عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کر کے ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دیں"

(روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۴)

اس چیلنج کا جواب دینے کی کسی کو آج تک جرات نہ ہوئی۔ بلکہ اس کے عشر عشیر کا رد بھی پیش نہ کیا گیا۔ یہاں تک

کہ کوئی ایک دلیل توڑنے کی بھی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں قرآنی اعجاز اخبار غیبیہ اور امور قدرتیہ کا ذکر فرمایا وہ بھی سچ اور جھوٹ کی تفریق کا صحیح پیمانہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"بجز قرآن شریف کے اور کوئی ذریعہ آسمانی نوروں کی تحصیل کا موجود نہیں اور خدا نے اس غرض سے کہ حق اور باطل میں ہمیشہ کیلئے مابہ الامتیاز قائم رہے اور کسی زمانہ میں جھوٹ سچ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ امت محمدیہ کو انتہاء زمانہ تک یہ دو معجزے یعنی اعجاز کلام قرآن اور اعجاز اثر کلام قرآن عطا فرمائے ہیں۔ جن کے مقابلہ سے مذاہب باطلہ ابتداء سے عاجز چلے آتے ہیں۔" (روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۲۹۲۔ ۲۹۳ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

الہام، مرتبہ کامل اور عقل :۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا فرمائی ہے جو اس کی رہنمائی کرتی ہے لیکن مجرد عقل انسان کو معرفت تامہ اور مرتبہ کامل عطا نہیں کر سکتی۔

عقل ایک چراغ ہے جس کی روشنی بہت سے شکوک و شبہات کو دور کرتی ہے اور انواع و اقسام کے بے بنیاد خیالوں اور بے جا وساوس کو دور کرتی ہے۔ نیز ضرورت شئے کو ثابت کرتی ہے خود اس شئے کو ثابت نہیں کرتی اس کے لئے الہام کی محتاج ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"الہام الٰہی سے شہادت واقعہ پا کر اعلیٰ درجہ یقین کو پہنچ جاتا ہے اور یہ سب کچھ اس کو مفت ملتا ہے جو دوسرے شخص کو ساری عمر کی مغز خواری اور جان کنی سے بھی نہیں مل سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ شناخت اصول حقہ کا اور ان سب عقائد کا کہ جن کے علم یقینی پر ہماری نجات موقوف ہے صرف قرآن شریف ہے"۔ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۸۱ حاشیہ نمبر ۴)

مومن اور غیر مومن میں مابہ الامتیاز :۔

قرآن کریم ایک کامل الہام ہے جو مومن اور غیر مومن میں مابہ الامتیاز ہے اور یہ کامل الہام ہی تو نوروں کا ظہور و نزول ہے۔ کیونکہ خشک زہد تو ہر ایک مذہب و فرقہ میں ممکن ہے لیکن نیر الہام ہونا قرآن کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کیا ممکن نہیں کہ کوئی پادری یا پنڈت یا برہمو اپنی فطرت سے ایسا سلیم ہو کہ بطور ظاہری عفت اور زہد اور دیانت کا طریق اختیار کرے پھر جس حالت میں زہد خشک ہر یک فرقہ میں ممکن ہے تو مومن اور غیر مومن میں من حیث آلاثار مابہ الامتیاز کیا رہا۔ حالانکہ اہل حق اور اہل باطل میں من حیث آلاثار مابہ الامتیاز ہونا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اگر مومن بھی آسمانی نوروں سے ایسا ہی بے نصیب ہو جیسے ایک بے ایمان بے نصیب ہے تو اس کے ایمان کا کونسا نور اس دنیا میں ظاہر ہوا اور ایمان کے بے ایمانی پر کیا ترجیح ہوئی۔ اور خود جس حالت میں اعجاز اثر قرآن

ظاہر ہے جس میں تسلی کر دینے کیلئے ہم آپ ہی متکفل ہیں تو پھر باوجود اس بدیہی دلیل کے طوالت کلام کی کچھ حاجت نہیں جس کو شک ہو وہ آزماوے۔ جس کو شبہ ہو وہ تجربہ کرلیوے اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو امر بذریعہ الہام الٰہی کسی پر نازل ہو وہ اس کے لئے اور ہر یک کیلئے کہ کوئی وجہ یقین کرنے کی رکھتا ہے یا خدا نے کوئی نشان یقین کرنے کا اس پر ظاہر کر دیا ہے۔ واجب التعمیل ہے اور جو شخص جس کو اس الہام کی نسبت باور دلایا گیا ہے اس پر عمل کرنے سے عمداً دست کش ہو وہ مورد غضب الٰہی ہوگا بلکہ اس کے خاتمہ بد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔" (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

ضرورت نزول قرآن :۔

بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ کی تعلیمات موجود تھیں۔ پھر قرآن کریم کا نزول کیوں ضروری تھا؟ اس بارہ میں آپ نے فرمایا:۔

"خدا کا پاک اور کامل کلام کہ جو اس کے فرائض اور احکام کو دنیا میں لایا اور اس کے ارادوں سے خلق اللہ کو مطلع کیا۔ انہیں خاص وقتوں میں نازل ہوا ہے کہ جب اس کے نازل ہونے کی ضرورت تھی...... خدائے تعالیٰ کی حقانی شریعت اور تعلیم کا نازل ہونا ضرورت حقہ سے وابستہ ہے پس جس جگہ ضرورات حقہ پیدا ہو گئیں اور زمانہ کی اصلاح کیلئے واجب معلوم ہوا کہ کلام الٰہی نازل ہو اسی زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے جو حکیم مطلق ہے اپنے کلام کو نازل کیا...... شریعت حقانی کا نازل ہونا اس ضرورت کے وقت پیش آتا ہے کہ جب دنیا کے لوگ بباعث ضلالت اور گمراہی کے جادہ استقامت سے منحرف ہو گئے ہوں اور ان کے راہ راست پر لانے کیلئے ایک نئی شریعت کی حاجت ہو۔ کہ جو ان کی آفات موجودہ کا بخوبی تدارک کر سکے اور ان کی تاریکی اور ظلمات کو اپنے کامل اور شافی بیان کے نور سے بکلی اٹھا سکے اور جس طور کا علاج حالت فاسدہ زمانہ کیلئے درکار ہے۔ وہ علاج اپنے پر زور بیان سے کر سکے...... اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ جو خدائے تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر (القدر:۲) یہ لیلۃ القدر اگرچہ اپنے مشہور معنوں کی رو سے ایک بزرگ رات ہے...... وہی ظلمانی حالت تھی کہ جو آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت تک اپنے کمال کو پہنچ کر ایک عظیم الشان نور کے نزول کو چاہتی تھی۔ اور اسی ظلمانی حالت کو دیکھ کر اور ظلمت زدہ بندوں پر رحم کر کے صفت رحمانیت نے جوش مارا اور آسمانی برکتیں زمین کی طرف متوجہ ہوئیں۔ سو وہ ظلمانی حالت دنیا کیلئے مبارک ہو گئی اور دنیا نے اس سے ایک عظیم الشان رحمت کا حصہ پایا۔ ایک کامل انسان اور سید الرسل کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ دنیا کی ہدایت کیلئے آیا اور دنیا کیلئے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی۔ پس یہ خدا کی کمال روحانیت کی ایک بزرگ تجلی تھی کہ جو اس نے ظلمت اور تاریکی کے وقت ایسا عظیم

الشان نور نازل کیا جس کا نام فرقان ہے۔ جو حق اور باطل میں فرق کرتا ہے جس نے حق کو موجود اور باطل کو نابود کر کے دکھلا دیا۔ وہ اس وقت زمین پر نازل ہوا جب زمین ایک موت روحانی کے ساتھ مر چکی تھی اور بر اور بحر میں ایک بھاری فساد واقعہ ہو چکا تھا۔ پس اس نے نزول فرما کر وہ کام کر دکھایا جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ اشارہ فرما کر کہا ہے۔ اعملوا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا (الحدید:۱۸) یعنی زمین مرگئی تھی اب خدا اس کو نئے سرے زندہ کرتا ہے......" (صفحہ ۴۱۶ تا ۴۱۹ حاشیہ نمبر۱۱)

قرآنی عبارت کا ایجاز و اعجاز :۔

قرآن کریم کا ایک بہت بڑا اعجاز قرآنی عبارت ہے اور اس کا ایجاز اس سے بڑا معجزہ ہے۔ اس قدر ایجاز ہونے کے باوجود کامل دینی صداقتوں سے مرصع ہونا بھی ایک اعجاز ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں۔

"ایک یہ وجہ بے نظیری کہ وہ باوجود اس قدر ایجاز کلام کے کہ اگر اس کو متوسط قلم سے لکھیں تو پانچ چار جز میں آ سکتا ہے پھر تمام دینی صداقتوں پر کہ جو بطور متفرق پہلی کتابوں میں اور انبیاء سلف کے صحیفوں میں پراگندہ اور منتشر تھیں مشتمل ہے........ قرآن شریف باوجود اس ایجاز اور اس احاطہ حق اور حکمت کے جس کا پہلی وجہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ عبارت میں اس قدر فصاحت اور موزونیت اور لطافت اور نرمی اور آب و تاب رکھتا ہے کہ اگر کسی سرگرم نکتہ چین اور سخت مخالف اسلام کو جو عربی کی املاء انشاء میں کامل دستگاہ رکھتا ہو حاکم بااختیار کی طرف سے یہ پر تہدید حکم سنایا جائے کہ اگر تم مثلاً بیس برس کے عرصہ میں کہ گویا ایک عمر کی میعاد ہے اس طور پر قرآن کی نظیر پیش کر کے نہ دکھلاؤ کہ قرآن کے کسی مقام میں سے صرف دو چار سطر کا کوئی مضمون لیکر اسی کے برابر یا اس سے بہتر کوئی نئی عبارت بنالاؤ جس میں وہ سب مضمون معہ اپنے تمام دقائق حقائق کے آجائے۔ اور عبارت بھی ایسی بلیغ اور فصیح ہو جیسی قرآن کی تو تم کو اس عجز کی وجہ سے سزائے موت دی جاوے گی تو پھر بھی باوجود سخت عناد اور اندیشہ رسوائی اور خوف موت کی نظیر بنانے پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ دنیا کے صدہا زباندانوں اور انشا پردازوں کو اپنے مددگار بنالے۔ یہ مثال متذکرہ بالا کوئی خیالی اور فرضی بات نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ حقہ ہے۔ جس کا قرآن شریف ہی کے وقت میں امتحان ہو چکا ہے اور جس کی سچائی ابتداء سے ہریک طالب حق پر آج تک ثابت ہوتی چلی آئی ہے۔" (روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۲۵۸ تا ۲۹۹)

خاص قرآنی صفات :۔

قرآن کریم میں تین ایسی ممتاز خاص صفات ہیں جو کسی دوسری کتاب میں نہیں ہیں۔ ان کا ذکر سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۶ کے حوالے سے یوں فرمایا ہے۔

"اسی کی طرف دوسری آیت میں بھی اشارہ فرمایا ھدی للناس و بینات من الھدیٰ

والفرقان (البقرہ:۱۸۶) یعنی قرآن کریم میں تین صفتیں ہیں۔ اول یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلاف اور تنازعہ پیدا ہو گیا تھا ان میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے۔" (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۲۵ حاشیہ نمبر ۱۱)

قرآن کریم کی دو امتیازی خوبیاں :۔

سورۃ ھود کی مندرجہ ذیل آیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی دو ایسی امتیازی خوبیاں بیان کی ہیں جو کسی الہامی کتاب میں ہونا اشد ضروری ہیں اور یہ صرف قرآن کریم میں ہی پائی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ

"کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر (سورۃ ھود:۲) یعنی اس کتاب میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو یہ حکیم مطلق نے محکم اور مدلل طور پر یعنی علوم حکمیہ کی طرح اس کو بیان کیا ہے بطور کتھا یا قصہ نہیں۔ دوسری یہ خوبی کہ اس میں تمام ضروریات علم معاد کی تفصیل کی گئی ہے۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴ حاشیہ نمبر ۱۱)

ابدی معجزہ :۔

ابدی کلام کیلئے ضروری امر یہ بھی ہے کہ وہ ایک ابدی معجزہ بھی ہو۔ قرآن کریم ایک ابدی معجزہ ہے اور اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"واضح ہو کہ قرآن شریف میں دو طور کا معجزہ ہمیشہ کیلئے رکھا گیا ہے ایک اعجاز کلام قرآن۔ دوم اعجاز اثر کلام قرآن۔ یہ دونوں اعجاز ایسے بدیہی ہیں کہ اگر کسی کا نفس اعراض صوری یا معنوی سے محجوب نہ ہو تو فی الفور وہ اس نور صداقت کو بچشم خود مشاہدہ کر لے گا"۔ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۹۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

حضرت اقدس نے کلام قرآن کا اعجاز تو خود ساری کتاب کو قرار دیا اور اعجاز اثر کلام قرآن کے بارے میں فرمایا کہ:۔

"قرآن کی نسبت ہم یہ ثبوت رکھتے ہیں کہ آج تک کوئی صدی ایسی نہیں گذری جس میں خدائے تعالیٰ نے مستعد اور طالب حق لوگوں کو قرآن شریف کی پوری پوری پیروی کرنے سے کامل روشنی تک نہیں پہنچایا۔"

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۹۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

پس ثابت ہوا کہ قرآن ہی وہ کامل کتاب اور ابدی معجزہ ہے کہ جو نہ صرف معرفت نفس عطا فرماتی ہے بلکہ معرفت حقیقی کے مبداء اور سرچشمہ تک بھی لے جاتی ہے۔ ہر ایک طالب صادق اس کے ذریعے اپنے مطلب کو پاتا ہے اور کامل یقین حاصل کرتا ہے اور یہی قرآن کریم کا ایک ابدی معجزہ ہے جو دائمی ہے کیونکہ قرآن کریم بھی دائمی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

"امت محمدیہؐ کو انتہاء زمانہ تک یہ معجزے یعنی اعجاز کلام قرآن اور اعجاز اثر کلام قرآن عطا فرمائے ہیں۔ جن کے مقابلہ سے مذاہب باطلہ ابتداء سے عاجز چلے آتے ہیں اور اگر صرف اعجاز کلام قرآن کا معجزہ ہوتا اور اعجاز اثر قرآن کا معجزہ نہ ہوتا تو امت مرحومہ محمدیہ کو آثار اور انوار ایمان میں کیا زیادتی ہوتی۔ کیونکہ مجرد زہد اور عفت' اعجاز کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔" (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۹۳ حاشیہ در حاشیہ نمبرا)

فصاحت و بلاغت قرآن :۔

قرآن کریم میں پر حکمت فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے اور اس میں یہ عدیم النظیر کتاب ہے۔ کیونکہ جن امور کو اجمالی طور پر بیان کرنا ضروری تھا وہ اجمالی رنگ میں بیان کر دیئے گئے ہیں اور جن امور کی تفصیل درکار تھی وہ مفصل بیان کئے گئے ہیں اور یہ خوبی بجز قرآن کریم کے کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بلاغت قرآنی کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف کی بلاغت ایک پاک اور مقدس بلاغت ہے جس کا مقصد اعلیٰ یہ ہے کہ حکمت اور راستی کی روشنی کو فصیح کلام میں بیان کر کے تمام حقائق اور دقائق علم دین ایک موجز اور مدلل عبارت میں بھر دیئے جائیں اور جہاں تفصیل کی اشد ضرورت ہو وہاں تفصیل ہو اور جہاں اجمال کافی ہو وہاں اجمال ہو۔ اور کوئی صداقت دینی ایسی نہ ہو جس کا مفصلاً یا مجملاً ذکر نہ کیا جائے اور باوصف اس کے ضرورت حقہ کے تقاضا سے ذکر ہو نہ غیر ضروری طور پر اور پھر کلام بھی ایسا فصیح اور سلیس اور متین ہو کہ جس سے بہتر بنانا ہرگز کسی کے لئے ممکن نہ ہو۔ اور پھر وہ کلام روحانی برکات بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہو۔ یہی قرآن شریف کا دعویٰ ہے جس کو اس نے آپ ثابت کر دیا ہے اور جابجا فرما بھی دیا ہے۔ کہ کسی مخلوق کیلئے ممکن نہیں کہ اس کی نظیر بنا سکے۔ اب جو شخص منصفانہ طور پر بحث کرنا چاہتا ہے اس پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ قرآن شریف کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے ایسی کتاب کا پیش کرنا ضروری ہے جس میں وہی خوبیاں پائی جائیں جو اس میں پائی جاتی ہیں"۔

(روحانی خزائن صفحہ ۴۷۶، ۴۷۷ حاشیہ نمبر ۳)

قرآنی فصاحت و بلاغت حق پر مشتمل ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"قرآن شریف نے اپنی فصاحت اور بلاغت کو حریری اور فیضی وغیرہ انشاء پردازوں کی طرح فضول بیان کے پیرایہ میں ادا نہیں کیا۔ اور نہ کسی قسم کے لغو اور ہزل یا کذب کو اس پاک کلام میں دخل ہے۔ بلکہ فرقان مجید نے اپنی فصاحت اور بلاغت کو صداقت اور حکمت اور ضرورت حقہ کے التزام سے ادا کیا ہے اور کمال ایجاز سے تمام دینی صداقتوں پر احاطہ کر کے دکھایا ہے"۔ (روحانی خزائن صفحہ ۴۵۰ تا ۴۵۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

کلام الٰہی (قرآن کریم) بے مثل و مانند ہے :۔

قرآن کریم وہ کلام الٰہی ہے جس میں تمام وجوہ بے نظیری پائی جاتی ہیں جو کسی کلام کے منجانب اللہ ہونے پر بھرپور دلالت کرتی ہیں اور دیگر مذاہب کے باطل و فاسد عقائد کا رد بھی کرتی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"سو واضح ہو کہ اگر کوئی کلام ان تمام چیزوں میں سے کہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے صادر اور اس کے دست قدرت کی صنعت ہیں کسی چیز سے مشابہت کلی رکھتا ہو۔ یعنی اس میں عجائبات ظاہری و باطنی ایسے طور پر جمع ہوں کہ جو مصنوعات الٰہیہ میں سے کسی شے میں جمع ہیں تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ وہ کلام ایسے مرتبہ پر واقع ہے کہ جس کی مثل بنانے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں۔ کیونکہ جس چیز کی نسبت بے نظیر اور صادر من اللہ ہونا عندالخواص والعوام ایک مسلّم اور مقبول امر ہے جس میں کسی کو اختلاف و نزاع نہیں۔ اس کی وجوہ بے نظیری میں کسی شے کی شراکت تامہ ثابت ہونا بلاشبہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ شے بھی بے نظیر ہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی چیز اس چیز سے بکلی مطابق آجائے جو اپنے مقدار میں دس گز ہے۔ تو اس کی نسبت بھی یہ علم صحیح قطعی مفید یقین جازم حاصل ہوگا کہ وہ بھی دس گز ہے"۔ (صفحہ ۳۹۴، ۳۹۵ حاشیہ نمبر۱۱)

قرآن شریف کی حقیت و افضلیت پر بیرونی و اندرونی شہادتیں :۔

براہین احمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنی حقیت کو ثابت کرنے کیلئے ہر قسم کے دلائل اکھٹے کر دیئے۔ چنانچہ اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے مخالفین کے لئے کوئی جائے فرار نہیں چھوڑی۔ آپ بیرونی اور اندرونی شہادتوں کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ:۔

"بیرونی شہادتوں سے وہ واقعات خارجیہ مراد ہیں جو ایک ایسی حالت پر واقعہ ہوں کہ جس حالت پر نظر کرنے سے کسی کتاب کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہو۔ یا اس کے منجانب اللہ ہونے کی ضرورت ثابت ہوتی ہو۔ اور اندرونی شہادتوں سے وہ ذاتی کمالات کسی کتاب کی مراد ہیں کہ خود اسی کتاب میں موجود ہوں جن پر نظر کرنے سے عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہو کہ وہ خدا کی کلام ہے اور انسان اس کے بنانے پر قادر نہیں"۔ (صفحہ ۱۴۳)

اس کے بعد آپ بیرونی شہادتوں کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"وہ براہین جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں چار قسم پر ہیں ایک وہ جو امور محتاج الاصلاح سے ماخوذ ہیں۔ دوسری وہ جو امور محتاج التکمیل سے ماخوذ ہیں۔ تیسری وہ جو امور قدرتیہ سے ماخوذ ہیں۔ چوتھی وہ جو امور غیبیہ سے ماخوذ ہیں۔ لیکن وہ براہین جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر اندرونی شہادتیں

ہیں وہ تمام امور قدرتیہ ہی سے ماخوذ ہیں اور تعریف اقسام مذکورہ کی بہ تفصیل ذیل ہے۔

امور محتاج الاصلاح سے وہ امور کفر اور بے ایمانی اور شرک اور بد عملی کے مراد ہیں۔ جن کو بنی آدم نے بجائے عقائد حقہ اور اعمال صالحہ کے اختیار کر رکھا ہو۔ اور جو عام طور پر تمام دنیا میں پھیلنے کی وجہ سے اس لائق ہو گئے ہوں کہ عنایت ازلیہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ کرے۔

امور محتاج التکمیل سے وہ امور تعلیمیہ مراد ہیں جو کتب الہامیہ میں ناقص طور پر پائے جاتے ہوں اور حالت کاملہ تعلیم پر نظر کرنے سے ان کا ناقص اور ادھورا ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ ایک ایسی کتاب الہامی کے محتاج ہوں جو ان کو مرتبہ کمال تک پہنچاوے۔

امور قدرتیہ دو طور پر ہیں:۔

(۱)۔ بیرونی شہادتیں۔ ان سے وہ امور مراد ہیں جو بغیر وسیلہ انسانی تدبیروں کے خدا کی طرف سے پیدا ہو جائیں اور ہر ایک ذرہ بے مقدار کو وہ شوکت و شان اور عظمت و بزرگی بخشیں جس کا حاصل ہونا عند العقل محالات عادیہ سے متصور ہو اور جس کی نظیر صفحہ دنیا میں کہیں نہ پائی جاتی ہو۔

(۲)۔ اندرونی شہادتیں۔ ان سے وہ محاسن صوری اور معنوی کتاب الہامی کے مراد ہیں جن کا مقابلہ کرنے سے قویٰ بشریہ عاجز ہوں اور جو فی الواقعہ بے مثل و مانند ہو کر ایسے قادر یکتا پر دلالت کرتی ہوں کہ گویا آئینہ خدا نما ہوں۔

امور غیبیہ سے وہ امور مراد ہیں جو ایک ایسے شخص کی زبان سے نکلیں جس کی نسبت یہ یقین کیا جائے کہ ان امور کا بیان کرنا من کل الوجوہ اس کی طاقت سے باہر ہے یعنی ان امور پر نظر کرنے اور اس شخص کے حال پر نظر کرنے سے یہ بات بہ بداہت واضح ہو کہ نہ وہ امور اس کے لئے حکم بدیہی اور مشہود کا رکھتے ہیں اور نہ بذریعہ نظر اور فکر کے اس کو حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ اس کی نسبت عند العقل یہ گمان جائز ہے کہ اس نے بذریعہ کسی دوسرے واقف کار کے ان امور کو حاصل کر لیا ہو گا۔ گو وہی امور کسی دوسرے شخص کی طاقت سے باہر نہ ہوں۔

پس اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ امور غیبیہ اضافی اور نسبتی امور ہیں۔ یعنی ایسے امور ہیں کہ جب بعض خاص اشخاص کی طرف ان کو نسبت دی جاتی ہے تو اس قابل ہو جاتے ہیں کہ امور غیبیہ ہونے کا ان پر اطلاق ہو۔ اور پھر جب وہی امور بعض دیگر کی طرف منسوب کئے جائیں تو یہ قابلیت ان میں متحقق نہیں ہوتی"۔

(صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵)

صداقت اربعہ ۔ چار عالی شان صداقتیں :۔

قرآن کریم کے خلاصہ ام الکتاب جو فاتحۃ الکتاب ہے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چار بڑی

صفات کا ذکر فرمایا ہے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صداقت اربعہ کے نام سے موسوم فرمایا اور دوسری جگہ فیضان اربعہ کے نام سے، ان چار عالیشان صداقتوں کا ذکر یوں فرمایا۔

"جو کچھ خدائے تعالیٰ نے سورۃ ممدوحہ میں رب العالمین کی صفت سے لیکر مالک یوم الدین تک بیان فرمایا ہے یہ حسب تصریحات قرآن شریف چار عالیشان صداقتیں ہیں جن کا اس جگہ کھول کر بیان کرنا قرین مصلحت ہے۔ پہلی صداقت یہ کہ خدائے تعالیٰ رب العالمین ہے یعنی عالم کے اشیاء میں سے جو کچھ موجود ہے سب کا رب اور مالک خدا ہے اور جو کچھ عالم میں نمودار ہو چکا ہے اور دیکھا جاتا ہے یا ٹٹولا جاتا ہے یا عقل اس پر محیط ہو سکتی ہے وہ سب چیزیں مخلوق ہی ہیں اور ہستی حقیقی بجز ایک ذات حضرت باری تعالیٰ کے اور کسی چیز کیلئے حاصل نہیں۔ غرض عالم بجمیع اجزائہ مخلوق اور خدا کی پیدائش ہے اور کوئی چیز اجزائے عالم میں سے ایسی نہیں کہ جو خدا کی پیدائش نہ ہو۔ اور خدائے تعالیٰ اپنی ربوبیت تامہ کے ساتھ عالم کے ذرہ ذرہ پر متصرف اور حکمران ہے۔ اور اس کی ربوبیت ہر وقت کام میں لگی ہوئی ہے۔ یہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ دنیا کو بنا کر اس کے انتظام سے الگ ہو بیٹھا ہے۔ اور اسے نیچر کے قاعدہ کے ایسا سپرد کیا ہے کہ خود کسی کام میں دخل بھی نہیں دیتا اور جیسے کوئی کل بعد بنائے جانے کے پھر بنانے والے سے بے علاقہ ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی مصنوعات صانع حقیقی سے بے علاقہ ہیں۔ بلکہ وہ رب العالمین اپنی ربوبیت تامہ کی آب پاشی ہر وقت برابر تمام عالم پر کر رہا ہے۔ اور اس کی ربوبیت کا مینہ بلا اتصال تمام عالم پر نازل ہو رہا ہے۔ اور کوئی ایسا وقت نہیں کہ اس کے رشح فیض سے خالی ہو۔ بلکہ عالم کے بنانے کے بعد بھی اس مبدء فیوض کی فی الحقیقت بلا ایک ذرا تفاوت کے ایسی ہی حاجت ہے کہ گویا ابھی تک اس نے کچھ بھی نہیں بنایا اور جیسا دنیا اپنے وجود اور نمود کیلئے اس کی ربوبیت کی محتاج تھی۔ ایسا ہی اپنے بقا اور قیام کیلئے اس کی ربوبیت کی حاجتمند ہے وہی ہے جو ہر دم دنیا کو سنبھالے ہوئی ہے اور دنیا کا ہر ذرہ اسی سے تروتازہ ہے اور وہ اپنی مرضی اور ارادہ کے موافق ہر چیز کی ربوبیت کر رہا ہے۔ یہ نہیں کہ بلا ارادہ کسی شے کے ربوبیت کا موجب ہو۔ غرض آیات قرآنی کی رو سے جن کا خلاصہ ہم بیان کر رہے ہیں۔ اس صداقت کا یہ منشا ہے کہ ہر یک چیز کہ جو عالم میں پائی جاتی ہے۔ وہ مخلوق ہے۔ اور اپنے تمام کمالات اور اپنے تمام حالات اور اپنے تمام اوقات میں خدائے تعالیٰ کی ربوبیت کی محتاج ہے۔ اور کوئی روحانی یا جسمانی ایسا کمال نہیں ہے جس کو کوئی مخلوق خود بخود اور بغیر ارادہ خاص اس متصرف مطلق کے حاصل کر سکتا ہو۔ اور نیز حسب توضیح اسی کلام پاک کے اس صداقت اور ایسا ہی دوسری صداقتوں میں یہ معنی بھی ملحوظ ہیں کہ رب العالمین وغیرہ صفتیں جو خدائے تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں یہ اسی کی ذات واحد لاشریک سے خاص ہیں اور کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں۔ جیسا کہ اس سورۃ کے پہلے فقرہ میں یعنی الحمدللہ میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ تمام محامد خدا ہی سے خاص ہیں۔ دوسری صداقت رحمٰن ہے کہ جو بعد رب

العالمین بیان فرمایا گیا اور رحمٰن کے معنے جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں یہ ہیں کہ جس قدر جاندار ہیں خواہ ذی شعور اور خواہ غیر ذی شعور اور خواہ نیک اور خواہ بد۔ ان سب کے قیام اور بقاء وجود اور بقائے نوع کیلئے ان کی تکمیل کیلئے خدائے تعالیٰ نے اپنی رحمت عامہ کے رو سے ہریک قسم کے اسباب مطلوبہ میسر کر دیئے ہیں اور ہمیشہ میسر کرتا رہتا ہے اور یہ عطیہ محض ہے کہ جو کسی عامل کے عمل پر موقوف نہیں۔ تیسری صداقت رحیم ہے کہ جو بعد رحمٰن کے مذکور ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ خدائے تعالیٰ سعی کرنے والوں کی سعی پر بمقتضائے رحمت خاصہ ثمرات حسنہ مترتب کرتا ہے۔ توبہ کرنے والوں کے گناہ بخشتا ہے۔ مانگنے والوں کو دیتا ہے۔ کھٹکھٹانے والوں کیلئے کھولتا ہے۔ چوتھی صداقت جو سورۃ فاتحہ میں مندرج ہے۔ مالک یوم الدین ہے یعنی باکمال و کامل جزا سزا کہ جو ہریک قسم کے امتحان و ابتلاء اور توسط اسباب غفلت افتراع سے منزہ ہے۔ اور ہریک کدورت اور کثافت اور شک اور شبہ اور نقصان سے پاک ہے۔ اور تجلیات عظمیٰ کا مظہر ہے۔ اس کا مالک بھی وہی اللہ قادر مطلق ہے اور وہ اس بات سے ہرگز عاجز نہیں کہ اپنی کامل جزاء کو جو دن کی طرح روشن ہے ظہور میں لاوے۔ اور اس صداقت عظمیٰ کے ظاہر کرنے سے حضرت احدیت کا یہ مطلب ہے کہ تا ہریک نفس پر بطور حق الیقین امور مفصلہ ذیل کھل جائیں۔ اول یہ امر کہ جزا سزا ایک واقعی اور یقینی امر ہے کہ جو مالک حقیقی کی طرف سے اور اسی کے ارادہ خاص سے بندوں پر وارد ہوتا ہے اور ایسا کھل جانا دنیا میں ممکن نہیں کیونکہ اس عالم میں یہ بات عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتی کہ جو کچھ خیر و شر و راحت و رنج پہنچ رہا ہے وہ کیوں پہنچ رہا ہے۔ اور کس کے حکم و اختیار سے پہنچ رہا ہے۔ اور کسی کو ان میں سے یہ آواز نہیں آتی کہ وہ اپنی جزا پا رہا ہے۔ اور کسی پر بطور مشہود و محسوس منکشف نہیں ہوتا کہ جو کچھ وہ بھگت رہا ہے حقیقت میں وہ اس کے عملوں کا بدلہ ہے۔ دوسرے اس صداقت میں اس امر کا کھلنا مطلوب ہے کہ اسباب عادیہ کچھ چیز نہیں ہیں اور فاعل حقیقی خدا ہے اور وہی ایک ذات عظمیٰ ہے کہ جو جمیع فیوض کا مبدء اور ہریک جزا سزا کا مالک ہے۔ تیسرے اس صداقت میں اس بات کا ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ سعادت عظمیٰ اور شقاوت عظمیٰ کیا چیز ہے یعنی سعادت عظمیٰ وہ فوز عظیم کی حالت ہے کہ جب نور اور سرور اور لذت اور راحت انسان کے تمام ظاہر و باطن اور تن اور جان پر محیط ہو جائے اور کوئی عضو اور قوت اس سے باہر نہ رہے۔ اور شقاوت عظمیٰ وہ عذاب الیم ہے کہ جو بباعث نافرمانی اور ناپاکی اور بعد اور دوری کے دلوں سے مشتعل ہو کر بدنوں پر مستولی ہو جائے اور تمام وجود فی النار والسقر معلوم ہو۔ اور یہ تجلیات عظمیٰ اس عالم میں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اس تنگ اور منقبض اور مکدر عالم کو جو روپوش اسباب ہو کر ایک ناقص حالت میں پڑا ہے۔ ان کے ظہور کی برداشت نہیں۔ بلکہ اس عالم پر ابتلاء اور آزمائش غالب ہے۔ اور اس کی راحت اور رنج دونوں ناپائدار اور ناقص ہیں اور نیز اس عالم میں جو کچھ انسان پر وارد ہوتا ہے وہ زیر پردہ اسباب

ہے۔ جس سے مالک الجزاء کا چہرہ محجوب اور مکتوم ہو رہا ہے۔ اس لئے یہ خالص اور کامل اور منکشف طور پر یوم الجزاء نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خالص اور کامل اور منکشف طور پر یوم الدین یعنی یوم الجزاء وہ عالم ہو گا کہ جو اس عالم کے ختم ہونے کے بعد آوے گا۔ اور وہی عالم تجلیات کا عظمیٰ مظہر اور جلال اور جمال کے پوری ظہور کی جگہ ہے۔ اور چونکہ یہ عالم دنیوی اپنی اصل وضع کے رو سے دارالجزاء نہیں بلکہ دارالابتلاء ہے۔ اس لئے جو کچھ عسر و یسر و راحت و تکلیف اور غم اور خوشی اس عالم میں لوگوں پر وارد ہوتی ہے۔ اس کو خدائے تعالیٰ کے لطف یا قہر پر دلالت قطعی نہیں۔ مثلاً کسی کا دولتمند ہو جانا اس بات دلالت قطعی نہیں کرتا کہ خدائے تعالیٰ اس پر خوش ہے اور نہ کسی کا مفلس اور نادار ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ اس پر ناراض ہے۔ بلکہ یہ دونوں طور کے ابتلاء ہیں۔ تا دولتمند کو اس کی دولت اور مفلس کو اس کی مفلسی میں جانچا جائے۔ یہ چار صداقتیں ہیں جن کا قرآن شریف میں مفصل بیان موجود ہے۔" (صفحہ ۴۵۷ تا صفحہ ۴۶۱ حاشیہ نمبر۱۱)

ان چار عظیم الشان صداقتوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں ہی دوسری جگہ فیضان اربعہ بھی قرار دیا ہے۔

۱۔ **فیضان اعم** فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ وہ فیضان مطلق ہے کہ جو بلا تمیز ذی روح و غیر ذی روح افلاک سے لیکر خاک تک تمام چیزوں پر علی الاتصال جاری ہے۔...... اور کوئی چیز جاندار ہو یا غیر جاندار اس سے باہر نہیں...... اس کا نام قرآن شریف میں ربوبیت ہے اور اسی رو سے خدا کا نام رب العالمین ہے۔" (صفحہ ۴۴۵ حاشیہ نمبر۱۱)

۲۔ **فیضان عام** فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ ایک خاص عنایت ازلیہ ہے جو جانداروں کے حال پر مبذول ہے یعنی ذی روح چیزوں کی طرف حضرت باری کی جو ایک خاص توجہ ہے اس کا نام فیضان عام ہے اور اسی فیضان کی یہ تعریف ہے کہ یہ بلا استحقاق اور بغیر اس کے کہ کسی کا کچھ حق ہو سب ذی روحوں پر حسب حاجت ان کے جاری ہے کسی کے عمل کا پاداش نہیں......
غرض اس فیضان رحمانیت کے ذریعہ سے انسان اپنی کروڑ ہا ضروریات پر کامیاب ہے...... ہر یک متنفس بلا تمیز انسان و حیوان و مومن و کافر و نیک و بد حسب حاجت اپنے ان فیوض مذکورہ بالا سے مستفیض ہو رہا ہے اور کوئی ذی روح اس سے محروم نہیں اور اس فیضان کا نام قرآن شریف میں رحمانیت ہے اور اسی رو سے خدا کا نام سورۃ فاتحہ میں بعد صفت رب العالمین رحمٰن آیا ہے"۔ (صفحہ ۴۴۷، ۴۴۸ حاشیہ نمبر۱۱)

۳۔ **فیضان خاص** فرماتے ہیں کہ:۔

"فیضان عام میں مستفیض پر لازم نہیں کہ حصول فیض کیلئے اپنی حالت کو نیک بناوے اور اپنے نفس کو حجب ظلمانیہ

سے باہر نکالے یا کسی قسم کا مجاہدہ اور کوشش کرے...... فیضان خاص میں جہد اور کوشش اور تزکیہ قلب اور دعا اور تضرع اور توجہ الی اللہ اور دوسرا ہر طرح کا مجاہدہ جیسا کہ موقعہ پر شرط ہے اور اس کو وہی پاتا ہے جو ڈھونڈتا ہے اور اس پر وارد ہوتا ہے جو اس کے لئے محنت کرتا ہے...... اس فیضان کی رو سے خدا تعالیٰ کا نام قرآن شریف میں رحیم ہے۔"

۴۔ **فیضان اخص** فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ وہ فیضان ہے کہ جو صرف محنت اور سعی پر مترتب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے ظہور اور بروز کیلئے اول شرط یہ ہے کہ یہ عالم اسباب کو جو ایک تنگ و تاریک جگہ ہے بکلی معدوم اور منہدم ہو جائے اور قدرت کاملہ حضرت احدیت کے بغیر آمیزش اسباب معتادہ کے برہنہ طور پر اپنا کامل چمکارا دکھلاوے کیونکہ اس آخری فیضان میں جو تمام فیوض کا خاتمہ ہے جو کچھ پہلے فیضانوں کی نسبت عندالعقل زیادتی اور کمالیت متصور ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ فیضان نہایت منکشف اور صاف طور پر ہو اور کوئی اشتباہ اور خفا اور نقص باقی نہ رہے...... یہ فیضان ہر یک فیض سے خاص تر اور خاتمہ تمام فیضانوں کا ہے اور اس کو پانے والا سعادت عظمیٰ کو پہنچ جاتا ہے اور خوشحالی دائمی کو پالیتا ہے جو تمام خوشیوں کا سرچشمہ ہے اور جو شخص اس سے محروم رہا وہ ہمیشہ کے دوزخ میں پڑا۔ اس فیضان کی رو سے خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنا نام مالک یوم الدین بیان فرمایا ہے"۔ (صفحہ ۴۵۲'۴۵۴ حاشیہ نمبر۱۱)

مقاصد قرآنیہ :۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں قرآن کریم کے ایجاز کو بنیاد بناتے ہوئے سورۃ الحجر کی اس آیت ولقد اتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم (الحجر:۹۹) سے جو سات عظیم مقاصد قرآنی مراد لئے ہیں خلاصۃً پیش کرتا ہوں۔

۱۔ تمام محامد کاملہ باری تعالیٰ کو بیان کرتا ہے۔

۲۔ خدا کا صانع کامل اور خالق العالمین ہونا اور جو دائرہ عالم میں داخل ہے اس کو مخلوق ٹھہراتا ہے۔

۳۔ خدا کا فیضان بلا استحقاق ثابت کرتا اور اس کی رحمت عامہ کا بیان کرتا ہے نیز خدا کا وہ فیضان ثابت کرتا ہے جو محنت اور کوشش پر مترتب ہوتا ہے' عالم معاد کی حقیقت بیان کرتا ہے۔

۴۔ اخلاص اور عبودیت اور تزکیہ نفس عن غیر اللہ اور علاج امراض روحانی اور اصلاح اخلاق ردیہ اور توحید فی العبادت کا بیان کرتا ہے۔

۵۔ ہر ایک کام میں فاعل حقیقی خدا کو ٹھہراتا اور حصول جمیع اسباب خیر اور صلاحیت دیتا ہے نیز دنیا اور دین اسی کی طرف سے قرار دیتا ہے۔

۶۔ صراط مستقیم کے دقائق بیان کرتا ہے اور دعا کے ذریعہ سے اسے طلب کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔
۷۔ منعم علیہ لوگوں کے طریق و اخلاق بیان کرتا ہے اور مغضوب علیہم کے طریق و اخلاق بیان کرتا ہے۔
(صفحہ ۵۸۰ تا ۵۸۵ حاشیہ)

قرآن کریم کی روحانی تاثیرات :۔

بجز قرآن شریف کوئی دوسری کتاب روحانی پاکیزگی کی ضامن نہیں ہے نہ وید نہ اناجیل اور نہ ہی توریت کیونکہ قرآن کریم کو ہی کلام الٰہی ہونے کا ابدی دعویٰ ہے اور اسی کے پاس کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔ اس ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ بھی جاننا چاہئے کہ جن روحانی تاثیرات پر فرقان مجید مشتمل ہے ان سے بھی وید بکلی محروم اور تہی دست ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ فرقان مجید باوجود ان تمام کمالات بلاغت و فصاحت اور احاطہ حکمت و معرفت ایک روحانی تاثیر اپنی ذات بابرکات میں ایسی رکھتا ہے کہ اس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور منور الباطن اور منشرح الصدر اور مقبول الٰہی اور قابل خطاب حضرت عزت بنا دیتا ہے اور اس میں وہ انوار پیدا کرتا ہے اور وہ فیوض غیبی اور تائیدات لاریبی اس کے شامل حال کر دیتا ہے کہ جو اغیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں اور حضرت احدیت کیطرف سے وہ لذیز اور دلآرام کلام اس پر نازل ہوتا ہے جس سے اس پر دمبدم کھلتا جاتا ہے کہ فرقان مجید کی سچی متابعت سے اور حضرت نبی کریم ﷺ کی سچی پیروی سے ان مقامات تک پہنچایا گیا ہے۔ کہ جو محبوبان الٰہی کیلئے خاص ہیں........ یہ تاثیرات فرقان مجید کی سلسلہ وار چلی آتی ہیں۔" (براہین احمدیہ: روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۲۸، ۵۲۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

متبعین قرآن پر انعامات :۔

اگر قرآن کریم کو الہام الٰہی مان لیا جائے تو اس سے ماننے والے کو کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ اس سوال کا ازالہ کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں ان انعامات الٰہیہ کا تذکرہ فرمایا ہے جو متبعین قرآن پر نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

۱۔ **حکمت** :۔" جب انسان فرقان مجید کی سچی متابعت اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو اس کے امر و نہی کے بکلی حوالہ کر دیتا ہے اور کامل محبت اور اخلاص سے اس کی ہدایتوں میں غور کرتا ہے اور کوئی اعراض صوری یا معنوی باقی نہیں رہتا۔ تب اس کی نظر اور فکر کو حضرت فیاض مطلق کی طرف سے ایک نور عطا کیا جاتا ہے اور ایک لطیف عقل اس کو بخشی جاتی ہے جس سے عجیب و غریب لطائف اور نکات علم الٰہی کے جو کلام الٰہی میں پوشیدہ ہیں اس پر کھلتے ہیں اور ابر نیساں کے رنگ میں معارف دقیقہ اس کے دل پر برستے ہیں۔ وہی معارف

دقیقہ ہیں جن کو فرقان مجید میں حکمت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے...... "۔ (صفحہ ۵۳۳ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۳)

۲۔ **حفظ الٰہی** :۔ " ازاں جملہ ایک عصمت بھی ہے جس کو حفظ الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عصمت بھی فرقان مجید کے کامل تابعین کو بطور خارق عادت عطا ہوتی ہے اور اس جگہ عصمت سے مراد ہماری یہ ہے کہ وہ ایسی نالائق اور مذموم عادات اور خیالات اور اخلاق اور افعال سے محفوظ رکھے جاتے ہیں جن میں دوسرے لوگ دن رات آلودہ اور ملوث نظر آتے ہیں...... "۔ (صفحہ ۵۳۶ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

۳۔ **توکل** :۔ " ازاں جملہ ایک مقام توکل ہے۔ جس پر نہایت مضبوطی سے ان کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے غیر کو وہ چشمہ صافی ہرگز میسر نہیں آسکتا بلکہ انہیں کیلئے وہ خوشگوار اور موافق کیا جاتا ہے اور نور معرفت ایسا ان کو تھامے رہتا ہے کہ وہ بسا اوقات طرح طرح کی بے سامانی میں ہو کر اور اسباب عادیہ سے بکلی اپنے تئیں دور پا کر پھر بھی ایسی بشاشت اور انشراح خاطر سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسی خوشحالی سے دنوں کو کاٹتے ہیں کہ گویا ان کے پاس ہزار ہا خزائن ہیں۔ ان کے چہروں پر تونگری نظر آتی ہے...... " (صفحہ ۵۳۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

۴۔ **محبت ذاتی** :۔ " ازاں جملہ ایک مقام محبت ذاتی کا ہے جس پر قرآن شریف کے کامل متبعین کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے رگ و ریشے میں اس قدر محبت الٰہیہ تاثیر کر جاتی ہے کہ ان کے وجود کی حقیقت بلکہ ان کی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبوب حقیقی سے ایک عجیب طرح کا پیار ان کے دلوں میں جوش مارتا ہے...... "

(صفحہ ۵۳۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

۵۔ **اخلاق فاضلہ** :۔ " جو لوگ قرآن شریف کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں اور تجربہ صحیحہ بتلا سکتا ہے کہ جس مشرب صافی اور روحانی ذوق اور محبت کے بھرے ہوئے جوش سے اخلاق فاضلہ ان سے صادر ہوتے ہیں اس کی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی...... " (صفحہ ۵۴۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

۶۔ **عبودیت** :۔ متبعین قرآن میں پیدا ہونے والی چھٹی صفت حقیقی عبودیت ہے فرماتے ہیں کہ:۔

" وہ باوجود بہت سے کمالات کے ہر وقت نقصان ذاتی اپنا پیش نظر رکھتے ہیں اور بشہود کبریائی حضرت باری تعالیٰ ہمیشہ تذلل اور نیستی اور انکسار میں رہتے ہیں...... پس وہ تمام خیر و خوبی خدا ہی میں محصور رکھتے ہیں...... یہاں تک کہ وہ اپنے وجود اور ارادہ اور خواہش سے بکلی کھوئے جاتے ہیں...... " (صفحہ ۵۴۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

۷۔ **خدا شناسی و معرفت الٰہیہ** :۔ " سب سے انتہائی مقام یہی ہے کہ انسان اپنی عبودیت کو اس درجہ تک پہنچا دے کہ اسے خدا مل جائے۔ اور قرآن کریم سے تعلق رکھنے والوں اور اس کی پیروی کرنے والوں کو بذریعہ الہامات اور کشوف و رؤیا خدا شناسی اور معرفت الٰہیہ و دیگر خوارق عادات بدرجہ اکمل و اتم بخشی جاتی ہیں۔ " (از صفحہ ۵۴۳ تا ۵۵۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

قرآنی پیشگوئیاں :-

قرآنی محاسن کے بیان میں قرآن کریم کا حسن اس کی پیش گوئیاں بھی ہیں جن کی نظیر دیگر مذاہب میں نظر نہیں آتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دیکھو ایک غریب اور تنہا اور مسکین نے اپنے دین کے پھیلنے کے اور اپنے مذہب کی جڑھ پکڑنے کی اس وقت خبر دی کہ جب اس کے پاس بجز چند بے سامان درویشوں کے اور کچھ نہ تھا اور تمام مسلمان صرف اس قدر تھے کہ ایک چھوٹے سے حجرہ میں سما سکتے تھے اور انگلیوں پر نام بنام گنے جاسکتے تھے جن کو ایک گاؤں کے چند آدمی ہلاک کرسکتے تھے۔ جن کا مقابلہ ان لوگوں سے پڑا تھا کہ جو دنیا کے بادشاہ اور حکمران تھے۔ اور جن کو ان قوموں کے ساتھ سامنا پیش آیا تھا کہ جو باوجود کروڑوں مخلوقات ہونے کے ان کے ہلاک کرنے اور نیست و نابود کرنے پر متفق تھے۔ مگر اب دنیا کے کناروں تک نظر ڈال کے دیکھو کہ کیونکر خدا نے انہیں ناتوان اور قدر قلیل لوگوں کو دنیا میں پھیلا دیا۔ اور کیونکر ان کو طاقت اور دولت اور بادشاہت بخش دی۔ اور کیونکر ہزار ہا سال کی تخت نشینیوں کے تاج اور تخت ان کے سپرد کئے گئے۔ ایک دن وہ تھا کہ وہ جماعت اتنی بھی نہیں تھی کہ جس قدر ایک گھر کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور اب وہی لوگ کئی کروڑ دنیا میں نظر آتے ہیں۔ خداوند نے کہا تھا کہ میں اپنے کلام کی آپ حفاظت کروں گا۔ اب دیکھو کیا یہ سچ ہے یا نہیں کہ وہی تعلیم جو آنحضرت ﷺ نے خدائے تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ اس کی کلام کے پہنچائی تھی وہ برابر اس کی کلام میں محفوظ چلی آتی ہے اور لاکھوں قرآن شریف کے حافظ ہیں کہ جو قدیم سے چلے آتے ہیں۔ خدا نے کہا تھا کہ میری کتاب کا کوئی شخص حکمت میں، معرفت میں، بلاغت میں، فصاحت میں، احاطہ علوم ربانیہ میں بیان دلائل دینیہ میں مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ سو دیکھو کسی سے مقابلہ نہیں ہو سکا اور اگر کوئی اس سے منکر ہے۔ تو اب کر کے دکھلا دے اور جو کچھ ہم نے اس کتاب میں جس کے ساتھ دس ہزار روپے کا اشتہار بھی شامل ہے۔ حقائق و دقائق و عجائبات قرآن شریف کے کہ جو انسانی طاقتوں سے باہر ہیں لکھے ہیں۔ کسی دوسری کتاب میں سے پیش کرے اور جب تک پیش نہ کرے تب تک صریح حجت خدا کی اس پر وارد ہے اور خدا نے کہا تھا کہ میں ارض شام کو عیسائیوں کے قبضہ میں سے نکال کر مسلمانوں کو اس زمین کا وارث کروں گا۔ سو دیکھو اب تک مسلمان ہی اس زمین کے وارث ہیں اور یہ سب خبریں ایسی ہیں کہ جن کے ساتھ اقتدار اور قدرت الوہیت شامل ہے۔ یہ نہیں کہ نجومیوں کی طرح صرف ایسی ہی خبریں ہوں کہ زلزلے آویں گے، قحط پڑیں گے، قوم پر قوم چڑھائی کرے گی، وباء پھیلیں گی، مری پڑے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور بہ تبعیت خدا کے کلام کے اور اسی کی تاثیر اور برکت سے وہ لوگ کہ جو قرآن شریف کا اتباع اختیار کرتے ہیں اور خدا کے رسول مقبول پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں اور اس کو تمام مخلوقات اور تمام نبیوں

اور تمام رسولوں اور تمام مقدسوں اور تمام ان چیزوں سے جو ظہور پذیر ہوئیں۔ یا آئندہ ہوں۔ بہتر اور پاک تر اور کامل تر اور افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ وہ بھی ان نعمتوں سے اب تک حصہ پاتے ہیں۔"

(صفحہ ۲۶۷ تا ۲۷۲ حاشیہ نمبر ۱۱)

دہریے کا علاج قرآن حکیم سے ہی ممکن ہے :۔

دنیا کا ایک بڑا طبقہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک میں مبتلاء رہا اور اسی شک میں ہلاک ہوا ہے۔ مشرک ٹھہرا' بتوں پر قربان ہوا اور دیویوں کی بھینٹ چڑھا اور مصنوعی دیوتاؤں کے آگے ہاتھ جوڑتا رہا۔ لیکن قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو ایک دہریے کے دل میں بھی توحید کی تخم ریزی کر سکتی ہے۔ اور خدا کے بارے میں عقلی تصور کے حصار کو توڑ کر یقین کامل کی سرسبز وادی میں لے آتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"دہریہ کو خدا کے قائل کرنے کیلئے جیسا کلام بے مثل سے علاج متصور ہے۔ ویسا زمین و آسمان کے ملاحظہ سے ہر گز ممکن نہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہر یک انسان میں کہ جو مجرد قیاس پرست ہے' دہریہ پن کی ایک رگ ہے۔ وہی رگ دہریہ میں کچھ زیادہ پھول کر ظاہر ہو جاتی ہے اور اوروں میں مخفی رہتی ہے۔ اس رگ کو وہی الہامی کتاب کاٹتی ہے جو فی الواقع انسانی طاقتوں سے باہر ہو۔ کیونکہ جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ آسمان زمین سے نتیجہ نکالنے میں ہمیشہ لوگوں کی سمجھ مختلف رہی ہے۔ کسی نے یوں سمجھا اور کسی نے ووں سمجھا۔ لیکن یہ اختلاف کلام بے مثل میں نہیں ہو سکتا اور گو کوئی دہریہ ہی ہو۔ پر کلام بے مثل کی نسبت یہ رائے ظاہر نہیں کر سکتا کہ وہ بغیر تکلم کسی متکلم کے زمین آسمان کی طرح خود بخود قدیم سے وجود رکھتی ہے۔ بلکہ کلام بے مثل میں اسی وقت تک دہریہ بحث و تکرار کرے گا۔ جب تک اس کے بے مثل ہونے میں اس کو کلام ہے اور جب ہی اس نے اس بات کو قبول کر لیا کہ فی الواقعہ بنانا اس کا انسانی طاقتوں سے باہر ہے۔ اسی وقت سے خدا کے ماننے کیلئے اس کے دل میں ایک تخم بویا جاوے گا۔ کیونکہ اس وہم کے کرنے کی اس کو گنجائش ہی نہیں کہ اس کلام کے متکلم کا وجود قیاسی ہے نہ واقعی۔ اس جہت سے کہ کلام کا وجود بغیر وجود متکلم کے ہو ہی نہیں سکتا۔ ماسوا اس کے کلام بے مثل میں یہ بھی خوبی ہے کہ جو کچھ علم مبدء اور معاد کا تکمیل نفس کیلئے ضروری ہے۔ وہ سب بطور امر واقعہ کے اس میں لکھا ہوا موجود ہے۔ اور یہ خوبی بھی زمین آسمان میں موجود نہیں۔ کیونکہ اول تو ان کے ملاحظہ سے اسرار دینیہ کچھ معلوم ہی نہیں ہوتے۔ اور کچھ ہوں بھی تو اکثر اوقات وہی مثل مشہور ہے کہ گونگے کے اشارے اس کی ماں ہی سمجھے۔ اب اس تمام تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ بے مثل ہونا کلام الٰہی کا صرف اسی جہت سے واجب نہیں کہ استحفاظ سلسلہ قانون قدرت کا اس پر موقوف ہے۔ بلکہ اس جہت سے بھی واجب ہے کہ بغیر بے مثل کلام

کے نجات کا امر ہی ادھورا رہتا ہے۔ کیونکہ جب خدا پر ہی یقین کامل نہ ہوا تو پھر نجات کیسی اور کہاں سے۔" (صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹ حاشیہ نمبر ۱۱)

اعلیٰ درجہ کے یقین کی بنیاد :۔ الہیات میں اگر ہم یقین کامل کا حصول چاہتے ہیں تو ہمیں الہام پر یقین کامل ہونا بھی ضروری ہے اور یقین کامل کے بغیر ایمان بچانا مشکل امر ہے اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"الہیات میں یقین کامل صرف الہام ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے اور انسان کو اپنی نجات کیلئے یقین کامل کی ضرورت ہے اور خود بغیر یقین کامل کے ایمان سلامت لے جانا مشکل۔ تو نتیجہ ظاہر ہے کہ انسان کو الہام کی ضرورت ہے اور اس جگہ یہ بھی جاننا چاہئے کہ اگرچہ ہریک الہام الہٰی یقین دلانے کیلئے ہی آیا تھا لیکن قرآن شریف نے اس اعلیٰ درجہ یقین کی بنیاد ڈالی کہ بس حد ہی کر دی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پہلے جتنے الہام خدا کی طرف سے نازل ہوئے وہ صرف شہادت واقعہ کی ادا کرتے رہے اور ان کی ساری طرز منقولات کی طرز تھی اور اس باعث سے وہ آخر میں بگڑ گئے اور خود غرضوں اور خود پرستوں نے کچھ کا کچھ سمجھ لیا۔ لیکن قرآن شریف کی تعلیم نے عقل کا سارا بوجھ آپ ہی اٹھا لیا اور انسان کو ہریک طرح کی مشکلات سے خلاصی بخشی۔ آپ ہی مخبر صادق ہو کر الہیات کے واقعات کی خبر دی اور پھر آپ ہی عقلی طور پر اس خبر کو بپایہ ثبوت پہنچایا"۔

(روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۸۰-۸۱ حاشیہ نمبر ۴ براہین احمدیہ)

قرآن اور ہندو مت :۔ ہندو قوم گمراہی میں بہت آگے بڑھی ہوئی تھی۔ جس کا علم ہمیں ان کے اپنشدوں، پرانوں اور پستکوں کو دیکھنے سے ہوتا ہے کہ ان کے مرتاض، منی اور رکھی کن توہمات باطلہ میں گھرے ہوئے تھے۔ نیز ظاہری اور باطنی شرک میں مبتلاء ہو چکے تھے جس چیز کو بھی عجیب خیال کرتے تھے اسی کو خدا مان لیتے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے۔ لہٰذا اگر ان کے دیوتاؤں کی فہرست تیار کی جائے شاید ہی کوئی چیز اس سے باہر رہے اور یہ محض عقل پرستی کا کمال تھا۔ چنانچہ مجرد عقل کسی بھی دور میں ایسی کوئی قوم تیار نہ کر سکی جو توحید خالص پر قائم ہوئی ہو۔ صرف برہمو سماج والے کچھ توحید کی طرف مائل ہوئے اور ان کے اس میلان کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس نے فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے بخوبی تحقیق کیا ہے کہ برہمو سماج والوں کی توحید کی طرف مائل ہونے کی بھی یہی اصل ہے کہ جو ان کے بعض بزرگوں میں سے وہ شخص جو بانی مبانی اس مذہب کا تھا۔ اس نے قرآن شریف ہی سے کسی قدر توحید کا حصہ حاصل کیا تھا۔ مگر اپنی بدنصیبی سے پوری توحید حاصل نہ کر سکا۔ پھر وہی تخم توحید جو خدا کی کلام سے لیا گیا تھا۔

برہمو سماج والوں میں پھیلتا گیا۔ اگر کسی صاحب کو حضرات برہمو میں سے ہماری اس تحقیق میں کچھ کلام ہو تو لازم ہے کہ وہ ہمارے اس سوال کا مدلل طور پر جواب دیں کہ ان کو مسئلہ توحید کا کیونکر حاصل ہوا۔ آیا بطور سماع پہنچا۔ یا ان کے کسی بانی نے صرف اپنی عقل سے ایجاد کیا۔ اگر بطور سماع پہنچا تو کھول کر بیان کرنا چاہیے کہ بجز قرآن شریف اور کونسی کتاب تھی جس نے خدا کا واحد لاشریک ہونا اور عیال و اطفال سے پاک ہونا اور حلول اور تجسم سے منزہ رہنا اور اپنی ذات اور جمیع صفات میں کامل اور یگانہ ہونا اس زمانہ میں خطہ ہندوستان میں مشہور کر رکھا تھا۔ جس سے یہ مسئلہ توحید ان کو حاصل ہوا۔ اس کتاب کا نام بتلانا چاہیے اور اگر یہ دعویٰ ہے کہ اس بانی کو توحید کی خبر بطور سماع نہیں پہنچی۔ بلکہ اس نے صرف اپنی ہی عقل کے زور سے اس مسئلہ کو پیدا کیا۔ تو اس صورت میں یہ ثابت کر کے دکھلانا چاہئے کہ بانی مذکور کے وقت میں یعنی جس زمانہ میں برہمو مذہب کا بانی مبانی ایک مذہب جاری کرنے لگا۔ اس وقت ہندوستان میں بذریعہ قرآن شریف ابھی توحید نہیں پھیلی تھی۔ کیونکہ اگر پھیل چکی تھی تو پھر توحید کا دریافت کرنا ایک ایجاد خیال نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یقینی طور پر یہی سمجھا جائے گا کہ اس برہمو مذہب کے بانی نے قرآن شریف سے ہی مسئلہ توحید کو حاصل کیا تھا"۔ (صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹ حاشیہ نمبر ۱۱)

(قارئین کی اطلاع کیلئے یہ بتانا ضروری خیال کرتا ہوں کہ برہمو سماج کی ابتداء ۱۸۲۸ء میں ہوئی جب کہ ہندوستان میں اسلامی اور قرآنی تعلیمات آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہی پہنچنی شروع ہو گئی تھیں۔)

قرآن کریم اور رگوید :۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر مذہب کی کتب کا قرآن کریم کے ساتھ موازنہ پیش فرمایا ہے۔ ایسے ہی دربارہ توحید رگوید کی شرتیاں لیکر ان کے تراجم لکھے ہیں اور قرآن کریم کی آیات دربارہ توحید لے کر ان کا تقابلی جائزہ پیش فرمایا اور براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۷ تا ۵۲۷ کے حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ میں یہ تمام تقابلی جائزہ موجود ہے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:۔

".......وید کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں جس میں بجائے حقائق و معارف کے طرح طرح کے گمراہ کرنے والے مضمون موجود ہیں کروڑہا بندگان خدا کو مخلوق پرستی کی طرف کس نے جھکایا؟ وید نے۔ آریوں کو صدہا دیوتاؤں کا پرستار کس نے بنایا؟ وید نے۔ کیا اس میں کوئی شرتی بھی ہے جو کہ صاف صاف اور واشگاف طور پر مخلوق پرستی سے منع کرے اور سورج چاند وغیرہ کی پرستش سے روکے اور ان تمام شرتیوں کو جو مخلوق پرستی کی تعلیم پر مشتمل ہیں محل اعتراض ٹھہراوے کوئی بھی نہیں۔ پھر وہ بلاغت جو حق و حکمت کی روشنی دکھلانے پر منحصر ہے کیونکر اس کو نصیب ہو سکتی ہے۔ کیا ہم ایسے کلام کو بلیغ کہہ سکتے ہیں جس کی نسبت دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے کہ اس کا مقصود اصلی شرک کا مٹانا اور توحید کا قائم کرنا ہے لیکن وہ گونگوں کی طرح اس دعویٰ کو بہ

پایہ صداقت پہنچانے سے عاجز رہا ہے"۔ (صفحہ ۴۸۰، ۴۸۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

غرض یہ کہ رگوید اور قرآن کریم کا مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم خالص توحید ہے اور وید کھلم کھلا شرک کی تعلیم پر مشتمل ہے۔

قرآن اور انجیل :۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کریم کے کلام الہٰی اور موجودہ انجیل کے محرف و مبدل ہو کر ناقابل عمل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے خلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو طیار ہیں۔" (صفحہ ۲۹۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲)

برکت حقانیت اور گزشتہ قصے :۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کو برکت حقانیت اور دیگر تمام سابقہ محرف و مبدل کتب کو قصے کہانیاں قرار دیا۔

فرمایا:۔

"قرآن شریف کی حقانیت معلوم کرنے کیلئے اب بھی وہی معجزات قرآنیہ اور وہی تاثیرات فرقانیہ اور وہی تائیدات غیبی اور وہی آیات لاریبی موجود ہیں جو اس زمانہ میں موجود تھی خدا نے اس دین قویم کو قائم رکھنا تھا اس لئے اس کی سب برکات اور سب آیات قائم رکھیں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں کے ادیان محرفہ اور باطلہ اور ناقصہ کا استیصال منظور تھا۔ اس جہت سے ان کے ہاتھ صرف قصے ہی قصے رہ گئے اور برکت حقانیت اور تائیدات سماویہ کا نام و نشان نہ رہا ان کی کتابیں ایسے نشان بتلا رہی ہیں جن کے ثبوت کا ایک ذرا نشان ان کے ہاتھ میں نہیں صرف گزشتہ قصوں کا حوالہ دیا جاتا ہے مگر قرآن شریف ایسے نشان پیش کرتا ہے جن کو ہر یک شخص دیکھ سکتا ہے"۔ (صفحہ ۵۹۱، ۵۹۲)

قرآن شریف ۔ احسان عظیم :۔

قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کے نسل انسانی پر احسان عظیم ہیں۔ اگر انسان محرف و مبدل توریت و اناجیل پر ہی تکیہ کرتا تو انبیاء کو ہی ماننے سے انکار کر دیتا۔ پھر قرآن شریف کا احسان صرف عام انسانوں پر ہی نہیں ہوتا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب پر یکساں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اگر آنحضرت ﷺ آئے نہ ہوتے اور قرآن شریف جس کی تاثیریں ہمارے آئمہ اور اکابر قدیم سے دیکھتے

آئے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ نازل نہ ہوا ہوتا تو ہمارے لئے یہ امر بڑا ہی مشکل ہوتا کہ جو ہم فقط بائبل کے دیکھنے سے یقینی طور پر شناخت کرسکتے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح اور دوسرے گزشتہ نبی فی الحقیقت اسی پاک اور مقدس جماعت میں سے ہیں جن کو خدا نے اپنے لطف خاص سے اپنی رسالت کیلئے چن لیا ہے۔ یہ ہم کو فرقان مجید کا احسان ماننا چاہئے جس نے اپنی روشنی ہر زمانہ میں آپ دکھائی اور پھر اس کامل روشنی سے گزشتہ نبیوں کی صداقتیں بھی ہم پر ظاہر کردیں اور یہ احسان نہ فقط ہم پر بلکہ آدم سے لیکر مسیح تک ان تمام نبیوں پر ہے کہ جو قرآن شریف سے پہلے گذر چکے اور ہریک رسول اس عالی جناب کا ممنون منت ہے جس کو خدا نے وہ کامل اور مقدس کتاب عنایت کی جس کی کامل تاثیروں کی برکت سے سب صداقتیں ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں۔ جن سے ان نبیوں کی نبوت پر یقین کرنے کیلئے ایک راستہ کھلتا ہے اور ان کی نبوتیں شکوک اور شبہات سے محفوظ رہتی ہیں"۔ (صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱ حاشیہ نمبر۱)

براہین احمدیہ میں قرآن کریم کے بارے میں حضرت اقدس کے نثری جواہر

براہین احمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نثر میں قرآن کریم کی شان بے مثل بیان قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اردو ادب میں ایسے جواہر کہاں نظر آتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں اپنی حکمتوں اپنی صداقتوں اپنی بلاغتوں اپنے لطائف و نکات اپنے انوار روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرمادیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اس کی خوبیوں کو قرار دے دیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور اپنا بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کررہا ہے اور بلند آواز ھل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق و حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اس کے دقائق تو بحر ذخار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔ کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو۔ کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیط بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اس کی متابعت سے نہ ملتا ہو۔ اور یہ باتیں بلاثبوت نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جو صرف زبان سے کہا جاتا ہے بلکہ یہ وہ متحقق اور بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو تیرہ سو برس سے برابر اپنی روشنی دکھلاتی چلی آئی ہے۔ اور ہم نے بھی اس صداقت کو اپنی اس کتاب میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور دقائق اور معارف قرآنی کو اس قدر بیان کیا ہے کہ جو ایک طالب صادق کی تسلی اور تشفی کیلئے بحر عظیم کی طرح جوش مار رہے ہیں"۔

قرآن کریم کے ایسے بے مثل جواہرات ہیں جو قرآن عظیم کی شان و عظمت کو ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

"قرآن شریف میں جس قدر باریک صداقتیں علم دین کی اور علوم دقیقہ الہیات کے اور براہین قاطعہ اصول حقہ کے معہ دیگر اسرار اور معارف کے مندرج ہیں اگرچہ وہ تمام فی حد ذاتہا ایسے ہیں کہ قوائے بشریہ ان کو بہ ہیئت مجموعی دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور کسی عاقل کی عقل ان کے دریافت کرنے کیلئے بطور خود سبقت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ پہلے زمانوں پر نظر استقراری ڈالنے سے ثابت ہو گیا ہے کہ کوئی حکیم یا فیلسوف ان علوم و معارف کا دریافت کرنیوالا نہیں گذرا۔ لیکن اس جگہ عجیب بر عجیب اور بات ہے۔ یعنی یہ کہ وہ علوم اور معارف ایک ایسے امی کو عطا کئے گئے کہ جو لکھنے پڑھنے سے نا آشنا محض تھا۔ جس نے عمر بھر کسی مکتب کی شکل نہیں دیکھی تھی اور نہ کسی کتاب کا کوئی حرف پڑھا تھا اور نہ کسی اہل علم یا حکیم کی صحبت میسر آئی تھی۔ بلکہ تمام عمر جنگلیوں یا وحشیوں میں سکونت رہی انہیں میں پرورش پائی اور انہیں میں سے پیدا ہوئے اور انہیں کے ساتھ اختلاط رہا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امی اور ان پڑھ ہونا ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ کوئی تاریخ دان اسلام کا اس سے بے خبر نہیں"۔ (صفحہ ۵۶۱ تا ۵۶۳)

قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے ذریعہ سے مقصد تخلیق انسانی پورا ہو سکتا ہے یہی ایک یقینی اور کامل رستہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف اور مشقت اور مزاحمت شکوک اور شبہات اور خطا اور سہو کے اصول صحیحہ معہ ان کے دلائل عقلیہ کے معلوم ہو جائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں وہ قرآن شریف ہے اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ کہ جس سے یہ مقصد اعظم ہمارا پورا ہو سکے۔" (صفحہ ۷۷)

براہین احمدیہ میں محاسن قرآن کا منظوم تذکرہ :۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں جگہ جگہ قرآن کریم کی بے نظیری، اس کے محاسن، اس کی صداقت، اس کے دعویٰ، اس کے چیلنج اور صداقت کلام مجید پر مشتمل اردو اور فارسی منظوم کلام فرمایا۔ جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ (براہین احمدیہ میں مندرجہ فارسی کلام کا تذکرہ ایک الگ مضمون میں کیا جا رہا ہے۔ ایڈیٹر) حضرت اقدس اردو نظم میں فرماتے ہیں کہ:۔

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہر گز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہر گز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے

ارے لوگو کرو کچھ پاس شان کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پر قرباں ہے"

(صفحہ ۱۹۸ تا صفحہ ۲۰۴)

پھر فرمایا:-

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمہ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

(صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲)

قرآن کریم کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

بحر حکمت ہے وہ کلام تمام
عشق حق کا پلا رہا ہے جام

بات جب اس کی یاد آتی ہے
یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقش حق جماتی ہے
دل سے غیر خدا اٹھاتی ہے
درد مندوں کی ہے دوا وہی ایک
ہے خدا سے خدا نما وہی ایک
ہم نے پایا خور ہدیٰ وہی ایک
ہم نے دیکھا ہے دلربا وہی ایک
اس کے منکر جو بات کہتے ہیں
یونہی اک واہیات کہتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے پاس آویں
میرے منہ پر وہ بات کہہ جاویں
مجھ سے اس دلستاں کا حال سنیں
مجھ سے وہ صورت و جمال سنیں
آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی
نہ سہی یوں ہی امتحان سہی

(صفحہ ۳۰۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲)

براہین احمدیہ میں حقیت قرآن کریم پر ایسی مدلل بحث ہے کہ جس کی نظیر کہیں نظر نہیں آتی یہاں صرف ایک جھلک پیش کی گئی ہے جس سے عیاں ہے کہ اس وقت قرآن حکیم ہی ایک عظیم المرتبت کتاب اور حقیقتاً وحی الہٰی ہے نیز تمام صداقتوں کی جامع جس میں رجل فارس حضرت اقدسؑ نے اس کے محاسن اور کمالات کو ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ اس کی نظیر پیش کرنا امر محال ہے۔

ایک ضروری وضاحت:۔ ماہ جون ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں ایک مضمون حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد...... کے بارہ میں شائع ہوا ہے۔ آپ کی اولاد کے ذکر میں دو نواسوں مکرم ڈاکٹر محمود احمد عاطف فضل عمر ہسپتال ربوہ اور مکرم حامد مقصود عاطف مربی سلسلہ بورکینافاسو اور ایک نواسی ثمینہ عاطف بیگم ڈاکٹر فضل محمود آف ماریشس حال بورکینافاسو بہ خدمت سلسلہ کر رہے ہیں۔ مذکورہ نواسے نواسی محترمہ رضیہ درد صاحبہ بیگم مکرم مسعود احمد عاطف صاحب پروفیسر (مرحوم) کے بیٹے بیٹی ہیں۔ احباب ریکارڈ فرمالیں۔ (ادارہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی "المصلح الموعود"...... فرماتے ہیں۔

"براہین احمدیہ خاص فیضان الہٰی کے ماتحت لکھی گئی ہے اس کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ جب کبھی میں اس کو لے کر پڑھنے کیلئے بیٹھا ہوں۔ دس صفحے بھی نہیں پڑھ سکا کیونکہ اس قدر نئی نئی باتیں اور معرفت کے نکتے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں کہ دماغ انہیں میں مشغول ہو جاتا ہے۔" (ملائکہ اللہ انوار العلوم جلد ۵ صفحہ ۵۶۰)

براہین احمدیہ میں حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بیان فرمودہ

حقائق و معارف' اسرار عالیہ اور علوم حکمیہ

(۱)

حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"......اس (کتاب۔ ناقل) کے پڑھنے سے حقائق و معارف ربانی معلوم ہو جائیں گے اور حکمت اور معرفت اس کتاب مقدس کی کہ جس کے نور روح افروز سے...... روشنی ہے سب پر منکشف ہو جائے گی...... حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق و حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ ظاہر کرنے کیلئے ایک عالی بیان تفسیر ہے کہ جس کے مطالعہ سے ہر ایک طالب صادق پر اپنے مولیٰ کریم کی بے مثل و مانند کتاب کا عالی مرتبہ مثل آفتاب عالمتاب کے روشن ہو گا۔" (براہین احمدیہ حصہ دوم)

حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی عظیم معرکتہ الارا تصنیف براہین احمدیہ حقائق و معارف کا ایک انمول خزانہ ہے۔ یہ حکمت و معرفت کا ایک سمندر ہے جس سے دائمی صداقتوں کے جواہرات دنیا کے سامنے ظاہر ہوئے۔ چنانچہ حضرت اقدس کے یہ حقائق و معارف ان صفحات میں ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں:۔　　ایڈیٹر

(نوٹ:۔) اقتباسات کے حوالہ جات کے صفحات براہین احمدیہ چہار حصص' روحانی خزائن جلد اول) سے دیئے گئے ہیں۔

O　اللہ ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ

"ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے کہ جو اصطلاح قرآنی ربانی کے رو سے ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ اور

منزہ عن جمیع رذائل اور معبود برحق اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض پر بولا جاتا ہے.....‘‘ (صفحہ ۴۱۵ حاشیہ)

O اللہ ۔ مبدء جمیع فیوض

’’.........قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ اس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبود برحق اور مستجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام رذائل سے منزہ اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض ہے.....‘‘ (حاشیہ ۴۳۵)

O اللہ ۔ مستجمع کمالات تامہ

’’.......اللہ بموجب اصطلاح قرآن شریف کے اس ذات کا نام ہے جو مستجمع کمالات تامہ ہے۔ اسی وجہ سے قرآن شریف میں اللہ کے اسم کو جمیع صفات کاملہ کا موصوف ٹھہرایا ہے اور جابجا فرمایا ہے کہ اللہ وہ ہے جو کہ رب العالمین ہے۔ رحمان ہے‘ رحیم ہے‘ مدبر بالارادہ ہے۔ حکیم ہے‘ عالم الغیب ہے‘ قادر مطلق ہے‘ ازلی ابدی ہے........‘‘

(صفحہ ۵۱۷ حاشیہ در حاشیہ)

O توحید ۔ خدا کی ذات و صفات کو شرکت بالغیر سے منزہ سمجھنا

’’توحید اس بات کا نام ہے کہ خدا کی ذات اور صفات کو شرکت بالغیر سے منزہ سمجھیں اور جو کام اس کی قوت اور طاقت سے ہونا چاہئے وہ کام دوسرے کی طاقت سے انجام پذیر ہو جانا روا نہ رکھیں۔ اسی توحید کے چھوڑنے سے آتش پرست‘ آفتاب پرست‘ بت پرست وغیرہ وغیرہ مشرک کہلاتے ہیں۔‘‘ (صفحہ ۱۶۶ حاشیہ نمبر۱۱)

O حضرت آدمؑ کی پیدائش بلاتوسط اسباب

’’حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بلاتوسط اسباب ہے‘‘ (صفحہ ۵۹۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

’’روحانی آدم میں بلاتوسط اسباب ظاہریہ نفخ روح ہوتا ہے اور یہ نفخ روح حقیقی طور پر انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے اور پھر بطور تبعیت اور وراثت کے بعض افراد خاصہ امت محمدیہ کو یہ نعمت عطا کی جاتی ہے۔‘‘ (صفحہ ۵۹۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

O روحانی آدم

"...... تمام مرسل روحانی آدم ہیں اور ان کی امت کے نیک لوگ ان کی روحانی نسلیں ہیں......" (صفحہ ۶۵۵)

O خلیفہ ۔ روحانی نیابت

"...... خلیفہ کے لفظ سے ایسا شخص مراد ہے کہ جو ارشاد اور ہدایت کے لئے بین اللہ و بین الخلق واسطہ ہو۔ خلافت ظاہری کہ جو سلطنت اور حکمرانی پر اطلاق پاتی ہے مراد نہیں ہے...... بلکہ یہ محض روحانی مراتب اور روحانی نیابت کا ذکر ہے اور آدم کے لفظ سے بھی وہ آدم جو ابوالبشر ہے مراد نہیں بلکہ ایسا شخص مراد ہے جس سے سلسلہ ارشاد اور ہدایت کا قائم ہو کر روحانی پیدائش کی بنیاد ڈالی جائے گویا وہ روحانی زندگی کے رو سے حق کے طالبوں کا باپ ہے۔"
(صفحہ ۵۸۵۔۵۸۶ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

O قرآن شریف سے حقانی علوم و معارف اور حق الیقین تک رسائی

"...... قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔" (صفحہ ۵۵۷۔۵۵۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

O قرآنی تاثیرات

"قرآن شریف اپنی تاثیروں کی وجہ سے سچے طالبوں کے دلوں کو پاک کر کے آسمانی روشنی سے منور کرتا ہے اور ان میں وہ خاص برکتیں پیدا کرتا ہے کہ جو دوسرے مذہبوں میں نہیں پائی جاتیں۔" (صفحہ ۳۹۲ حاشیہ نمبر ۱۱)

O اعجاز کلام قرآن ۔ اور اعجاز اثر کلام قرآن

"..... قرآن شریف میں دو طور کا معجزہ ہمیشہ کیلئے رکھا گیا ہے ایک اعجاز کلام قرآن۔ دوم اعجاز اثر کلام قرآن۔ یہ دونوں

اعجاز ایسے بدیہی ہیں کہ اگر کسی کا نفس اعراض صوری یا معنوی سے محجوب نہ ہو تو فی الفور وہ اس نور صداقت کو بچشم خود مشاہدہ کرلے گا۔" (صفحہ ۲۹۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر۱)

O خدا کا کلام!

"خدا کا کلام وہ ہے جس میں خدا کی عظمت' خدا کی قدرت' خدا کی برکت' خدا کی حکمت' خدا کی بے نظیری پائی جاوے۔ سو وہ تمام شرائط قرآن شریف میں ہیں۔" (صفحہ ۲۳۷۔۲۳۸ حاشیہ نمبر۱)

O کلام پاک ۔ دریا اخبار غیب کا

"کلام پاک میں ایک دریا اخبار غیب کا اور نیز ان تمام امور قدرتیہ کا کہ جو انسانی طاقتوں سے باہر ہیں بہہ رہا ہے۔" (صفحہ ۲۳۸ حاشیہ نمبر۱)

O پاک الہام ۔ صدق و اخلاص

"خداوند تعالیٰ اس پاک الہام کو انہیں ایمانداروں کو عطا کرتا ہے کہ جو سچے دل سے قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور صدق اور اخلاص سے اس پر عمل کرتے ہیں۔" (صفحہ ۲۳۸ حاشیہ)

"..... الہام...... ہمیشہ قرآن شریف کے کامل تابعین کو ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے اور آئندہ بھی ہوگا اور گو وحی رسالت بجہت عدم ضرورت منقطع ہے لیکن یہ الہام کہ جو آنحضرت ﷺ کے بااخلاص خادموں کو ہوتا ہے یہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوگا۔" (صفحہ ۲۳۸ حاشیہ نمبر۱)

O فرقان مجید ۔ صداقتوں کا جامع

"فرقان مجید تمام الٰہی صداقتوں کا جامع ہے اور کوئی محقق اور کوئی ایسا باریک دقیقہ الہیات کا پیش نہیں کر سکتا کہ جو قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔" (صفحہ ۳۰۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر۱)

O قرآن شریف کی حقانیت

"قرآن شریف کی حقانیت معلوم کرنے کیلئے اب بھی وہی معجزات قرآنیہ اور وہی تاثیرات فرقانیہ اور وہی تائیدات غیبی اور وہی آیات لاریبی موجود ہیں۔" (صفحہ ۵۹۱)

O قرآن شریف کے نزول کی ضرورت

"قرآن شریف کے نزول کی یہی ضرورت تھی کہ تا وہ اختلافات کو دور کرے اور جن صداقتوں کے ظاہر ہونے کا بباعث انتشار خیالات فاسدہ کے وقت آگیا تھا ان صداقتوں کو ظاہر کر دے اور علم دین کو مرتبہ کمال تک پہنچا دے۔"
(صفحہ ۳۰۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر۱۱)

O قرآن کا کمال اور متابعت کی برکات

"وہی کتاب ہے کہ جو دونوں طریق ظاہری اور باطنی کے ذریعہ سے نفوس ناقصہ کو بمرتبہ تکمیل پہنچاتی ہے اور شکوک اور شبہات سے خلاصی بخشتی ہے۔ ظاہری طریق سے اس طرح پر کہ بیان اس کا ایسا جامع دقائق و حقائق ہے کہ جس قدر دنیا میں ایسے شبہات پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تک پہنچنے سے روکتے ہیں...... سب کا رد معقولی طور پر اس میں موجود ہے اور جو تعلیم حقہ اور کاملہ کی روشنی ظلمت موجودہ زمانہ کیلئے درکار ہے وہ سب آفتاب کی طرح اس میں چمک رہی ہے اور تمام امراض نفسانی کا علاج اس میں مندرج ہے اور تمام معارف حقہ کا بیان اس میں بھرا ہوا ہے اور کوئی دقیقہ علم الٰہی نہیں جو آئندہ کسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے اور اس سے باہر رہ گیا ہو اور باطنی طریق سے اس طور پر کہ اس کی کامل متابعت دل کو ایسا صاف کر دیتی ہے کہ انسان اندرونی آلودگیوں سے بالکل پاک ہو کر حضرت اعلیٰ سے اتصال پکڑ لیتا ہے اور انوار قبولیت اس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔" (صفحہ ۲۴۶ تا ۲۴۸ حاشیہ در حاشیہ)

O قرآن شریف ۔ ایک احسان عظیم

"اگر آنحضرت ﷺ آئے نہ ہوتے اور قرآن شریف جس کی تاثیریں ہمارے ائمہ اور اکابر قدیم سے دیکھتے آئے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں نازل نہ ہوا ہوتا تو...... حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح اور دوسرے گزشتہ نبی فی الحقیقت اسی پاک اور

مقدس جماعت میں سے جن کو خدا نے اپنے لطف خاص سے اپنی رسالت کیلئے چن لیا ہے۔ ہم کو فرقان مجید کا احسان ماننا چاہئے جس نے اپنی روشنی ہر زمانہ میں آپ کو دکھلائی اور پھر اس کامل روشنی سے گزشتہ نبیوں کی صداقتیں بھی ہم پر ظاہر کر دیں اور یہ احسان نہ فقط ہم پر بلکہ آدم سے لیکر مسیح تک ان تمام نبیوں پر ہے کہ جو قرآن شریف سے پہلے گذر چکے۔"

(صفحہ ۲۹۰ حاشیہ در حاشیہ

O قرآن شریف سے اصول صحیحہ کا معلوم ہونا

"وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے...... اصول صحیحہ معہ ان کی دلائل عقلیہ کے معلوم ہو جائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں وہ قرآن شریف ہے اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ ہے کہ جس سے یہ مقصد اعظم ہمارا پورا ہو سکے۔" (حاشیہ صفحہ ۷۷)

O قرآن شریف سے نجات اور اخروی خوشحالی

"وہ سب اصول کہ جن پر ایمان لانا ہر یک طالب سعادت پر واجب ہے اور جن پر ہم سب کی نجات موقوف ہے اور جن سے ساری اخروی خوشحالی انسان کی وابستہ ہے وہ صرف قرآن شریف میں محفوظ ہیں اور باقی سب کتابوں کے اصول بگڑ گئے ہیں......" (صفحہ ۷۸-۷۹)

O قرآن شریف ۔ پاک اور مقدس بلاغت

"قرآن شریف کی بلاغت ایک پاک اور مقدس بلاغت ہے جس کا مقصد اعلیٰ یہ ہے کہ حکمت اور راستی کی روشنی کو فصیح کلام میں بیان کر کے تمام حقائق اور دقائق علم دین ایک موجز اور مدلل عبارت میں بھر دیئے جائیں اور جہاں تفصیل کی اشد ضرورت ہو وہاں تفصیل ہو اور جہاں اجمال کافی ہو وہاں اجمال ہو۔" (صفحہ ۷۶ ۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

O فصاحت 'موزونیت' لطافت

"قرآن کریم......اس ایجاز اور اس احاطہ حق اور حکمت کے...... عبارت میں...... فصاحت اور موزونیت اور لطافت اور نرمی اور آب و تاب رکھتا ہے"۔ (صفحہ ۲۸۶ تا ۲۸۸)

O قرآن شریف کا حقائق و معارف پر محیط ہونا

"صدہا حقائق اور معارف جو افلاطون اور ارسطو وغیرہ کے خواب میں بھی نہیں آئے تھے۔ ان سب پر قرآن شریف محیط ہے۔" (صفحہ ۴۹۰)

O متابعت کلام الٰہی کی تاثیرات

"جب سے کہ آفتاب صداقت ذات بابرکات آنحضرت ﷺ دنیا میں آیا اسی دم سے آج تک ہزارہا نفوس جو استعداد اور قابلیت رکھتے تھے۔ متابعت کلام الٰہی اور اتباع رسول مقبول سے مدارج عالیہ...... تک پہنچ چکے ہیں۔"

(صفحہ ۵۲۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

O فرقان مجید ۔ شجرہ طیبہ کے پھل

"فرقان مجید و عظیم الشان و سرسبز و شاداب درخت ہے جس کی جڑھیں زمین کے نیچے تک اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں تو پھر ایسے شجرہ طیبہ کے پھلوں سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اس کے پھل بدیہی **الظہور** ہیں۔"

(صفحہ ۵۵۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

O جامع دقائق و حقائق

"بیان اس کا ایسا جامع دقائق و حقائق ہے کہ جس قدر دنیا میں ایسے شبہات پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تک پہنچنے میں روکتے ہیں.... سب کا رد معقولی طور پر اس میں موجود ہے۔ اور جو جو تعلیم حقہ اور کاملہ کی روشنی ظلمت موجودہ زمانہ کیلئے درکار ہے وہ سب آفتاب کی طرح اس میں چمک رہی ہے۔ اور تمام امراض نفسانی کا علاج اس میں مندرج ہے اور تمام معارف حقہ کا بیان اس میں بھرا ہوا ہے اور کوئی دقیقہ علم الٰہی نہیں جو آئندہ کسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے اس سے باہر رہ گیا ہو۔" (صفحہ ۳۴۶۔۳۴۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲)

O سورۃ فاتحہ اور قرآن شریف میں خاصہ بزرگ

"سورہ فاتحہ اور قرآن شریف میں ایک اور خاصہ بزرگ پایا جاتا ہے کہ جو اسی کلام سے خاص ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو توجہ اور اخلاص سے پڑھنا دل کو صاف کرتا ہے اور ظلمانی پردوں کو اٹھاتا ہے اور سینے کو منشرح کرتا ہے اور طالب حق کو حضرت احدیت کی طرف کھینچ کر ایسے انوار و آثار کا مورد کرتا ہے کہ جو مقربان حضرت احدیت میں ہونی چاہئے۔"

(صفحہ ۴۰۲ حاشیہ نمبر۱۱)

O فرقان مجید کی سچی متابعت کا اثر

"جب انسان فرقان مجید کی سچی متابعت اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو اس کے امرونہی کے بکلی حوالہ کردیتا ہے اور کامل محبت اور اخلاص سے اس کی ہدایتوں میں غور کرتا ہے اور کوئی اعراض صوری یا معنوی باقی نہیں رہتا۔ تب اس کی نظر اور فکر کو حضرت فیاض مطلق کی طرف سے ایک نور عطا کیا جاتا ہے۔ اور ایک لطیف عقل اس کو بخشی جاتی ہے جس سے عجیب غریب لطائف اور نکات علم الٰہی کے جو کلام الٰہی میں پوشیدہ ہیں اس پر کھلتے ہیں اور ابرنیساں کے رنگ میں معارف دقیقہ اس کے دل پر برستے ہیں۔ وہی معارف دقیقہ ہیں جن کو فرقان مجید میں حکمت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔"

(صفحہ ۵۳۳ حاشیہ در حاشیہ)

"حکمت خیر کثیر پر مشتمل ہے اور جس نے حکمت پائی اس نے خیر کثیر کو پالیا...... یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں یہ خیر کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحر محیط کے رنگ میں ہیں جو کلام الٰہی کے تابعین کو دئے جاتے ہیں اور ان کے فکر و نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کے حقائق حقہ ان کے نفس آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں ان پر منکشف ہوتی رہتی ہیں اور تائیدات الٰہیہ ہر ایک تحقیق اور تدقیق کے وقت کچھ ایسا سامان ان کیلئے میسر کردیتی ہیں جس سے بیان ان کا ادھورا اور ناقص نہیں رہتا اور نہ کچھ غلطی واقعہ ہوتی ہے۔" (صفحہ ۵۳۳-۵۳۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

O اسرار و انوار الٰہی!

" جو جو علوم و معارف و دقائق حقائق و لطائف و نکات و ادلہ و براہین ان کو سوجھتے ہیں وہ اپنی کمیت اور کیفیت میں

ایسے مرتبہ کاملہ پر واقع ہوتے ہیں کہ جو خارق عادت ہے اور جس کا موازنہ اور مقابلہ دوسرے لوگوں سے ممکن نہیں کیونکہ وہ اپنے آپ ہی نہیں بلکہ تفہیم غیبی اور تائید صمدی ان کی پیش رو ہوتی ہے اور اسی تفہیم کی طاقت سے وہ اسرار و انوار قرآنی ان پر کھلتے ہیں کہ جو صرف عقل کے دود آمیز روشنی سے کھل نہیں سکتے اور یہ علوم و معارف جو ان کو عطا ہوتے ہیں جن سے ذات اور صفات الٰہی کے متعلق اور عالم معاد کی نسبت لطیف اور باریک اور نہایت عمیق حقیقتیں ان پر ظاہر ہوتی ہیں یہ ایک روحانی خوارق ہیں کہ جو بالغ نظروں کی نگاہوں میں جسمانی خوارق سے اعلیٰ اور الطف ہیں۔" (صفحہ ۵۳۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

O سچی محبت اور پر جوش ارادت!

"...... ان سعید لوگوں کیلئے جو سچی محبت اور پر جوش ارادت سے فرقان مجید کی ہدایتوں پر چلنا چاہتے ہیں صرف یہی امر آسان نہیں کیا جاتا کہ وہ دروغ گوئی کی قبیح عادت سے باز رہیں بلکہ وہ ہر ناکردنی اور ناگفتنی کے چھوڑنے پر قادر مطلق سے توفیق پاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے ایسی تقریبات شنیعہ سے ان کو محفوظ رکھتا ہے جن سے وہ ہلاکت کے ورطوں میں پڑیں کیونکہ وہ دنیا کا نور ہوتے ہیں اور ان کی سلامتی میں دنیا کی سلامتی اور ان کی ہلاکتوں میں دنیا کی ہلاکت ہوتی ہے۔" (صفحہ ۵۳۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

O مقام توکل کی علامات

"ایک مقام توکل ہے جس پر نہایت مضبوطی سے ان کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے غیر کو وہ چشمہ صافی ہرگز میسر نہیں آسکتا بلکہ انہیں کیلئے وہ خوشگوار اور موافق کیا جاتا ہے اور نور معرفت ایسا ان کو تھامے رہتا ہے کہ وہ بسا اوقات طرح طرح کے بے سامانی میں ہو کر اور اسباب عادیہ سے بکلی اپنے تئیں دور پا کر پھر بھی ایسی بشاشت اور انشراح خاطر سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسی خوشحالی سے دنوں کو کاٹتے ہیں کہ گویا ان کے پاس ہزار ہا خزائن ہیں۔ ان کے چہروں پر تونگری کی تازگی نظر آتی ہے اور صاحب دولت ہونے کی مستقل مزاجی دکھائی دیتی ہے اور تنگیوں کی حالت میں بکمال کشادہ دلی اور یقین کامل اپنے مولیٰ کریم پر بھروسہ رکھتے ہیں سیرت ایثار ان کا مشرب ہوتا ہے اور خدمت خلق ان کی عادت ہوتی ہے۔"

(صفحہ ۵۳۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

○ قرآن شریف کے مقاصد

"قرآن شریف کے مقاصد میں......

۱۔ تمام محامد کاملہ باری تعالیٰ کو بیان کرتا ہے اور اس کی ذات کیلئے جو کمال تام حاصل ہے اس کو بوضاحت بیان فرماتا ہے۔

۲۔ وہ خدا کا صانع کامل ہونا اور خالق العالمین ہونا ظاہر کرتا ہے..... جو دائرہ عالم میں داخل ہو چکا اس کو مخلوق ٹھہراتا ہے۔

۳۔ خدا کا فیضان بلا استحقاق ثابت کرنا اور اس کی رحمت عامہ کا بیان کرنا ہے۔

۴۔ خدا کا وہ فیضان ثابت کرنا ہے جو محنت اور کوشش پر مترتب ہوتا ہے۔

۵۔ عالم معاد کی حقیقت کا بیان کرنا ہے۔

۶۔ اخلاص اور عبودیت اور تزکیہ نفس عن غیر اللہ اور علاج امراض روحانی اور اصلاح اخلاق ردیہ اور توحید فی العبادت کا بیان کرنا ہے۔

۷۔ ہریک کام میں فاعل حقیقی خدا کو ٹھہرانا اور تمام توفیق اور لطف اور نصرت اور ثبات علی اطاعت اور عظمت عن العصیان اور حصول جمیع اسباب خیر اور صلاحیت دنیا و دین اسی کی طرف سے اسے قرار دینا اور ان تمام امور میں اسی سے مدد چاہنے کیلئے تاکید کرنا۔

۸۔ صراط مستقیم کے دقائق کو بیان کرنا اور پھر اسی کی طلب کیلئے تاکید کرنا کہ دعا اور تضرع سے اس کو طلب کریں۔

۹۔ ان لوگوں کا طریق و خلق بیان کرنا ہے جن پر خدا کا انعام و فضل ہوا تا طالبین حق کے دل جمیعت پکڑیں۔

۱۰۔ ان لوگوں کا خلق و طریق بیان کرنا ہے جن پر خدا کا غضب ہوا یا جو راستہ بھول کر انواع و اقسام کی بدعتوں میں پڑ گئے تا حق کے طالب ان کی راہوں سے ڈریں۔

......یہ مقاصد عشرہ ہیں جو قرآن شریف میں مندرج ہیں جو تمام صداقتوں کا اصل الاصول ہیں۔"

(صفحہ ۵۸۰ تا ۵۸۵ حاشیہ نمبر۱۱)

○ سورۃ فاتحہ

"سورۃ فاتحہ آئینہ قرآن نمار ہے"۔ (صفحہ ۵۸۲ تا ۵۸۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر۱۱)

"سورۃ فاتحہ مجمل طور پر تمام مقاصد قرآن شریف پر مشتمل ہے گویا یہ سورۃ مقاصد قرآنیہ کا ایک اعجاز لطیف ہے"۔

○ محبت ذاتی

"ایک مقام محبت ذاتی کا ہے جس پر قرآن شریف کے کامل متبعین کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے رگ و ریشہ میں اس قدر محبت الٰہیہ تاثیر کر جاتی ہے کہ ان کے وجود کی حقیقت بلکہ ان کی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبوب حقیقی سے ایک عجیب طرح کا پیار ان کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارق عادت انس اور شوق ان کے قلوب صافیہ پر مستولی ہو جاتا ہے کہ جو غیر سے بکلی منقطع اور گستہ کر دیتا ہے اور آتش عشق الٰہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اوقات خاصہ میں بدیہی طور پر مشہود و محسوس ہوتی ہے بلکہ اگر محبان صادق اس جوش محبت کو کسی حیلہ اور تدبیر سے پوشیدہ رکھنا بھی چاہئیں تو یہ ان کیلئے غیر ممکن ہو جاتا ہے۔" (صفحہ ۵۳۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

○ صدق قدم کا نشان

"اور سب سے بزرگ تر ان کے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کو ہریک چیز پر اختیار کر لیتے ہیں اور اگر آلام اس کی طرف سے پہنچیں تو محبت ذاتی کے غلبہ سے برنگ انعام ان کو مشاہدہ کرتے ہیں اور عذاب کو شربت عذب کی طرح سمجھتے ہیں کسی تلوار کی تیز دھار ان میں اور ان کے محبوب میں جدائی نہیں ڈال سکتے اور کوئی بلیہ عظمیٰ ان کو اپنے اس پیارے کی یادداشت سے روک نہیں سکتے اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اسی کی محبت میں لذت پاتے ہیں اور اسی کی ہستی کو ہستی خیال کرتے ہیں۔ اور اسی کے ذکر کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیتے ہیں اگر چاہتے ہیں تو اسی کو 'اگر آرام پاتے ہیں تو اسی سے' تمام عالم میں اسی کو رکھتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے ہیں۔ اسی کے لئے جیتے ہیں۔ اسی کے لئے مرتے ہیں۔ عالم میں رہ کے بے عالم ہیں اور باخود ہو کر بے خود ہیں نہ عزت سے کام رکھتے ہیں نہ نام سے نہ اپنی جان سے نہ اپنے آرام سے بلکہ سب کچھ ایک کے لئے کھو بیٹھتے ہیں اور ایک کے پانے کیلئے سب کچھ دے ڈالتے ہیں۔ لا یدرک آتش سے جلتے جاتے ہیں اور کچھ بیان نہیں کر سکتے کہ کیوں جلتے ہیں اور تفہیم اور تفہیم سے صم بکم ہوتے ہیں اور ہریک مصیبت اور ہریک رسوائی کے سہنے کو تیار رہتے ہیں اور اس سے لذت پاتے ہیں۔

عشق است کہ برخاک مذلت غلطاند — عشق است کہ بر آتش سوزاں بنشاند

کس بہر کسے سر ندہد جاں نہ فشاند — عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند"

(صفحہ ۵۳۹ تا ۵۴۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

○ علمی عملی یا اخلاق خوبی کا صادر ہونا اور فضل الٰہی

"......جو کچھ خوبی علمی یا عملی یا اخلاقی انسان سے صادر ہو سکتی ہے وہ صرف انسانی طاقتوں سے صادر نہیں ہو سکتی بلکہ اصل موجب اس کے صدور کا فضل الٰہی ہے۔" (صفحہ ۵۴۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

○ قرب الٰہی

"جس قدر کوئی اپنے نفس اور ارادت سے فانی ہو کر اس ذات خیر محض کا قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر اخلاق الٰہیہ اس کے نفس پر منعکس ہوتی ہیں...... بندہ کو جو جو قرب اور سچی تہذیب حاصل ہوتی ہے وہ خدا ہی کے قرب سے حاصل ہوتی ہے۔" (صفحہ ۵۴۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

○ اخلاق فاضلہ الٰہیہ

"..... اخلاق فاضلہ الٰہیہ کا انعکاس انہیں کے دلوں پر ہوتا ہے کہ جو لوگ قرآن شریف کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں اور تجربہ صحیحہ بتلا سکتا ہے کہ جس مشرب صافی اور روحانی ذوق اور محبت کے بھرے ہوئے جوش سے اخلاق فاضلہ ان سے صادر ہوتے ہیں اسکی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔" (صفحہ ۵۴۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

○ تخلق باخلاق اللہ کا مرتبہ

"خالصتاً للہ انہیں میں وہ تخم کمال کو پہنچتا ہے کہ جو خدا کے ہو رہتے ہیں۔ اور جن کے نفوس کو خدائے تعالیٰ غیریت کی لوث سے بکلی خالی پاکر خود اپنے اخلاق سے بھر دیتا ہے اور ان کے دلوں میں وہ اخلاق ایسے پیارے کر دیتا ہے جیسے وہ اس کو آپ پیارے ہیں۔ پس وہ لوگ فانی ہونے کی وجہ سے تخلق باخلاق اللہ کا ایسا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں کہ گویا وہ خدا کا ایک آلہ ہو جاتے ہیں جس کی توسط سے وہ اپنے اخلاق ظاہر کرتا ہے اور ان کو بھوکے اور پیاسے پاکر وہ آب زلال ان کو اپنے اس خاص چشمہ سے پلاتا ہے جس میں کسی مخلوق کو علی وجہ الاصالت اس کے ساتھ شرکت نہیں۔"

(صفحہ ۵۴۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

O معرفت اور خدا شناسی

"...... ان کی معرفت اور خدا شناسی بذریعہ کشوف صادقہ اور علوم لدنیہ و الہامات صریحہ و مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت و دیگر خوارق عادت بدرجہ اکمل و اتم پہنچاتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ان میں اور عالم ثانی میں ایک نہایت رقیق اور شفاف حجاب باقی رہ جاتا ہے جس میں سے ان کی نظر عبور کر کے واقعات عالم کو اسی دنیا میں دیکھ لیتی ہے۔"

(صفحہ ۵۴۳ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

O مولیٰ حقیقی کی وفا

"دنیوی لذات جن کے حظوظ پر دنیا دار لوگ فریفتہ ہیں وبشوق تمام ان کے جویاں اور ان کے زوال سے سخت ہراساں ہیں یہ ان کی نظر میں بغایت درجہ ناچیز ہو جاتے ہیں اور تمام سرور اپنا اسی میں پاتے ہیں کہ مولیٰ حقیقی کی وفا اور محبت اور رضا سے دل بھرا رہے اور اسی کے ذوق اور شوق اور انس سے اوقات معمور رہیں۔ اس دولت سے بیزار ہیں کہ جو اس کی خلاف ورزی ہے اور اس عزت پر خاک ڈالتے ہیں جس میں مولیٰ کریم کی ارادت نہیں۔ (صفحہ ۵۴۷۔۵۴۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

O نور !

"..... وہ نور کبھی فراست کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی قوت نظریہ کی بلند پروازی میں اور کبھی قوت عملیہ کی حیرت انگیز کارگزاری میں کبھی حلم اور رفق کے لباس میں اور کبھی درشتی اور غیرت کے لباس میں کبھی سخاوت اور ایثار کے لباس میں کبھی شجاعت اور استقامت کے لباس میں۔ کبھی کسی خلق کے لباس میں اور کبھی کسی خلق کے لباس میں۔ اور کبھی مخاطبات حضرت احدیت کے پیرایہ میں اور کبھی کشوف صادقہ اور اعلامات واضحہ کے رنگ میں یعنی جیسا موقعہ پیش آتا ہے اس موقعہ کے مناسب حالت وہ نور حضرت واہب الخیر کی طرف سے جوش مارتا ہے نور ایک ہی ہے اور یہ تمام اس کی شاخیں ہیں۔" (صفحہ ۵۴۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

O ضرورت زمانہ ۔ دلیل صداقت

"آنحضرت ﷺ کا ایسی عام گمراہی کے وقت میں مبعوث ہونا کہ جب خود حالت موجودہ زمانہ ایک بزرگ معالج اور

مصلح کو چاہتی تھی اور ہدایت ربانی کی کمال ضرورت تھی اور پھر ظہور فرما کر ایک عالم کو توحید اور اعمال صالحہ سے منور کرنا اور شرک اور مخلوق پرستی کا جو ام الشرور ہے قلع قمع فرمانا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے سچے رسول اور سب رسولوں سے افضل تھے۔ سچا ہونا ان کا تو اس بات سے ثابت ہے کہ اس عام ضلالت کے زمانہ میں قانون قدرت ایک سچے ہادی کا متقاضی تھا اور سنت الہیہ ایک رہبر صادق کی مقتضی تھی۔" (صفحہ ۱۱۳ حاشیہ نمبر ۱۰)

O طبعی قانون

"..... قانون قدیم حضرت رب العالمین کا یہی ہے کہ جب دنیا میں کسی نوع کی شدت اور صعوبت اپنے انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت الٰہی اس کے دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسے جب امساک باراں سے غایت درجہ کا قحط پڑ کر خلقت کا کام تمام ہونے لگتا ہے تو آخر خداوند کریم بارش کر دیتا ہے۔" (صفحہ ۱۱۳ حاشیہ)

O آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توکل و استقلال

"ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔" (صفحہ ۱۱۲)

O حضرت خاتم الانبیاءؐ کی روشن تاثیریں

"حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس قدر شان بزرگ ہے اور اس آفتاب صداقت کی کیسی اعلیٰ درجہ پر روشن تاثیریں ہیں جس کا اتباع کسی کو مومن کامل بناتا ہے کسی کو عارف کے درجے تک پہنچاتا ہے۔ کسی کو تو آیت اللہ اور حجت اللہ کا مرتبہ عنایت فرماتا ہے اور محامد الہیہ کا مورد ٹھہراتا ہے۔" (صفحہ ۲۷۰-۲۷۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

O دنیا کا مربی اعظم

"سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دنیا کا مربی اعظم ہے یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے فساد اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا۔ جس نے توحید گم گشتہ اور ناپدید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا......" (صفحہ ۹۷ حاشیہ نمبر ۶)

باقی آئندہ اشاعت میں

"براہین احمدیہ" کے علمی اور روحانی اثرات

دین حق کی صداقت سے یقین کامل تک

تحریر:۔ عبدالسمیع خان استاذ الجامعہ

این ہماں عاشقان آں یکتا | نور یابند از کلام خدا
گرچہ ہستند از جہاں پنہاں | باز گہہ گہہ ہمی شوند عیاں
ہمچو خورشید و مہ بیروں آیند | غیر را چہرہ نیز بنمایند

(کلام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ۔ براہین احمدیہ حصہ سوم)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی "المصلح الموعود"......... فرماتے ہیں۔

"براہین احمدیہ کو میں کئی مہینوں میں ختم کر سکا تھا میں بڑا پڑھنے والا ہوں کئی کئی سو صفحات لگاتار پڑھ جاتا ہوں مگر براہین کو پڑھتے ہوئے اس وجہ سے اتنی دیر لگی کہ کچھ سطریں پڑھتا تو اس قدر مطالب اور نکتے ذہن میں آنے شروع ہو جاتے کہ آگے نہ پڑھ سکتا اور وہیں کتاب رکھ کر لطف اٹھانے لگ جاتا۔" (حقیقۃ الرؤیا)

براہین احمدیہ اپنے زمانہ کی مذہبی دنیا میں ایک زلزلہ بن کر نمودار ہوئی۔ اس نے ہر طرف سے اندھیروں میں گھری ہوئی امت کو امید اور روشنی کی نئی راہ دکھائی۔ ایک نیا ولولہ اور نئی امنگ دی اور تیزی سے پیش قدمی کرنے والے مذاہب باطلہ کے آگے ایک غیر متوقع بند باندھ دیا۔ براہین احمدیہ کے ذریعہ یہ آسمانی نور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی صورت میں سعید روحوں کو روشن کرتا رہا۔ اس طرح جو اہمیت براہین احمدیہ کو حاصل ہے وہ بے مثال ہے۔ براہین احمدیہ نے جو اثرات مرتب کئے وہ بڑے وسیع اور ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں اور دراصل انہی کے تذکرے پر یہ سارا شمارہ مشتمل ہے۔ اس لئے بعض امور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چند غیر معمولی اثرات قارئین کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہیں۔

روشنی کا سورج :- براہین احمدیہ کا سب سے پہلا اثر مسلمانوں کے تن مردہ میں جان ڈالنے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ کئی مخلص اور درد مند رہنماؤں کی کوششوں کے باوجود یہ کشتی تند طوفانوں میں ہچکولے کھا رہی تھی اور حقیقت میں کسی مرد غیب کی منتظر تھی۔

○ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی براہین احمدیہ کے قریب زمانہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں پر عام طور پر یاس و ناامیدی اور حالات و ماحول سے شکست خوردگی کا غلبہ تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد کے انجام اور مختلف دینی اور عسکری تحریکوں کی ناکامی کو دیکھ کر معتدل اور معمولی ذرائع اور طریقہ کار سے انقلاب حال اور اصلاح سے لوگ مایوس ہو چلے تھے اور عوام کی بڑی تعداد کسی مرد غیب کے ظہور اور کسی ملہم اور موید من اللہ کی آمد کی منتظر تھی۔" (قادیانیت: بار اول ۱۹۵۹ء صفحہ ۱۷: ابوالحسن علی ندوی: مکتبہ دینیات لاہور)

یہی وجہ تھی کہ عام طور پر اس کتاب کا بڑے جوش و خروش سے خیر مقدم کیا گیا اور مسلمانوں نے زندگی کی ایک نئی حرکت اپنے تن مردہ میں محسوس کی اور وہ لوگ جنہوں نے واقعتاً اس آسمانی صدا پر لبیک کہا وہ حیات روحانی کے ایک بلند مینار پر کھڑے ہو گئے۔

صور اسرافیل :- دوسرے مذاہب کے نمائندوں کیلئے یہ کتاب صور اسرافیل بنی اور مخالف کیمپ میں کھلبلی مچا دی۔ کیونکہ اس میں دوسرے علماء کی طرح معذرت خواہانہ انداز نہیں تھا۔ پسپائی کا کوئی رنگ نہیں تھا۔ باران رحمت کی ہوا تھی جس نے مخالفانہ ہواؤں کا رخ پھیر دیا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی اس کا اعتراف یوں کرتے ہیں۔

"اس کتاب کی کامیابی اور اس کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا۔ اور کتاب جواب دہی کی بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی۔" (قادیانیت: صفحہ ۵۹)

اس آواز میں اتنی شدت تھی کہ دشمنوں نے اس کا بھرپور نوٹس لیا اور کتاب کا اصل مضمون آشکار ہونے سے پیشتر ہی اس کا جواب لکھنے کے بلند بانگ دعاوی منظر عام پر آنے لگے۔ یہیں سے لیکھرام اور دوسرے گندہ دھن لیڈروں کی کہانی کا آغاز ہوتا ہے جو بالآخر عبرت کا نشان بن گئے۔ وہ جو بڑھ بڑھ کر دین حق پر حملے کر رہے تھے ان کو منہ کی کھانی پڑی۔ اور دین حق کی طرف سے اس کامیاب دفاع نے انہیں حواس باختہ کر دیا پھر اس ذریعہ سے اس جدید علم کلام کی بنیاد پڑی جس نے مذہبی دنیا میں فوقیت حاصل کی۔

معیار صداقت :- عقلی دلائل سے قطع نظر اس کتاب نے مذہب کی صداقت کا ایک ایسا معیار پیش کیا جو یقینی اور حتمی ہے اس سے مراد مکالمات الٰہیہ کا نشان ہے جو سچے مذہب کو عطا ہوتا ہے اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو کثرت کے ساتھ دین حق کی صداقت کے طور پر پیش فرمایا ہے اور خاص طور پر وہ الہامات جن میں غیب کی خبریں دی گئیں ہیں۔ چنانچہ اس کتاب نے ایک نئے علم کلام کی بناڈالی ہے جس نے اس زمانہ میں دین حق کے غلبہ کیلئے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور اسی پر احمدیت کی ترقی کا انحصار ہے۔ یہ وہ فیصلہ کن امر ہے جو ایک صاحب تجربہ عارف باللہ اور ایک عام ملا کے خیالات میں فرق بین کر کے دکھاتا ہے۔ چنانچہ اس کا اظہار مولوی محمد حسین بٹالوی نے جلسہ مذاہب عالم ۱۸۹۶ء میں کیا۔

"انبیاء فوت ہو چکے۔ امت محمدیہ کے بزرگ ختم ہو چکے۔ وارث انبیاء ولی تھے وہ کرامات رکھتے تھے لیکن وہ نظر نہیں آتے۔ زیر زمین ہو گئے آج اسلام ان کرامت والوں سے خالی ہے۔ ہم کو گزشتہ اخبار کی طرف حوالہ کرنا پڑتا ہے ہم نہیں دکھا سکتے۔" (رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ ۱۴۶)

براہین احمدیہ کا پہلا ورق ہی منشائے الٰہی کے بیان سے شروع ہو رہا ہے اور الہام کی روشنی میں آگے بڑھتا ہے۔

تحریک احمدیت کے ناقد سید ابوالحسن علی ندوی نے اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے۔

"کتاب کا مرکزی مضمون اور جوہر یہ ہے کہ الہام کا سلسلہ نہ منقطع ہوا ہے نہ اس کو منقطع ہونا چاہئے۔ یہی الہام دعویٰ کی صحت اور مذہب و عقیدے کی صداقت کی سب سے زیادہ طاقتور دلیل ہے۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کا اتباع کامل کرے گا اس کو علم ظاہر اور علم باطن سے سرفراز کیا جائے گا"۔ (قادیانیت: صفحہ ۵۴)

چنانچہ اس کتاب میں بیان کردہ الہامات میں سے بہت سے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں پورے ہوئے اور بعض مسلسل پورے ہو رہے ہیں اور آپ کی صداقت کو ثابت کرتے چلے جا رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی......کے تاثرات :۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی "المصلح الموعود" فرماتے ہیں۔

"مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خاص طور پر قرآن کریم کا علم بخشا ہے مگر جب میں حضرت مسیح موعود کی کتابیں پڑھتا ہوں تو ان سے نئے نئے معارف اور نکات ہی حاصل ہوتے ہیں اور اگر ایک ہی عبارت کو دس دفعہ پڑھوں تو اس میں نئے معارف حاصل ہوتے ہیں۔ براہین احمدیہ کو میں کئی مہینوں میں ختم کر سکا تھا میں بڑا پڑھنے والا ہوں کئی کئی سو صفحات لگا تار پڑھ جاتا ہوں مگر براہین کو پڑھتے ہوئے اس وجہ سے اتنی دیر لگی کہ کچھ سطریں پڑھتا تو اس قدر مطالب اور نکتے ذہن میں آنے شروع ہو جاتے کہ آگے نہ پڑھ سکتا اور وہیں کتاب رکھ کر لطف اٹھانے لگ جاتا۔" (حقیقۃ الرؤیا صفحہ ۵۰ تقریر جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۷ء قادیان)

حضرت مصلح موعود...... کا مشہور سلسلہ تقاریر "فضائل القرآن" ہے جس میں براہین احمدیہ کے مضامین کو ہی پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب قرآن کریم کی عظمتوں اور معارف و نکات کا بیش بہا خزانہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"براہین احمدیہ میرے نزدیک تفسیر القرآن کا دیباچہ ہے۔ تفسیر القرآن لکھتے وقت پہلے جن مضامین پر سیر کن بحث کرنی چاہئے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں شروع کیا تھا۔"

(فضائل القرآن صفحہ ۲۰۷ الشرکتہ الاسلامیہ لمیٹیڈ ربوہ۔ ۱۹۶۳ء)

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا ابتدائی تعارف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حقیقی تعارف اس کتاب نے کروایا اور آپ ایک زبردست پہلوان کی صورت میں نمودار ہوئے۔ اس کتاب نے آپ کی شہرت جلد جلد تمام ہندوستان میں اور پھر باہر کی دنیا میں پھیلا دی۔ براہین احمدیہ کی تصنیف سے پہلے اپنی گمنامی کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں۔

"یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا نہ کوئی موافق نہ مخالف کیونکہ میں اس زمانہ میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک احد من الناس اور زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا۔" (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۶۰)

براہین احمدیہ کے ذریعہ مذہبی دنیا میں شہرت :۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب........ تاریخی طور پر اس کی تفصیل تحریر فرماتے ہیں۔

"پبلک میں آپ نے تصنیف براہین سے صرف کچھ قبل یعنی ۷۸۔۱۸۷۷ء میں آنا شروع کیا اور مضامین شائع کرنے شروع فرمائے اور تبلیغی خطوط کا دائرہ بھی وسیع کیا مگر دراصل مستقل طور پر براہین احمدیہ کے اشتہار نے ہی سب سے پہلے آپ کو ملک کے سامنے لا کھڑا کیا اور اس طرح علم دوست اور مذہبی امور سے لگاؤ رکھنے والے طبقہ میں آپ کا انٹروڈکشن ہوا اور لوگوں کی نظریں اس دیہات کے رہنے والے گمنام شخص کی طرف حیرت کے ساتھ اٹھنی شروع ہوئیں....... خود مصنف کے لئے تصنیف براہین کا زمانہ ایک حالت میں نہیں گزرا بلکہ وہ جو شروع تصنیف میں ایک عام خادم (دین حق) کے طور پر اٹھا تھا دوران تصنیف میں تجلی الٰہی کے خاص جلوے موسیٰ....... کی طرح اسے کہیں سے کہیں لے گئے اور اختتام تصنیف براہین سے قبل ہی وہ ایک پرائیویٹ سپاہی کی طرح نہیں بلکہ شہنشاہ عالم کی طرف سے ایک مامور جرنیل کے طور پر میدان کارزار میں ھل من مبارز پکار رہا تھا"۔

(سیرۃ المھدی جلد اول صفحہ ۸۶۔۸۷ کتاب گھر قادیان)

براہین احمدیہ کے غیر معمولی اثرات

ابتدائی عشاق :-

براہین احمدیہ کا ایک بہت گہرا اور دیرپا اثر ان فدائیوں کی شکل میں ظاہر ہوا جو کتاب دیکھ کر اس کے مصنف کے عاشق ہو گئے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی عشاق اسی کتاب نے تیار کئے اور بعد کی کتب اور مشاہدات ان کے اخلاص کو بڑھاتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ جب خدا کے مامور نے بیعت لینے کا اعلان کیا تو وہ کشاں کشاں داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔ اس لحاظ سے جماعت احمدیہ کی باقاعدہ بنیاد گو ۱۸۸۹ء میں رکھی گئی مگر اس کا آغاز دراصل براہین احمدیہ کی اشاعت سے ہو چکا تھا۔ یہ ایک دلچسپ اور دلگداز داستان ہے اس کے چند نمونے پیش ہیں۔

حضرت حکیم مولانا نور الدین (خلیفۃ المسیح الاول.....) :-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کا ابتدائی غائبانہ تعارف اس وقت ہوا جب آپ جموں میں تھے۔ ضلع گورداسپور کے ایک باشندہ شیخ رکن الدین صاحب نے آپ کو بتایا کہ قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی حمایت میں رسالے لکھے ہیں ان دنوں براہین احمدیہ شائع ہو رہی تھی۔ حضرت مولوی صاحب نے یہ سنکر حضور کی خدمت میں خط لکھ کر کتابیں منگوائیں اور ان کے آنے پر جموں میں حضور کا چرچا شروع ہو گیا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

اسی دوران آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ پہلا اشتہار ملا جو حضور نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کیلئے ایشیا' امریکہ اور یورپ کے تمام مذہبی عمائدین اور مفکرین کو بھجوایا تھا تو آپ جموں سے قادیان پہنچے اور خدا کے اس برگزیدہ کو پہچان لیا۔ (الحکم ۲۲ اپریل ۱۹۰۸)

اپنی ایک عربی تحریر میں فرماتے ہیں:-

"مجھے ایک ایسے کامل مرد کے دیکھنے کا انتہائی شوق تھا جو یگانہ روزگار ہو اور میدان میں تائید دین اور مخالفین کا منہ بند کرنے کیلئے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہونے والا ہو....... مجھے نہایت طلب اور جستجو تھی اور میں صادقوں کی ندا کا منتظر تھا۔ اسی اثناء میں مجھے حضرت السید الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد مہدی الزمان مسیح دوران اور مولف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی میں ان کے پاس پہنچا تا حقیقت حال کا مشاہدہ کروں۔ میں نے فوراً بھانپ لیا کہ یہی موعود حکم وعدل ہے اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا اور اس عظیم الشان احسان پر اسکا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا"

(کرامات الصادقین: روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۵۱: نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت صوفی احمد جان........ :۔

حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی کو جب پہلی مرتبہ براہین احمدیہ کی زیارت نصیب ہوئی تو وہ اپنی دور بین نگاہ سے حضور کا مقام اور عالی مرتبہ فوراً بھانپ گئے اور ہزار جان سے فریفتہ ہو کر پکار اٹھے۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ تم مسیحا بنو خدا کے لئے

حضرت صوفی صاحب نے "اشتہار واجب الاظہار" کے نام سے نہایت والہانہ الفاظ میں مفصل ریویو شائع کیا اور بڑے پرشوکت انداز میں اپنے تاثرات سپرد قلم کئے۔ اگرچہ آپ سلسلہ بیعت سے قبل وفات پا گئے تھے مگر حضرت اقدس نے آپ کا نام اپنے عقیدتمندوں کی فہرست مندرجہ ازالہ اوہام میں تحریر فرمایا۔

حضرت صوفی احمد جان........ نے براہین احمدیہ کی تاثیرات کا یوں ذکر فرمایا:۔

"یہ کتاب (دین حق) اور نبوت محمد ﷺ اور قرآن شریف کی حقانیت کو تین سو مضبوط دلائل عقلی و نقلی سے ثابت کرتی ہے۔ اس چودھویں صدی کے زمانہ میں کہ ہر ایک مذہب و ملت میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے.......... ایک ایسی کتاب اور ایک ایسے مجدد کی بے شک ضرورت تھی جیسی کہ براہین احمدیہ۔ اس کے مولف جناب مخدومنا مولانا مرزا غلام احمد صاحب دام فیوضہ ہیں جو ہر طرح سے دعویٰ...... کو مخالفین پہ ثابت کرنے کیلئے موجود ہیں۔ جناب موصوف عامی علماء اور فقراء میں سے نہیں بلکہ خاص اس کام پر منجانب اللہ مامور اور ملہم اور مخاطب الٰہی ہیں...."

"مصنف صاحب اس چودھویں صدی کے مجدد اور مجتہد اور محدث اور کامل مکمل افراد امت میں سے ہیں....." (تاثرات قادیان صفحہ ۶۴ تا ۶۸)

حضرت مولوی عبداللہ سنوری...... :۔

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب کو بچپن ہی سے اہل اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا شوق تھا۔ آپ کے ماموں مولوی محمد یوسف صاحب نے آپ کو بتایا کہ قادیان میں ایک بزرگ نے دس ہزار روپیہ پر مشتمل انعام مقرر کر کے کتاب لکھنی شروع کی ہے اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بڑا کامل ہے۔ اس کی زیارت کیلئے چلا جا۔ حضرت مولوی صاحب کو یہ ذکر سن کر ایسا ولولہ اٹھا کہ اسی جگہ سے سیدھا قادیان روانہ ہو گئے۔ اور بٹالہ سے پیدل چل کر قادیان پہنچے اور بیت الفکر کے دروازے پر دستک دی۔ حضور باہر تشریف لائے۔ حضور کا چہرہ دیکھتے ہی دل میں بے حد محبت پیدا ہو گئی فرماتے ہیں۔

"اس وقت تک میں نے براہین احمدیہ یا اس کا اشتہار خود نہیں دیکھا یہاں اگر بھی کوئی ولائل حضور علیہ السلام یا کسی اور سے نہیں سنے بلکہ میری ہدایت کا موجب صرف حضور کا چہرہ مبارک ہی ہوا۔"

اس طرح حضرت مولوی صاحب کو براہین احمدیہ کی تالیف و اشاعت کے آغاز میں ہی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور جلد چہارم کے طبع کے کام میں خدمت کا موقع بھی ملا اور بعد میں سرخی کے چھینٹوں والے معجزہ کے ساتھ آپ کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید ہو گیا۔ (حیات احمد جلد اول صفحہ ۴۴۴: از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نومبر ۱۹۲۸ء امرتسر)

حضرت مولوی حسن علی بھاگلپوری......:۔

حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی ملاقات کے لئے ۱۸۸۷ء میں قادیان آئے۔ آپ حضور سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"غرض میں مرزا صاحب سے رخصت ہوا۔ چلتے وقت انہوں نے اس کمترین کو "براہین احمدیہ" اور "سرمہ چشم آریہ" کی ایک ایک جلد عنایت کی۔ انہیں میں نے پڑھا۔ ان کے پڑھنے سے مجھ کو معلوم ہوا کہ جناب مرزا صاحب بہت بڑے رتبے کے مصنف ہیں۔ خاص کر "براہین احمدیہ" میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر دیکھ کر مجھ کو کمال درجہ کی حیرت مرزا صاحب کی ذہانت پر ہوئی۔"

((رفقاء) احمد: جلد ۱۴ صفحہ ۴۹: بابت حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری: ایڈیشن اول: جنوری ۱۹۷۱ء)

اس کے بعد حضور سے دوسری ملاقات کیلئے آپ ۱۸۹۴ء میں قادیان آئے اور بیعت کرلی۔

(اصحاب احمد: جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۸)

کپور تھلہ کے فدائی :۔

کپور تھلہ کی ابتدائی جماعت بھی براہین احمدیہ نے ہی تیار کی۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت منشی ظفر احمد کپور تھلوی........ کے مایہ ناز فرزند حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر فرماتے ہیں۔

"براہین احمدیہ جب چھپی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ایک نسخہ حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجا جو کہ کپور تھلہ میں مہتمم بندوبست تھے اور ہمارے پھوپھا صاحب مرحوم منشی حبیب الرحمان صاحب رئیس حاجی پور کے چچا تھے۔ حاجی صاحب براہین احمدیہ کا نسخہ اپنے وطن قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ میں لے گئے۔ وہاں عند الملاقات والد صاحب (حضرت منشی ظفر احمد صاحب) کو وہ کتاب حاجی صاحب نے دے دی۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے۔ اور براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے والد صاحب کو حضرت صاحب سے محبت ہو گئی۔

اس کے تھوڑے عرصہ بعد والد صاحب کپور تھلہ آگئے اور حاجی صاحب والد صاحب سے براہین احمدیہ پڑھوا کر سنتے۔ منشی اروڑا صاحب اور محمد خان صاحب نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا اور انہیں بھی محبت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد اتفاق ایسا ہوا کہ والد صاحب جالندھر اپنے ایک رشتہ دار کو ملنے گئے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب بھی کسی سفر کے اثناء میں جالندھر ٹھہرے اور بعد کا واقعہ والد صاحب کی روایات میں مفصل درج ہے۔ اور جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔ والد صاحب کی آمد و رفت قادیان شروع ہوگئی۔ یہ ۱۸۸۴ء و ۱۸۸۵ء کے قریب کا واقعہ ہے۔ والد صاحب نے بہت دفعہ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور بیعت لے لیں۔ لیکن حضور نے انکار فرمایا کہ مجھے حکم نہیں۔ جب لدھیانہ سے حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا تو والد صاحب و محمد خان صاحب اور منشی اروڑا خان صاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ بیعت کیلئے کہا کرتے تھے مجھے اب اذن الٰہی ہو چکا ہے۔ اس خط کے مطابق مذکورہ اصحاب نے لدھیانہ پہنچ کر بیعت کرلی۔" (روایات حضرت منشی ظفر احمد.... صفحہ ۱۳)

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک شخص خلیفہ غلام محی الدین نے جناب...... حاجی ولی اللہ سے بیان کیا کہ میں نے براہین احمدیہ منگائی ہے۔........ مرحوم نے بتاکید ان سے فرمایا کہ براہین احمدیہ دیکھنے کے واسطے میرے پاس بھیج دو۔ اور اس وقت ہی ان سے منگائی۔ تیسری اور چوتھی جلد انہوں نے......... بھیج دی۔ آپ نے اس کا مطالعہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہر وقت آپ کے مطالعہ میں رہتی تھی۔ یہاں تک کہ دونوں جلدیں ختم کرلیں اس کے بعد آپ نے دو خط تحریر فرمائے۔ ایک خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام اردو میں، دوسرا مولوی محمد صاحب کے نام فارسی زبان میں۔ مولوی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ نے جو حالات مرزا صاحب کے سنائے تھے اب جو میں نے براہین احمدیہ دیکھی تو وہ سب غلط ثابت ہوئے اور حضرت صاحب کا حق پر ہونا ظاہر فرمایا مگر مولوی صاحب نے خط کا کچھ جواب نہیں دیا۔" (اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۳۸-۳۹)

حضرت حاجی ولی اللہ..... کے متعلق حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی..... لکھتے ہیں۔

ابتداء جب کہ حضرت نے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا براہین ہی کو دیکھ کر حاجی صاحب خود لوگوں پر ظاہر کیا کرتے تھے کہ یہ مجدد ہیں۔ چنانچہ حضرت منشی ظفر احمد..... فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب ۳۸ یا ۳۹ بکرمی (قریبا ۱۸۸۳ء) میں قصبہ سرادہ ضلع میرٹھ میں تشریف لے گئے تھے اس وقت ان کے پاس براہین احمدیہ تھی وہ حاجی صاحب سنایا کرتے تھے اور بہت سے آدمی جمع ہو جایا کرتے تھے۔ مختلف لوگوں اور مجھ سے بھی سنا کرتے بھی اور حاجی صاحب لوگوں پر یہ ظاہر کرتے تھے کہ یہ مجدد ہیں گو حاجی صاحب بیعت نہ کرسکے مگر ان کے بعض عزیز اور رشتہ دار..... احمدی ہو گئے۔ (صفحہ ۴۱، ۴۵-۴۶)

حضرت حکیم محمد حسین.........:-

حضرت حکیم محمد حسین صاحب المعروف مرہم عیسیٰ نے ۱۸۹۲ء میں بیعت کی۔ وہ اپنے احمدی ہونے کا باعث یہ بیان کیا کرتے

تھے کہ آپ سرسید احمد خان مرحوم کی کتابیں پڑھا کرتے تھے اس کے بعد حضرت صاحب کا تذکرہ سنا اور کچھ اشتہارات بھی دیکھے۔ براہین احمدیہ بھی پڑھنے کا موقع ملا۔ اس سے آپ کے دل میں حضرت صاحب کی محبت کا جوش پیدا ہوا اور آپ قادیان تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب کی وساطت سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہو گئے۔ (تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۱۲۳)

براہین احمدیہ کے پریس کارکنان :۔

براہین احمدیہ جس پریس میں شائع ہوئی اس کے کارکنان میں سے بھی سعید روحوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ ان میں سے حضرت شیخ نور احمد...... خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ کی طباعت کیلئے مطبع سفیر ہند امرتسر میں انتظام کیا جس کے مالک پادری رجب علی صاحب تھے۔ انہوں نے براہین احمدیہ کی بہترین طباعت کیلئے مراد آباد سے حضرت شیخ نور احمد صاحب کو بلایا جو اپنے فن میں بہت ماہر تھے۔ تھوڑے عرصہ بعد انہوں نے پادری صاحب سے الگ ہو کر اپنا ذاتی مطبع ریاض ہند کے نام سے جاری کیا اور پادری صاحب نے براہین احمدیہ کی طباعت کا وہی معیار قائم رکھنے کیلئے طباعت کا کام اجرت پر شیخ نور احمد صاحب کو دے دیا۔ اسی دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے پریس میں تشریف لائے اور حضور سے ان کا تعارف ہوا۔ اس طرح براہین احمدیہ ہی حضرت شیخ نور احمد...... کو مراد آباد سے پنجاب لانے اور پھر سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کا موجب ہوئی ان کے ساتھ حضرت شیخ محمد حسین...... اور منشی غلام محمد........ بھی سلسلہ میں شامل ہو گئے۔ حضرت شیخ نور احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام کتب و اشتہارات کے علی العموم پرنٹر رہے۔ (حیات احمد جلد اول صفحہ ۳۸۶ تا ۳۹۱)

حضرت صوفی نبی بخش...... :۔

حضرت صوفی نبی بخش صاحب لاہور بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"براہین احمدیہ کے بار بار کے مطالعہ سے میرے دل میں ایک امنگ پیدا ہوئی کہ میں خود قادیان جا کر حضرت صاحب سے ملاقات کروں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا دیدار فیض آثار گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اس نیت سے اکتوبر ۱۸۸۶ء کو میں پہلی دفعہ حاضر خدمت ہوا اور مغرب کی نماز بیت المبارک میں حضور اقدس کی اقتداء میں پڑھی۔ اس کے بعد آپ جماعت کے پہلے جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء میں شامل ہوئے اور جلسہ ختم ہونے کے بعد بیعت کر لی۔" (تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۸۳۔۸۵)

حضرت میاں چراغ دین...... :۔

حضرت میاں چراغ دین صاحب کو ابتداء سے ہی دینداری کی طرف توجہ تھی۔ خوش قسمتی سے دوست بھی نیک اور دیندار

ملے۔ نیک لوگوں کے حالات اور تذکرے سننے کا شوق تھا۔ محکمہ نہر میں ملازمت کا آغاز کیا اور انہی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کا محبت کا تعلق پیدا ہوا۔ براہین احمدیہ کے زمانہ تصنیف میں قادیان آئے اور حضور کے مہمان رہے۔ براہین احمدیہ کے مددگاروں اور خریداروں کے سلسلہ میں آپ کا نام ملتا ہے۔ ۱۸۹۳ء میں باقاعدہ بیعت کر لی۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۱۶۱)

حضرت شیخ کریم بخش........ :۔

حضرت شیخ کریم بخش صاحب اور شیخ صاحب دین صاحب گوجرانوالہ کے دو بھائی تھے۔ حضور کے دعویٰ کے بعد شہر میں ہر جگہ حضور کا چرچا شروع ہوا تو صاحب دین صاحب نے اپنے استاد مولوی احمد جان صاحب سے بھی حضور کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت مولوی صاحب احمدی تھے۔ انہوں نے جواب دیا آج کی دنیا میں قرآن جاننے اور سمجھنے والے صرف حضرت مرزا صاحب ہیں۔ اس گفتگو کا ذکر شیخ صاحب نے اپنے بڑے بھائی کریم بخش صاحب سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ کل اپنے استاد سے مرزا صاحب کی کوئی کتاب لے آنا۔ چنانچہ ان کے مطالبہ پر مولوی احمد جان صاحب نے براہین احمدیہ دے دی۔ حضرت شیخ کریم بخش صاحب تو اس کتاب کو پڑھ کر لٹو ہو گئے اور فوراً قادیان جا کر بیعت کر آئے۔ ان کی واپسی پر حضرت شیخ صاحب دین نے بھی بیعت کا خط لکھ دیا یہ واقعہ ۱۸۹۱ء ۱۸۹۲ء کا ہے۔ (تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱)

حضرت منشی عبدالرحمٰن...... حضرت منشی فیاض علی..... :۔

منشی عبدالرحمٰن صاحب میرٹھ کے رہنے والے تھے کپور تھلہ میں رہائش اختیار کی اس طرح کپور تھلہ کے رفقاء کے ساتھ ذکر آتا ہے۔ براہین احمدیہ پڑھتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معتقد ہو گئے اور جب بیعت کرنے کا اعلان شائع ہوا تو وہ بعد استخارہ فوراً بیعت کرنے کی غرض سے لدھیانہ روانہ ہو گئے اور بیعت کر لی۔ منشی فیاض علی صاحب کو بھی براہین احمدیہ شائع ہونے کے وقت سے سمجھاتے رہے تھے اور بعد بیعت کرنے کے انکو بھی ترغیب دی اور وہ بھی بیعت کر کے ۳۱۳ (رفقاء) کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ (الفضل ۲ جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۵)

خواجہ کمال الدین صاحب :۔

خواجہ کمال الدین صاحب زمانہ طالبعلمی میں اسلام سے متنفر ہو کر عیسائیت قبول کرنے کا عزم کر چکے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ ہاتھ لگ گئی۔ اس کتاب کے مطالعہ نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا اور آپ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ مولوی محمد علی صاحب بھی انہی کے ذریعہ احمدیت میں شامل ہوئے تھے۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۱۷۹)

باقی صفحہ ۱۲۸ پر

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم 1997ء

مجلس انصار اللہ پاکستان کے مرکزی امتحان سہ ماہی سوم ۱۹۹۷ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ۴۴ اضلاع کی ۲۲۵ مجالس کے ۲۹۲۵ انصار نے شرکت کی۔ مندرجہ ذیل انصار نے نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

اول:۔ مکرم محمد صدیق صاحب گورداسپوری دارالرحمت وسطی ربوہ، دوم۔ مکرم عبدالباری قیوم صاحب مارٹن روڈ کراچی اور مکرم محمود مجیب اصغر صاحب مظفرگڑھ، سوم۔ مکرم عبدالسلام ارشد صاحب کھاریاں ضلع گجرات اور محمد عبدالماجد صدیق صاحب گولبازار ربوہ۔

جن انصار نے اس امتحان میں خصوصی گریڈ کے ساتھ نمایاں کامیابی حاصل کی ان کے اسماء گرامی بغرض دعا تحریر کئے جاتے ہیں۔

ربوہ:۔ محمد سعید انصاری، عبدالرشید رازی، ملک اللہ بخش کوارٹرز تحریک جدید، محمد عبداللہ قریشی صدر شرقی، لطیف احمد جھمٹ صدر شمالی، بشیر احمد شاہد صدر غربی (قمر)، ملک محمد اعظم دارالعلوم غربی (صادق)، احمد علی علوم غربی ثناء، فضل احمد ریحان، منظور احمد ریحان علوم شرقی، ماسٹر بشارت احمد، محمد صدیق خان، عبدالحفیظ خاں دارالعلوم وسطی، محمد ارشد قریشی، میاں عطاء اللہ نسیم بھیروی دارالرحمت وسطی، شیخ عبدالماجد، عبدالرشید منگلا، عبدالباسط خاں دارالرحمت شرقی (الف)، چوہدری مقصود احمد، فضل کریم قمر، ملک محمد عیسیٰ، شیخ عبدالمنان فیکٹری ایریا، محمد رفیق، مرزا غلام رسول، ایوب اقبال احمد، چوہدری عطاء الرحمان محمود، چوہدری نذیر احمد، بشیر احمد، تاج الملوک بھٹی دارالبرکات، مبارک احمد خاں، سید بشیر احمد، دارالنصر شرقی، محمد شریف لنگی دارالنصر غربی (الف)، فضل الٰہی ملک، خواجہ برکات احمد، محمد افتخار احمد صاحب ناصر آباد شرقی، نور الدین صاحب، رشید احمد کلیم صاحب باب الابواب، عبدالمنان صاحب، محمد رفیق ارائیں دارالفتوح۔ کراچی:۔ قریشی فصیح الدین احمد نارتھ، منصور احمد لکھنوی، ظفراللہ خان گلش احمد، محمد صفدر علی، شیخ سعید احمد، انور علی گلشن حدید، خورشید احمد خان محمود آباد، چوہدری ناصر احمد گوندل النور، محمد عیسیٰ خان صاحب ناظم آباد اسلام آباد عبدالمنان فیاض، نذیر احمد سہگل اسلام آباد شرقی، ایم اے لطیف شاہد، اسلام آباد جنوبی، سید محمد پنڈ بیگووال، ملک محمد عبداللہ ریحان سول لائن راولپنڈی، میاں منظور احمد، ڈاکٹر رمضان محمد زاہد، محمد سعید اشرف مغلپورہ لاہور، شیخ مامور احمد، عبدالکریم خالد، بیت التوحید لاہور، محمد سلیم اختر دہلی گیٹ، محمود احمد ڈیفنس، رشید احمد راحت، ڈاکٹر عبدالشکور سمن آباد، ڈاکٹر بشیر حسن تنویر، مرزا منظور احمد بیگ، سید محمد یحیٰ دارالحمد فیصل آباد، محمد انور شاد، بشیر احمد دارالنور، راشد کریم کریم نگر، شریف احمد صاحب سیالکوٹ کینٹ، محمد نسیم گھنو کے ججہ، ناصر احمد، مسعود احمد لون چونڈہ، صوبیدار محمد اختر وینس، اقبال احمد محسن، عبید اللہ، شبیر احمد طاہر منڈی بہاؤالدین، نعمت اللہ چوہدری، عنایت اللہ، رانا عطاء اللہ خان، محمد صدیق حیدر آباد، راجہ ظفر احمد، خلیل احمد، راجہ ناصر احمد، محمد الماس، محمد ریاض، مرزا محمد الیاس، محمد صدیق بھٹی، راجہ ظہور احمد نصیرہ ضلع گجرات، مبارک احمد اعجاز، عبدالرحمان عاجز گوجرانوالہ، نعیم احمد طارق کوٹ ادو، ناصر احمد بھٹی یاروواله، محمد اکرم جاوید، ظفر اقبال مرزا جہلم، خواجہ مبارک احمد، مبشر احمد گوندل کوٹری دادو، رانا بشارت احمد میرپور آزاد کشمیر، خادم حسین میرا بھڑکا، میاں عبدالحئی کامران کھروٹہ، عزیز احمد طاہر، سید محمد شاہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، پیر محمد عمرکوٹ سندھ، حکیم احمد افضل فاروق اوچ شریف، عبدالرشید اعوان بہاولپور شہر، چوہدری غلام احمد ایل پلاٹ، ارشاد احمد خاں پشاور، مقبول احمد چوہدری بہاولنگر، داؤد احمد بھٹی رحمان آباد نواب شاہ، محمد ثناء اللہ کیلے شیخوپورہ، اقبال احمد اختر چوہدری پتو کی قصور، نور احمد نارووال

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان)

بقیہ از صفحہ ۱۲۷ :-

ان میں سے اکثر بزرگان وہ ہیں جن کے ذریعہ بڑی بڑی جماعتیں قائم ہوئیں اور وہ ایک گل گلستان احمد میں تبدیل ہو گیا۔ الغرض جیسا کہ خدا کی طرف سے خبر دی گئی تھی یہ کتاب قطعی ثابت ہوئی۔ اور ہر پہلو سے اس کے ایسے خوشکن اثرات ظاہر ہوئے جو باعث تسکین قلب و روح ہیں۔

اُس زمانہ
پھر ذرا
جانتا تھا
تھے رجو
لیک اِن
پھر رکھا
اِس پہ بھی
سارے منصو
سوچ کر د
مکرِ انسا
مُفتری ہی

اِنتخاب از کلام حضرت بانی سِلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السّلام

اُس زمانہ میں ذرا سوچو کہ مَیں کیا چیز تھا ۔۔۔ جس زمانہ میں براہیں کا دیا تھا اِشتہار

پھر ذرا سوچو کہ اَب چرچا مرا کیسا ہوا ۔۔۔ کِس طرح سُرعت سے شہرت ہوگئی در ہر دیار

جانتا تھا کون کیا عزّت تھی پَبلک میں مجھے ۔۔۔ کِس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار

تھے رجوعِ خلق کے اسباب مال و علم و حکم ۔۔۔ خاندانِ فقر بھی تھا باعثِ عزّ و وقار

لیک اِن چاروں سے مَیں محروم تھا اور بے نصیب ۔۔۔ ایک اِنساں تھا کہ خارج از حساب و از شمار

پھر رکھا یا نام کافر ہوگیا مطعونِ خلق ۔۔۔ کُفر کے فتووں نے مجھ کو کر دیا بے اعتبار

اِس پہ بھی میرے خدا نے یاد کر کے اپنا قول ۔۔۔ مرجعِ عالم بنایا مجھ کو اور دیں کا مدار

سارے منصوبے جو تھے میری تباہی کے لئے ۔۔۔ کر دیئے اُس نے تبہ جیسے کہ ہو گرد و غبار

سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے ۔۔۔ کوئی بتلائے نظیر اس کی اگر کرنا ہے وار

مکرِ انساں کو مٹا دیتا ہے انسانِ دگر ۔۔۔ پر خدا کا کام کب بگڑے کسی سے زینہار

مُفتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں رُوسیہ ۔۔۔ جلد تر ہوتا ہے برہم افتراء کا کاروبار

اِفترا کی ایسی دُم لمبی نہیں ہوتی کبھی
جو ہو مثلِ مُدّتِ فخر الرُّسل فخر الخیار

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳)

۱۹۹۷ء

۲۹ انصار نے

ود مجیب اصغیر

شمالی، بشیر احمد
ارت احمد، محمد
بدالرشید منگلا،
زا غلام رسول،
راحمد، دارالنصر
، رشید احمد کلیم
ں، ظفر اللہ خان
ساحب ناظم آباد
اللہ ریحان سول
ر، محمد سلیم اختر
ر فیصل آباد، محمد
رہ، صوبیدار محمد
آباد، راجہ ظفر
نیاز، عبد الرحمان
مدل کوٹری دادو،
عمر کوٹ سندھ،
وہدری بہاولنگر،

ر اللہ پاکستان)

بس تبدیل ہو
ایسے خوشکن

Monthly **ANSARULLAH** Rabwah

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. No. CPL-92 December 1997

هٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت اقدس مسیح موعودؑ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"ایک رات اِس عاجز نے اِس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اُسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نُور کی مشکیں اِس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے اُن میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تُو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم۔ اور ایسا ہی عجیب ایک اَور قصّہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہؤا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاءِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنے ارادۂ الٰہی احیاءِ دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاءِ اعلیٰ پر شخص مُحیی کے تعیّن ظاہر نہیں ہوئی اِس لئے وہ اِختلاف میں ہے۔ اِسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اِس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا هٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنے یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اِس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اِس عہدہ کی محبتِ رسول ہے سو وہ اِس شخص میں متحقق ہے۔ اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آلِ رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اِس میں بھی یہی سِرّ ہے کہ افاضہ انوارِ الٰہی میں محبّت اہلِ بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے اور جو شخص حضرتِ احدیّت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ اِنہیں طیّبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔ اِس جگہ ایک نہایت روشن کشف یاد آیا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نمازِ مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبتِ حِس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہؤا کہ پہلے یکدفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی، جیسی بسُرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جُوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اُسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے یعنے جنابِ پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم و حضرت علیؓ و حسنینؓ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین...... پھر بعد اِس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیرِ قرآن ہے جس کو علیؓ نے تالیف کیا ہے اور اب [illegible] تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ"

(براہین احمدیہ حصّہ چہارم۔ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ ۵۹۸، ۵۹۹)